بسم اللہ الرحمن الرحیم

ذکر الصالحین باحوال علماء العاملین

المعروف بہ

ذکرِ صالحین

جلد نہم

مرتب ومؤلف

مولانا مرغوب احمد لاجپوری، ڈیوزبری

ناشر

جامعۃ القرأت کفلیتہ

لاجپور ضلع سورت، گجرات (انڈیا)

ذكر الصالحين باحوال علماء العاملين

المعروف بہ

ذکر صالحین، ج:۹

۴؍رسائل، ۴؍مقالات اور ۹؍مضامین پر مشتمل: ۱۵؍بزرگوں کے حالات کا بہترین مجموعہ

مرغوب احمد لاجپوری

ناشر: جامعۃ القراءات، کفلیتہ

اجمالی فہرست رسائل

۱	اطیب القطرات تذکرہ بعض مشائخ گجرات	۱۵
مقالہ	مولانا یوسف ماما صاحب کفلیتوی مدظلہ...	۱۴۷
مقالہ	مولانا مفتی اسماعیل صاحب کچھولوی مدظلہ	۱۵۴
۲	ذکر اعظمی	۱۶۳
مقالہ	مولانا ثمیر الدین صاحب قاسمی مدظلہ......	۲۰۳
مقالہ	مولانا عبدالرؤف صاحب لاچپوری مدظلہ	۲۱۲
۱	مولانا مفتی یوسف ساچا صاحب مدظلہ...	۲۱۸
۲	مولانا مفتی شبیر احمد صاحب مدظلہ..........	۲۲۱
۳	مولانا محمد سلیم دھورات صاحب مدظلہ......	۲۲۲
۴	مولانا سلیمان بوڈیات صاحب مدظلہ.....	۲۲۷
۵	مولانا سلیمان ماکڈا صاحب مدظلہ........	۲۲۸

۶	مفتی ابراہیم راجا صاحب مدظلہ............	۲۲۹
۷	قاری رشید اجمیری صاحب مدظلہ..........	۲۳۰
۸	مولانا انعام الحسن صاحب مدظلہ............	۲۳۱
۹	امام مسجد اقصی شیخ یوسف حفظہ اللہ..........	۲۳۲

فہرست مضامین رسالہ ''اطیب القطرات تذکرہ بعض مشائخ گجرات''

پیش لفظ..........	۱۷
تقریظ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب متالا صاحب مدظلہم..........	۲۷
تقریظ حضرت مولانا مفتی اسماعیل صاحب کچھولوی صاحب مدظلہم..........	۲۸

﴿۱﴾: حضرت فقیہ مخدوم علی مہائمی رحمہ اللہ

مہائم..........	۳۰
کوکن..........	۳۱
آپ کا نسب اور ولادت..........	۳۳
تعلیم..........	۳۳
آپ کا مسلک..........	۳۴
آپ کی جوانی..........	۳۴
شیخ احمد کھتو رحمہ اللہ (حاشیہ)..........	۳۵
شیخ برہان الدین بخاری رحمہ اللہ (حاشیہ)..........	۳۶
وفات..........	۳۸
تصانیف..........	۳۸
آپ کی کرامات..........	۴۱
شیخ علی مہائمی، از: حضرت مولانا عبدالحئی صاحب سابق ناظم ندوہ لکھنؤ..........	۴۲

﴿۲﴾: شیخ محمد بن طاہر پٹنی، گجراتی رحمہ اللہ

علامہ محمد بن طاہر پٹنی رحمہ اللہ	۴۵
ولادت	۴۶
تعلیم واساتذہ	۴۶
احیاءِ سنت کے لئے جدوجہد	۴۷
علامہ وجیہ الدین علوی رحمہ اللہ	۴۸
وفات	۴۹
آپ کی بزرگی کا عجیب واقعہ	۴۹
میاں غیاث الدین بھروچی رحمہ اللہ	۵۰
تصانیف	۵۰
مجمع بحار الانوار	۵۱
شیخ عبد القادر رحمہ اللہ	۵۲
اولاد وامجاد	۵۳
قاضی عبد الوہاب رحمہ اللہ	۵۴
قاضی شیخ الاسلام رحمہ اللہ	۵۴
قاضی ابوسعید رحمہ اللہ	۵۶
نور الحق رحمہ اللہ	۵۶
عبد الحق رحمہ اللہ	۵۷
محی الدین رحمہ اللہ	۵۷
اکرام الدین رحمہ اللہ......مولانا نور الدین رحمہ اللہ	۵۷

﴿۳﴾: حضرت مولانا صوفی احمد میاں صاحب لاجپوری رحمہ اللہ

حضرت مولانا صوفی احمد میاں صاحب لاجپوری رحمہ اللہ..........	۶۰
ولادت..........	۶۰
تعلیم..........	۶۰
اساتذہ..........	۶۰
لاجپور مدرسہ کا قیام..........	۶۱
تدریس..........	۶۲
تلامذہ..........	۶۳
حضرت مولانا احمد درویش صاحب رحمہ اللہ (حاشیہ)..........	۶۳
حاجی ابراہیم میاں صاحب رحمہ اللہ (حاشیہ)..........	۶۳
مولانا ابراہیم کفلیتوی صاحب رحمہ اللہ (حاشیہ)..........	۶۳
تصانیف..........	۶۴
حضرت مولانا سید عبدالحئ صاحب رحمہ اللہ (حاشیہ)..........	۶۴
وفات..........	۶۸

﴿۴﴾: حضرت مولانا اسماعیل صاحب راندیری رحمہ اللہ

راندیر..........	۷۱
تعلیم..........	۷۱
تدریس..........	۷۱
حق گوئی..........	۷۲

تقویٰ..	۷۳
لحن داؤدی..	۷۳
مساکین سے محبت..	۷۴
مذہبی امور میں سعی..	۷۵
وفات..	۷۶
اولاد صالح..	۷۷
حضرت مولانا حکیم ابراہیم صاحب راندیری رحمہ اللہ..	۷۷
حضرت مولانا محمد حسین صاحب راندیری رحمہ اللہ..	۷۸

﴿۵﴾: حضرت مولانا عبدالحئی صاحب کفلیتوی رحمہ اللہ

نام......وطن......ولادت..	۸۱
والد ماجد..	۸۱
حضرت مولانا لیاقت علی صاحب الہ آبادی رحمہ اللہ..	۸۲
تعلیم..	۸۲
مولانا ہاشم صاحب رحمہ اللہ..	۸۳
مولانا محمد فاضل صاحب رحمہ اللہ..	۸۳
تدریس..	۸۸
سفر برما..	۹۰
سفر حج..	۹۰
رنگون جامع مسجد کی خطابت..	۹۱

تصانیف..	۹۲
وفات..	۹۵
﴿۶﴾: حضرت مولانا غلام محمد صاحب رحمہ اللہ	
نام......تعلیم..	۹۷
اوصاف وکمالات..	۹۷
بیعت..	۹۷
تصانیف..	۹۸
فہرست تصانیف..	۹۹
وفات..	۱۰۰
وصیت..	۱۰۱
اولاد..	۱۰۱
مولانا عبدالرحیم صاحب راندیری رحمہ اللہ (حاشیہ)........................	۱۰۲
﴿۷﴾: حضرت مولانا احمد حسن بھام سملکی رحمہ اللہ	
ولادت..	۱۰۴
والد ماجد..	۱۰۴
تعلیم..	۱۰۴
مدرسہ اسلامیہ کٹھور..	۱۰۵
تدریس..	۱۰۶
جامعہ اسلامیہ ڈابھیل کی بنیاد..	۱۰۶

علماء گجرات اور ان کی تصانیف..	۱۰۷
گجرات کے محدثین..	۱۰۸
سفر افریقہ..	۱۱۲
وفات..	۱۱۳
نتیجۂ فکر، از: حضرت فضلی..	۱۱۵
منح الافکار..	۱۱۹
القصیدہ فی مدح مولانا احمد صاحب بھام رحمہ اللہ..	۱۲۰

﴿۸﴾: حضرت مولانا احمد بزرگ صاحب رحمہ اللہ

وفات..	۱۲۳
ولادت..	۱۲۳
والد ماجد..	۱۲۳
تعلیم..	۱۲۴
رفقاء درس..	۱۲۴
حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب عثمانی رحمہ اللہ..	۱۲۵
حضرت مولانا محمد احمد صاحب دیوبندی رحمہ اللہ..	۱۲۶
حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب عثمانی رحمہ اللہ..	۱۲۶
حضرت مولانا غلام رسول صاحب ہزاروی رحمہ اللہ..	۱۲۷
شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن صاحب گنگوہی رحمہ اللہ..	۱۲۷
بیعت..	۱۲۸

دیوبند کا:۲۸ رسالہ جلسہ........................	۱۲۸
سفر رنگون........................	۱۲۹
اکابر دار العلوم میں اختلاف........................	۱۳۰
مولانا محمد حسین صاحب........................	۱۳۳
ایک خواب........................	۱۳۴
اوصاف وکمالات........................	۱۳۵
حج........................	۱۳۶
خلافت........................	۱۳۷

﴿۹﴾: حضرت مولانا حکیم ابراہیم صاحب راندیری رحمہ اللہ

وفات......ولادت........................	۱۳۹
تعلیم........................	۱۳۹
سفر رنگون........................	۱۴۰
مطب........................	۱۴۱
رنگون میں آپ کی خدمات........................	۱۴۲
حضرت مولانا محمد سعید صاحب راندیری رحمہ اللہ (حاشیہ)........................	۱۴۶

حضرت مولانا یوسف ماما صاحب مدظلہم

حضرت مولانا یوسف ماما صاحب مدظلہم	۱۴۸

حضرت مولانا مفتی اسماعیل صاحب کچھولوی مدظلہم

حضرت مولانا مفتی اسماعیل صاحب کچھولوی مدظلہم	۱۵۵
''المجلس الاروبی للافتاء والبحوث'' کی رکنیت	۱۵۶
ہر مہینے علماء کی مجلس کا انعقاد	۱۵۸
بغیر کرنٹ کے مرغی کو ذبح کرنے کا مسئلہ	۱۵۹
نماز عشاء کا وقت	۱۶۰
''مفید المسلمین'' کی تالیف	۱۶۰
چند متفرق باتیں	۱۶۱

فہرست رسالہ ''ذکر اعظمی''

حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب اعظمی مدظلہ............	۱۶۴
شرح سفینہ اور حضرت کی رہنمائی............	۱۶۵
کیفیت درس............	۱۶۵
دعوت وتبلیغ سے تعلق............	۱۶۷
تحقیقی ذوق............	۱۶۷
راقم کی ایک درخواست............	۱۶۹
سند ''رسالۃ الاوائل''............	۱۷۰
ایک مبارک بشارت............	۱۷۰
حضرت کی شان میں ایک عربی نظم............	۱۷۱
مختلف علمی سوالات اوران کے جوابات............	۱۷۳
مسجد میں نماز جنازہ کے متعلق ایک اہل حدیث کا سوال اور پُر لطف جواب........	۱۷۵
اتباع سنت............	۱۷۵
سجدہ میں ایڑیوں کا ملانا............	۱۷۶
حضرت مولانا احمد نقشبندی کا ایک واقعہ............	۱۷۷
مکاتیب: حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب' بنام مرتب............	۱۷۹
دین سے تعلق اللہ کا فضل ہے............	۱۸۰
اب تو میرا ذوق بدل گیا ہے............	۱۸۱
سفینہ پر کچھ تیار ہوجائے تو طلبہ ومدرسین کے لئے سہولت ہوجائے گی........	۱۸۲

میرے نام میں مولانا وغیرہ لکھنے کی ضرورت نہیں........	۱۸۳
راقم کے حضرت مولانا سے چند سوالات اوران کے جوابات........	۱۸۶
وضو کی برکت سے بدن کے گناہوں کا معاف ہونا........	۱۸۶
حضرت انس رضی اللہ عنہ کا چاندی کے برتن میں فالودہ پینے سے انکار........	۱۸۶
’’الموت جسر یوصل الحبیب الی الحبیب‘‘........	۱۸۷
’’اللھم حب الموت الی من یعلم انه رسولک‘‘........	۱۸۷
’’لاصلوٰۃ الا بحضور القلب‘‘........	۱۸۷
’’لایدخل الجنة دیوث‘‘........	۱۸۸
’’کلمة الحق ضالة المؤمن‘‘........	۱۸۸
سفینہ کی شرح کا نام ’’تحفۃ الطلباء‘‘ ذہن میں آتا ہے........	۱۸۹
سجدہ میں ایڑیوں کا ملانا........	۱۹۳
ضم فخذین........	۱۹۶
حضرت مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ کی چند باتوں کا جواب........	۱۹۸
سفینہ کی شرح دیکھ کر طبیعت خوش ہوئی........	۲۰۰
سجدہ میں جاتے ہوئے ہاتھ گھٹنے پر رکھنا........	۲۰۲

فہرست رسالہ: ”چند علماء، خطباء، صلحاء“

(۱)......حضرت مولانا ثمیر الدین صاحب مدظلہم	۲۰۳
ولادت، تعلیم، درس وتدریس، بیعت	۲۰۵
خصوصیات درس	۲۰۶
باب الاقامة كيف هي؟	۲۰۷
تصنیف وتالیف	۲۰۹
اخلاق وعادات	۲۱۱
(۲)......حضرت مولانا عبدالرؤف صاحب لاجپوری مدظلہم	۲۱۲
مصلی کا قومہ سے سجدہ میں جاتے ہوئے گھٹنوں پر ہاتھ رکھنے کا ثبوت	۲۱۶
دعوت وتبلیغ سے تعلق	۲۱۶
(۳)......حضرت مولانا مفتی یوسف ساچا صاحب مدظلہ	۲۱۸
(۴)......حضرت مولانا مفتی شبیر احمد صاحب مدظلہ	۲۲۱
(۵)......حضرت مولانا محمد سلیم صاحب دھورات مدظلہم	۲۲۲
(۶)......حضرت مولانا سلیمان بوڈیات صاحب مدظلہم	۲۲۷
(۷)......مولانا سلیمان ماکڈا صاحب مدظلہ	۲۲۸
(۸)......مفتی ابراہیم راجا صاحب مدظلہ	۲۲۹
(۹)......حضرت مولانا قاری رشید احمد صاحب اجمیری مدظلہ	۳۳۰
(۱۰)......مولانا انعام الحسن صاحب	۲۳۱
(۱۱)......مسجد اقصی کے امام شیخ یوسف	۲۳۲

اطیب القطرات تذکرہ بعض مشائخ گجرات

صوبہ گجرات کے نومعروف ومشہور علماء کا مختصر مگر جامع تذکرہ وتعارف

ازافادات: حضرت مولانا مرغوب احمد صاحب لاجپوری

ترتیب وحواشی

مرغوب احمد

ناشر: جامعۃ القراءات، کفلیۃ

اطیب القطرات تذکرہ بعض مشائخ گجرات

صوبہ گجرات کے درج ذیل نومعروف ومشہور علماء کامختصر مگر جامع تذکرہ وتعارف

۱	شیخ فقیہ مخدوم علی مہائمی..........	۵	مولانا عبدالحئ صاحب کفلیتوی.
۲	محدث کبیر شیخ محمد طاہر پٹنی......	٦	مولانا غلام محمد صاحب راندیری.
۳	مولانا صوفی احمد میاں لاجپوری	۷	مولانا احمد حسن صاحب سملکی ...
۴	مولانا قاری اسماعیل راندیری.	۸	مولانا احمد بزرگ صاحب سملکی
۹	مولانا ابراہیم صاحب راندیری.		

ازافادات: حضرت مولانا مفتی مرغوب احمد صاحب لاجپوری

ترتیب وحواشی

مرغوب احمد لاجپوری

پیش لفظ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للّٰہ رب العالمین ، والصلوۃ والسلام علی سید الانبیاء والمرسلین ، وعلی اٰلہ واصحابہ اجمعین ، اما بعد،

اللہ تعالی نے ہر زمانہ میں کچھ ایسے افراد واشخاص پیدا کئے، جن کی زندگی اظہار حق وابطال باطل کے لئے وقف رہی۔ان پاکیزہ نفوس کے لیل ونہار، استعداد وصلاحیت، مال ودولت اعلاء کلمۃ اللہ کی خاطر صرف ہوتے رہے۔ نامساعد حالات اور الحاد کی لہریں انہیں اپنے مقصد عظیم سے ذرہ برابر نہ ہٹاسکیں۔انہیں متبرک شخصیتوں کے ذریعہ دین کی ابدی حفاظت ہوئی اور رب العزت کا یہ وعدہ پورا ہوتا آیا:

﴿ انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون ﴾۔(پ:۱۴ رسورہ حجر)

ترجمہ:...... بیشک ہم نے قرآن اتارا ہے، اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔

اس اسباب کی دنیا میں حفاظت قرآن کا باعث وہ علماء ربانی رہے ہیں، جو آج سے نبی کریم ﷺ تک زنجیر کی کڑیوں کی طرح مربوط ہیں۔

فطرت سلیمہ کے خلاف چلنے اور حق سے ٹکرانے والے اگر قیامت تک رہیں گے، تو ایسے اولیاء کاملین اور علماء صالحین اور ائمہ مخلصین بھی پیدا ہوتے رہیں گے، جو حق کی اطاعت وفرمانبرداری میں جان کی بازی لگادیں۔حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ آپ ﷺ سے روایت کرتے ہیں:

''لن یبرح هذا الدین قائماً یقاتل علیه عصابة من المسلمین حتی تقوم الساعة''

ترجمہ:...... یہ دین برابر قائم رہے گا، اور اس کے لئے مسلمانوں کا ایک طبقہ برابر لڑتا رہے گا،

یہاں تک کہ قیامت آجائے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ممبر پر خطبہ دیتے ہوئے یہ حدیث بیان فرمائی:

''سمعت رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول : لا تزال طائفۃ من امتی قائمۃ بامر اللّٰہ لا یضرھم من خذلھم او خالفھم حتی یاتی امر اللّٰہ وھم ظاھرون علی الناس۔(صحیح مسلم:ص۱۴۳ج۲)

ترجمہ:......میں نے آپ ﷺ سے یہ سنا کہ: میری امت کا ایک طبقہ امرالٰہی پر برابر قائم رہے گا' جو انہیں ذلیل کرنے کی کوشش کریں گے' یا ان کی مخالفت کریں گے' وہ انہیں کوئی ضرر نہ پہنچا سکیں گے' یہاں تک کہ قیامت آجائے اور وہ طبقہ لوگوں پر غالب رہے گا۔

ان احادیث مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حق پر قائم رہنے والی ایک جماعت تا قیامت باقی رہے گی' اور کوئی سخت سے سخت حالات بھی ان کو اپنے مقصد سے روک نہ سکیں گے ۔

نور خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

سرزمین گجرات پر بھی ''تلک الایام نداولھا بین الناس '' کے مصداق مختلف حالات آتے رہے۔ کبھی باطل جماعتوں کا زور' کبھی دنیا پرست حاکموں کا غلبہ' کبھی جہالت کی ظلمتیں' کبھی عقائد کا بگاڑ' مگر بمصداق حدیث نبوی' حق تعالی نے ان باطل محنتوں کے ملیا میٹ کرنے کے لئے ایسے ایسے اہل حق پیدا فرمائے' جن کی بے مثال قربانیوں اور محنتوں نے ان کے باطل مقاصد کو نیست و نابود کر دیا۔ انہیں کی شان میں (راقم الحروف کے نانا) مولانا ابراہیم صاحب لاجپوری رحمہ اللہ (م:۱۴۱۴ھ) نے کہا ہے ۔

وہ بے حد خوش نصیب افراد ہیں حضرت کی امت میں
کہ جو مشغول ہیں آٹھوں پہر ملت کی خدمت میں
فضیلت ان کی یوں وارد ہے ارشاد نبوت میں
رہے گی حق پے قائم اک جماعت میری امت میں
نہ ہوگا خوف ان کو لومۃِ لائم کا ذرہ بھر
ہے مقصد ان کا رونق پائے سنت جابجا گھر گھر
علومِ انبیاء و مرسلین ہیں ان کے سینوں میں
حدیث و فقہ اور تفسیر ہیں دل کے خزینوں میں
ہوئی ہیں تخم ریزی ہدی ان کی زمینوں میں
عیاں رشد و ہدایت کے نشاں ان کی جبینوں میں
یہی دنیا میں سچے جانشینان پیمبر ہیں
مراتب آخرت میں ان کے بالا اور برتر ہیں
انہیں علم الیقین حاصل ہیں ازحد راسخ الایماں
ضیاء پاشی ہے ہر فرد و بشر پر ان کے یاں یکساں
فقط محرومِ فیض قدسیاں ہیں دشمن ایماں
ملا دیتے ہیں حق سے ورنہ خلقت کو میرے سلطاں
انہیں حضرات میں صوفی سلیمان لاجپوری تھے
امام و شیخ عرفاں رہنمائے راہ نوری تھے

کسی زمانہ میں خطۂ گجرات کو یہ فخر حاصل تھا کہ وہ علوم وفنون کا سرچشمہ اور علماء وفضلاء

کا ماوی ومسکن رہا۔ بقول پروفیسر خلیق احمد صاحب نظامی کے:

''گجرات صدیوں تک علم وفن کا مرکز، ارباب ہنر کا گہوارہ، ارشاد وتلقین کا سرچشمہ رہا ہے''۔

علم حدیث میں اہل گجرات نے جو خدمت کی وہ مؤرخین پر مخفی نہیں ہے۔ ۱۵۹ھ میں فن حدیث کا پہلا مصنف اسی سرزمین پر رونق افروز ہوا' اوراسی سرزمین میں پیوند خاک ہوا۔ خلیفہ مہدی کے حکم سے جو فوج ہندوستان کی طرف ۱۵۹ھ میں روانہ ہوئی اس میں ابوبکر ربیع بن صبیح السعدی بھی تھے' جن کے متعلق صاحب کشف الظنون کا بیان ہے:

'' قیل هو اوّل من صنّف وبوب فی الاسلام ''

کہا گیا ہے کہ یہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے اسلام میں تصنیف فرمائی۔

ابن سعد میں ہے:

''خرج غازیا الی الهند فی البحر فمات فدفن فی جزیرة من جزائر البحر سنة ستین و مائة ''

وہ غزوہ کے لئے ہندوستانی سمندر میں گئے تو وہیں انتقال کیا' اورکسی جزیرہ میں ۱۶۰ھ میں دفن ہوئے۔

مولانا سید حکیم عبدالحئ صاحب رحمہ اللہ (م:۱۳۴۱ھ۱۹۲۳ء) کی تحقیق یہ ہے کہ یہ جزیرہ گجرات مقام خلیج کنبایہ (کھمبات) میں واقع تھا۔ موصوف رقم طراز ہیں:

''یہ دوسرا شرف اس سرزمین کو حاصل ہے کہ ایسا شخص اس کی آغوش میں سورہا ہے' جو فن حدیث کا پہلا مصنف ہے' بلکہ صاحب کشف الظنون کی رائے میں مسلمانوں میں پہلا شخص ہے جس نے کتاب تصنیف کی ہے''۔ (یادایام:ص۴۶)

ہندوستان میں علم حدیث شروع میں گجرات ہی میں آیا۔ بعض علماء نے شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ (م:۱۰۵۲ھ) کی نسبت لکھا ہے کہ:

''اول او در ہندوستان حدیث آورد و نشر کرد''۔

یہ بات دہلی کے متعلق کہی جائے تو ممکن ہے صحیح ہو' لیکن اگر گجرات کو بھی ہندوستان کا ایک صوبہ تسلیم کیا جائے' تو قطعاً غلط ہے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی جلالت قدر میں کچھ شبہ نہیں، مگر اس واقعہ سے بھی انکار نہیں کہ حضرت شیخ ہنوز عالم وجود میں بھی نہ آئے تھے اس وقت گجرات میں شیخ الاسلام زکریا شمس الدین سخاوی' اور علامہ ابن حجر مکی کے تلامذہ کی درسگاہیں کھلی ہوئی تھیں' اور تشنگان حدیث ان سے سیراب ہو رہے تھے۔ (یاد ایام: ص۷۰)

یہ ایک حقیقت ہے کہ گجرات میں اسلامی علوم وفنون کی ترقی اور علوم دینیہ کی ترویج واشاعت میں شاہان گجرات کی علمی قدر دانی کا بڑا دخل تھا، انہوں نے اپنے زمانہ فرماں روائی میں علوم وفنون کی اشاعت میں جو کارنامے انجام دیئے' تاریخ کے اوراق ان پر شاہد عدل ہیں۔ صاحب نزہۃ الخواطر نے بہت صحیح لکھا ہے کہ:

''میرا خیال تو یہ ہے' اور میں اس کو بلاخوف مخالفت کہہ سکتا ہوں کہ: شاہان گجرات نے اپنی ڈیڑھ سو برس کے زمانہ فرمانروائی میں جس قدر علوم وفنون کی سرپرستی کی ہے' دہلی کی ششصد سالہ تاریخ اس کی نظیر نہیں پیش کر سکتی''۔ (یاد ایام: ص۶۸)

مگر انقلاب زمانہ جہاں بہت سی جگہوں پر مسلمانوں کی زوالِ سلطنت کا ذریعہ بنا' وہاں اس نے شاہانِ گجرات کی سلطنت اور ان کی شاہی خصوصیات کو بھی خاک میں ملا دیا' شاہانِ گجرات کے زوال کے ساتھ ان نفوسِ قدسیہ کا مبارک وبافیض دور بھی ختم ہو گیا۔

اس دور بابرکت کے ختم ہوتے ہی سرزمین گجرات میں ہر طرف جہالت کی بھیانک

وخوفناک تاریکی چھاگئی' جو گجرات کبھی دارالعلم تھا' دارالجہل بن گیا۔ حکیم مطلق نے جہالت وضلالت کی اس مہلک وبا سے مسلمانوں کی حفاظت کے لئے گجرات ہی میں چند ایسے حاذق اطباء پیدا فرمائے' جنہوں نے مختلف طریقوں سے' مثلاً کسی نے وعظ ونصیحت اورتلقین وارشاد میں مصروف ہوکر' کسی نے تصنیف وتالیف میں مشغول ہوکر' کسی نے مکاتیب قرآنیہ اور مدارس اسلامیہ قائم کرکے' دین متین کی عظیم خدمت شروع کی۔ان حضرات کی مخلصانہ جدوجہد نے بہت جلد جہالت کی ظلمت کوعلم کی نورانیت سے بدل دیا۔ حضرت مولانا محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ (م:۱۳۹۷ھ۱۹۷۷ء) نے ان اشعار میں اسی کی طرف اشارہ کیا ہے ۔

وكانت بقاعا اجد من طوارق فعادت رياضا رحبها ووسيعها

یہ خطہ کچھ عرصہ پیشتر حوادث زمانہ سے قحط زدہ ہوچکا تھا' اب پھراس کے کھلے میدان شاداب باغات بن گئے۔

وهذه ديار كن مظلمة الرجا فأضحت ويزهوربعها وبقيعها

یہ وہ دیار ہیں جن کے اطراف وجوانب پراندھیرا چھاگیا تھا' اب دوبارہ اس کے بیابان اورمعمورات روشن ہوگئے۔

على وجيه قبله الشيخ طاهر جواهرهذه الارض كل ضجيعها

شیخ علی متقی شیخ وجیہ الدین علوی اورشیخ محمد طاہر پٹنی یہ سب اسی سرزمین کے جواہر' یہیں آسودہ خواب ہیں۔

وكان غشاء زهرها ونباتها فرقت لها هطلاء فاضت دموعها

اوراس علم ومعرفت کے باغیچے اورسبزہ زارخشک ہوکر بے رونق ہوگئے تھے' اب

ابر رحمت نے مہربانی کی اور برسنے لگے۔

تضوعت الاقطار من طیب نشرها ویمتزموجاً نهرها وبضیعها

تمام اطراف وجوانب اس کی پاکیزہ خوشبوؤں سے معطر ہو گئے' اور اس کے چھوٹے بڑے دریا فرطِ خوشی سے لہرانے لگے۔

الابارک الرحمٰن اسعاد جدها فساوی بهاء بدعها ورجوعها

خدائے رحمٰن اس کی خوش بختی کو مبارک کرے، اسی کے فضل سے اس سرزمین کا ابتدائی اور آخری دور حسن میں برابر ہو گیا۔

جرت فی نظام الحق سنة ربنا تدور بنا دولاب دهر یطیعها

ہاں نظام عالم میں سنت اللہ یوں ہی جاری رہی ہے کہ حوادث کا چرخ زمانہ کے مطابق گھومتا رہا ہے۔

فرب بقاع احترقتها عواصف سقتهاغرادی المزن یزهوربیعها

پس بہت سی بستیاں تھیں، جن کو بادسموم نے جھلس دیا تھا' اب ابرہائے رحمت سے ان پر موسم بہار آ گیا ہے۔

رب بلاد قدحواها ظلامها اضاء ت بشمس قد تلألا فیعها

اور بہت سے ملک اور شہر جن میں ظلمتیں چھا گئی تھیں، پھر اس کے بیابان' آفتاب کی روشنی سے جگمگا اٹھے۔

ورب قلوب من سقام تصوعت فآسئی طبیب القلب صحت صدوعها

اور بہت سے وہ قلوب جو مصائب دہر سے حد درجہ درمند ہو گئے تھے' وہ طبیب قلب کے علاج سے آسودہ حال ہو گئے۔ (تاریخ جامعہ:ص۱۴)

اسی جماعت کے چند اولیاء کاملین وعلماء صالحین کا تذکرہ اس کتاب میں کیا گیا ہے، جنھوں نے اپنی زندگی اعلاء کلمۃ اللہ واحیاء سنت رسول اللہ کے لئے وقف کردی تھی۔

راقم کے جد بزرگوار حضرت مولانا مرغوب احمد صاحب لاجپوری نے مختلف علماء گجرات کے حالات ماہنامہ ''دارالعلوم'' دیوبند کے لئے تحریر فرمائے تھے، اس پر مولانا سید ازہر شاہ قیصر مدیر ماہنامہ دارالعلوم دیوبند موصوف کا شکریہ ادا کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

''صوبہ گجرات قدیم زمانہ سے بزرگان دین اور علماء و متکلمین کا مسکن، ان کی علمی عظمتوں اور علمی برکتوں کا گہوارہ رہا ہے۔ پچھلے زمانہ میں بعض ایسے بزرگوں کی زندگیاں صوبہ گجرات سے وابستہ رہی ہیں، جو اپنے وقت میں حقائق دین کے راز دار اور علوم قرآن وحدیث کے حامل رہے ہیں۔ آخری زمانہ میں دیوبند کے علمی گلزاروں سے باد نسیم کا ایک جھونکا آیا، جس نے گجرات کے تن مردہ میں تازگی پیدا کردی، اس آخری کاروان علم میں حضرت العلامہ سید محمد انور شاہ سے یکتائے روزگار محدث، مفتی اعظم مولانا عزیز الرحمٰن عثمانی سے قدسی نفس بزرگ، مولانا شبیر احمد عثمانی سے فصیح البیان متکلم شامل تھے۔ ان بزرگوں نے اپنی علمی زندگی کے شباب وکمال کے اوقات صوبہ گجرات میں گزارے۔ یہ حضرات اب موجود نہیں، مگر ان کے نغموں سے وہاں کی فضا اب بھی گونجی ہوئی ہے۔ کارواں اس سرائے فانی سے آگے نکل چکا، اور آخرت کی منزل مقصود پر جا پہونچا ہے، مگر اس کے نقش قدم اب بھی راستہ پوچھنے والوں کی رہنمائی کرتے، اور ان سے خراج عقیدت پاتے ہیں۔

نقش پئے رفتگاں جادہ بود در جہاں
ہر کہ رود بایدش پاس قدم داشتن

میں مولانا مرغوب احمد صاحب لاجپوری کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ موصوف نے تاریخ کے بیان میں گمشدہ بعض علمائے گجرات کے حالات رسالہ دارالعلوم کے لئے تحریر فرمائے، اگر یہ نظریہ صحیح ہے کہ ''انسان اپنے ماضی سے مستقبل کی تعمیر کا صحیح نقشہ بنا سکتا ہے'' تو مجھے اہل گجرات کے سامنے ان کی علمی زندگی کی اساس کی حیثیت سے یہ تاریخی مضامین پیش کرنے میں مسرت محسوس کرنی چاہئے۔

سید محمد ازہر شاہ قیصر

(ماہنامہ دارالعلوم دیوبند، بابت ذی الحجہ ۱۳۷۲ھ)

ایک عرصہ سے راقم الحروف کی دلی تمنا تھی کہ ان مضامین کو مستقل کتابی شکل میں مرتب کر کے شائع کروں، چنانچہ دارالعلوم کے رسالوں سے ان مضامین کو تلاش کر کے ترتیب دینا شروع کیا، دوران ترتیب یہ خیال آیا کہ اس پر اپنی محدود معلومات اور چند تاریخی رسائل وکتابوں سے استفادہ کر کے کچھ حاشیہ لکھوں' اور حاشیہ میں بطور خاص ان اکابر کا مختصر ہی سہی تذکرہ کروں جن اکابر کے اسماء ان مضامین میں آئے ہیں۔ الحمد للہ چند کتابوں کی مدد سے کچھ حالات جمع کر لئے' جن میں کئی علماء گجرات کا مختصر در مختصر تعارف حاشیہ میں آ گیا۔

اللہ تعالی کے فضل سے نو مشائخ گجرات کی ایک مختصر سوانح تیار ہوگئی' جسے ''اطیب القطرات تذکرہ بعض مشائخ گجرات'' کے نام سے موسوم کرتا ہوں۔ حق تعالی اس حقیر محنت کو شرف قبولیت سے نوازے' اور ان بابرکت ہستیوں کے طفیل جن کے متعلق کہا گیا ہے ؎

نہ تخت وتاج میں نہ لشکر وسپاہ میں ہے
جو بات مرد قلندر کی بارگاہ میں ہے

رب العزت دنیا وآخرت کی کامیابی عنایت فرمائے۔

احسان فراموشی ہوگی اگر میں استاذ محترم مولانا محمد ایوب صاحب مدظلہ بانی و مدیر ماہنامہ النور، بانی وناظم مجلس دعوۃ الحق برطانیہ وخلیفہ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب ہردوئی دامت برکاتہم و مدظلہم کا شکریہ ادا نہ کروں، کہ موصوف نے گوناگوں مصروفیات کے باوجود میری درخواست پر کتاب کو ملاحظہ فرمایا، اور جہاں مناسب سمجھا اصلاح فرمائی۔

اسی طرح حضرت مولانا محمد یوسف متالا صاحب مدظلہم اور حضرت مولانا مفتی اسماعیل کچھولوی صاحب مدظلہم کا شکریہ ادا کرنا بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ ہر دو حضرات نے تقریظ تحریر فرما کر احسان فرمایا۔

حق تعالی ان سب حضرات کو اپنے شایان شان بہترین بدلہ مرحمت فرمائیں، آمین۔
حق تعالی اس حقیر خدمت کو قبول فرمائیں، آمین۔

مرغوب احمد لاجپوری

۲۹؍ربیع الاول ۱۴۱۴ھ مطابق ۱۵؍ستمبر ۱۹۹۳ء

تقریظ

حضرت مولانا محمد یوسف متالا صاحب دامت برکاتہم

خلیفہ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی رحمہ اللہ

باسمہ تعالی

عزیزم مولوی مرغوب لاجپوری سلمہ نے اپنی تالیف ''اطیب القطرات تذکرہ بعض مشائخ گجرات'' کا مسودہ دکھایا، جس میں انہوں نے اپنے جدامجد، گجرات کے نامور بزرگ، رنگون کے مفتئ اعظم، حضرت مولانا مفتی مرغوب احمد صاحب لاجپوری نوراللہ مرقدہ کے وہ مضامین جو ماہنامہ ''دارالعلوم'' دیوبند میں گاہے بگاہے ''وفیات'' کے عنوان کے تحت طبع ہوتے رہے کتابی صورت میں یکجا کرکے، اس پر اپنی طرف سے مفید حواشی لگاکر شائع کرنے کا ارادہ کیا ہے۔

اللہ عزوجل اس محنت کو قبول فرماوے۔ حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ اور جن مشائخ کا اس میں ذکر ہے، ان کے کارناموں کو زندہ جاوید بنائے۔

حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کے فتاوی، مضامین ومسودات، جو اب تک طبع نہ ہوسکے ہوں، ان کی طباعت کا بہترین انتظام فرماوے۔

جانے والے بزرگوں کے حالات کو پڑھ کر اپنے احوال کی درستگی کی توفیق عطا فرماوے، آمین۔

یوسف متالا

خادم دارالعلوم ہولکمب بری

تقریظ

حضرت مولانا مفتی اسماعیل صاحب کچھولوی دامت برکاتہم

خلیفہ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی رحمہ اللہ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم ، اما بعد

ماضی قریب میں علاقہ گجرات میں معدودے چند برگزیدہ ہستیاں گزری ہیں، جو علوم نبویہ اور معرفت الٰہیہ میں حظ وافر رکھتی تھی، ان میں سے ایک حضرت الحاج مولانا مفتی مرغوب احمد صاحب لاجپوری نور اللہ مرقدہ بھی تھے۔

ان کی علمی، تحریری نوادرات منتشر پڑی تھیں۔انہیں کے پوتے عزیز مولوی مرغوب احمد سلمہ نے کوشش کرکے ان مضامین کو جمع کرنے کی نیک کوشش کی ہے۔یہ کتاب اس سلسلہ کی پہلی کڑی ہے۔اللہ جل شانہ شرف قبولیت سے نوازے، اور مزید توفیق وہمت عطا فرمائے، آمین۔

ان مضامین پر انہوں نے حواشی لکھ کر ان کی افادیت کو اور بڑھا دیا ہے۔یہ ناچیز گنہگار بندہ دست بدعاء ہے کہ اللہ جل شانہ ان کی یہ پہلی قلمی خدمت کو قبول فرمائے، اور مزید قلمی خدمت کی سعادت نصیب فرمائے، آمین۔

احقر العبد:

اسماعیل کچھولوی غفرلہ

۲۵/رجب المرجب ۱۴۱۴ھ

﴿۱﴾

حضرت فقیہ مخدوم علی مہائمی

ولادت:......۷۷۶ھ۔

وفات:......۸۳۵ھ۔

ماہنامہ ''البلاغ''، بمبئی، دسمبر ۱۹۵۷ء

میرے نزدیک ہندوستان کے ہزار سالہ دور میں، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ کے سوا حقائق نگاری میں ان کا کوئی نظیر نہیں۔ جو تصنیفات ان کی پیش نظر ہیں، ان کو دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ ایسا شخص جس کو ابن عربی ثانی کہنا زیبا ہے۔

(از: مولانا حکیم عبدالحئ حسنی رحمہ اللہ، صاحب نزہۃ الخواطر)

حضرت فقیہ مخدوم علی مہائمی رحمہ اللہ

ہندوستان میں جیسے کہ سلاطین اسلامیہ کے جھنڈے آئے' اور ملک کو جہاں داری اورقوانین عمل وانصاف سے آباد کیا' ساتھ ہی ساتھ حضرات علماء واولیاء کرام کے پرچم بھی چاروں طرف لہرانے لگے۔ان کی برکت سے لاکھوں اصنام پرستوں نے ہدایت پائی۔ازاں جملہ حضرت قطب ربانی عالم حقانی مخدوم فقیہ علی مہائمی قدس سرہ العزیز ہیں۔

مہائم

مہائم کوکن کا زمانہ سابق میں صدر تھا، اور بڑا بارونق شہر سمندر کے کنارے آباد تھا، اور کوکن کا حاکم یہیں رہا کرتا تھا، اور قصبہ تھانہ اس کے توابع میں سے تھا۔ بالفعل یہ شہر بہت چھوٹا سا قصبہ رہ گیا ہے' جس میں ایک معمولی سا بازار اور باہر کچھ باغ ہیں۔اور شہر بمبئی کی آبادی وہاں تک پہنچتی جاتی ہے۔ اس قصبہ کے غربی رخ مولانا ممدوح کا مزار مقدس ہے' جس کے دس پندرہ گز کے فاصلہ سے دریا موجزن ہے۔مزار شریف ایک سنگین شامیانہ کے نیچے ہیں' جس کے پتھروں پر خط نسخ سے حضرت کی ولادت اور وفات کی تاریخ لکھی ہوئی ہے۔

اور حضرت کی والدہ ماجدہ کا مزار شریف بھی اس میں ہے' اس کے اوپر شاہان تیموریہ کے عہد میں کسی نے ایک گنبد بنادیا ہے، اور گنبد کے اردگرد پختہ غلام گردش ہے [1] یہ نہایت خوبصورت عمارت ہے۔

اور مزار شریف کے شمالی رخ ایک چوبی (لکڑی کی بنی ہوئی) مسجد ہے' اور مسجد سے

---

[1]......غلام گردش: (۱): دیوان خانہ اور زناں خانہ کی درمیانی دیوار اور برآمدہ۔ (۲): خادموں کے بیٹھنے کی جگہ۔ (۳): چھت دار راستہ۔ (فیروز اللغات)

متصل ایک باؤلی (سیڑھی والا کنواں) ہے، جس کی ساخت کہہ رہی کہ یہ قدیم زمانہ کی ہے، اور صحن مسجد کے آگے درگاہ کے احاطہ میں بعض قبریں بھی ہیں، جو قدیم زمانہ کی معلوم ہوتی ہے۔

اگلے زمانہ میں شہر مہائم سے کسی قدر فاصلہ سے سمندر تھا، جواب بہت قریب آ گیا ہے، اوراس کے غربی رخ پانی میں کچھ قبریں اور عمارات کے نشانات بھی دکھائی دیا کرتے ہیں، جب کہ جوار بھاٹے (سمندر کا اتار چڑھاؤ) میں سمندر کا پانی اتر جاتا ہے، اس کے غربی سمت کسی نے دریا کے روکنے کے لئے کوئی پشتہ (ٹیلا، بند) بنایا تھا، جو شکستہ ہے۔

بمبئی کے متمول لوگ بتقریب سیر، اکثر وہاں جایا کرتے ہیں، اور کچھ مکانات بھی تیار رکھے ہیں، ہر سال ایک بار حضرت کا عرس ہوتا ہے، جس میں ہزاروں آدمیوں کا مجمع ہوتا ہے، اور بہت خرید وفروخت ہوتی ہے۔ ریل اسٹیشن تخمیناً دو تین سو قدم کے فاصلے سے ہے۔ اس قصبہ میں بجز مخدوم صاحب رحمہ اللہ کی درگاہ کے اور کوئی قدیم عمارت یا زیارت دکھائی نہیں دیتی۔ قصبہ میں ہنود زیادہ ہیں۔ پہلے زمانہ میں مہائم بھی بڑا بندرگاہ تھا۔

کوکن

کوکن ہندوستان کا ایک ٹکڑا ہے، جس کے شرق میں ملک گجرات ہے، اور غرب میں سمندر، یہ ٹکڑا جنوباً وشمالاً دوسو میل تک لمبا، اور چالیس پچاس میل کا چوڑا ہے۔ ملک سرسبز ہے، پہاڑ بھی بکثرت ہیں۔ اس ملک میں ہندو بکثرت ہیں۔ ہندو ومسلمان کے سوا پرتگیزوں کے عہد کے عیسائی بھی ہیں۔

یہاں کی زبان کوکنی ہے، جو گجراتی مرہٹی کے علاوہ ایک جداگانہ زبان ہے، مگر مرہٹی سے زیادہ اچھی ہے۔ مسلمان اس ملک میں اکثر شافعی المذہب ہیں، اور قوم عرب اور

نوائت ہیں۔جن کی روایت طبرانی لکھتے ہیں کہ: یہ عرب ہے۔حجاج بن یوسف کے خوف سے بھاگ کر سواحل ہند میں جا رہے اس ملک میں آباد ہیں۔ ان کے بزرگ جہازوں میں تجارت کیا کرتے تھے،اس لئے فن جہاز رانی میں ان کے لوگوں کو بڑا دخل تھا۔اب بھی اس ملک کے لوگ بکثرت انگریزی جہازوں پر نوکر ہیں۔بمبئی شہر میں اس ملک کے لوگوں کو ''کوکنی'' کہتے ہیں۔

یہاں کے مسلمانوں میں یہ بھی ایک بڑی جماعت ہے جواوروں کی نسبت اس شہر کے قدیم اور رؤسا خیال کئے جاتے ہیں اور یہاں اکثر متبرک ومقدس مزارات ومساجد کی تولیت انہیں کے ہاتھ میں ہے۔جامع مسجد اور دوسری اکثر مساجد بڑی چھوٹی اسی قوم کی بنائی ہوئی ہیں۔مولانا مخدوم رحمہ اللہ بھی قوم نوائت سے تھے۔

شاہان خلجیہ وتغلقیہ کے عہد تک پایہ تخت دہلی کا ایک سا صوبہ تھا،صوبہ گجرات کے ماتحت رہا کرتا۔فیروز شاہ باربک تک یہی حالت رہی،مگر ہندوستان میں جب تیمور نے حملہ کیا اور سلطان محمود فیروز شاہ کا بیٹا تاب مقابلہ نہ لایا اور ہندوستان کی افق کو زیرو زبر کر کے چلا گیا تو ہندوستان میں طوائف الملوکی ہوگئی۔

مالوہ کے ملک پر دلاور خاں (پدر سبکتگین) قابض ہو گیا اور ملتان دہلی تک خضر خاں کے ہاتھ آیا اور مشرق میں ابراہیم شاہ سلطان نے جونپور میں جدا تخت قائم کیا۔دکن میں شاہان بہمنیہ کا تخت گلبرگہ میں قائم ہو گیا۔

گجرات میں مظفر خاں کے پوتے احمد شاہ [1] نے تخت قائم کر لیا اور اپنے نام سے شہر

[1] ......احمد شاہ اپنے دادا مظفر شاہ کے مرنے کے بعد تخت نشین ہوا۔یہ تاتار خاں کا بیٹا تھا جو اپنے باپ مظفر شاہ کی زندگی میں انتقال کر گیا۔احمد شاہ بڑا اولو العزم بادشاہ تھا۔احمد آباد بسانے کے بعد ہندو راجاؤں کے حملوں سے حفاظت کی خاطر اپنی سرحدوں کو مضبوط کیا۔کئی خونخوار جنگوں میں مظفر ومنصور

احمد آباد ۸۱۵ھ میں آباد کیا۔ یہ واقعات آٹھویں کے آخر اورنویں صدی کے اول میں ہوئے۔ ان سلاطین کی آپس میں جنگ ہوا کرتی تھی۔

یہ طوائف الملو کی جلال الدین اکبر کے عہد میں کم ہوگئی، پھر شاہ عالم اور جہانگیر کے عہد میں تو تمام ہندوستان شاہانِ دہلی کے قبضہ میں آ گیا تھا۔

مولانا کا نسب اور ولادت

آپ کا اسم مبارک فقیہ علی مخدوم پُرد، والد ماجد کا نام احمد پرد ہے۔ آپ کی ولادت باسعادت ۷۷۶ھ میں اس ملک کوکن میں ہوئی۔ آپ کے والد ماجد مولانا احمد بھی ایک بڑے عالم وفاضل اور مشاہیر علماء کرام سے تھے۔ لفظ پرد آپ کے خاندان کا لقب ہے۔

مولانا علی کی ولادت کا زمانہ ہندوستان میں بڑے امن اور خیر و برکت کا زمانہ تھا۔ فیروز شاہ باربک کی سلطنت کے عروج کا زمانہ تھا۔ علماء وفضلاء ومشائخ کی قدردانی بے حد ہوتی تھی، اور سلطان محمد تغلق شاہ نے عرب، ترکی، شام، ایران، توران، اقطار الارض سے اہل کمال کو جمع کر لیا تھا۔

علم وفضل کے لحاظ سے یہ زمانہ ہندوستان کے لئے، خصوصاً مسلمانوں کے لئے بڑا ہی متبرک زمانہ تھا۔ بڑے بڑے محدث، مفسر، فقیہ اور علوم عقلیہ ونقلیہ کے ماہر جمع تھے، اور اولیائے کرام بھی وہ تھے، جن کے ذکر سے تاریخ مزین ہیں۔

تعلیم

اور پھر اس زمانہ میں مولانا علی مہائمی کی تحصیل علم اور کسب کمالات کے لئے بہت سے

رہا۔ اس کا بڑا کارنامہ وہ قوانین تھے جو اس نے اپنے وزراء کے مشورہ سے مقرر کئے تھے۔ احمد شاہ نے کچھ اوپر بتیس (۳۲) برس حکمرانی کر کے ۸۴۳ھ میں وفات پائی۔ (یاد ایام ص ۵۱)

آسان ذرائع موجود تھے۔ ادھر خود آپ کے والد صاحب کے علم کا دریا رواں تھا، اور زمانہ نے فکر معاش سے پوری پوری مہلت دے رکھی تھی۔ ابتدائے جوانی میں علوم وفنون مروجہ سے فارغ ہو جانا مولانا علی جیسے ہونہاروں کے نزدیک کیا بڑی بات تھی؟ جودتِ ذہن' جدتِ طبع تو خداداد تھی ہی' تھوڑی ہی مدت میں اپنے اقران سے بڑھ گئے' اور مسند افادہ پر بیٹھ کر تعلیم وتدریس میں شہرۂ آفاق ہو گئے' اور پھر فقہ اور تجرید کی طرف جو طبیعت مائل ہوئی تو ریاضات شاقہ ومجاہدات شدیدہ کے بعد بدر کامل بن گئے۔

مشہور ہے کہ ان ایام میں حضرت خضر علیہ السلام سے بھی آپ نے استفادہ کیا ہے۔ آپ بڑے باخدا اور ولیٔ کامل اور قطب زمانہ تھے، مزار مقدس فیوض وبرکات کا منبع ہے۔

آپ کا مسلک

مسلک مولانا کا شافعی تھا۔ اس مسلک میں آپ نے ایک رسالہ بہت عمدہ تحریر فرمایا ہے پھر تفسیر اور تصوف میں بہت کچھ عمدہ عمدہ کتابیں لکھیں' جو انہیں کی حیات میں مقبول ہو کر ہند کے چاروں طرف مشہور ہوئیں' اور علماء زمانہ نے بڑی قدردانی کے ساتھ ان کو دیکھا۔ آپ کو حضرت شیخ الشیوخ محی الدین ابن عربی قدس سرہ سے بڑی عقیدت تھی۔ توحید وجودی میں انہیں کے تابع تھے' اور اس لئے شیخ کی کتابوں کی شرحیں بھی لکھیں۔ آپ کی مجلس میں اسرار ومعارف سننے کے لئے علماء وقت کا ایک گروہ حاضر رہا کرتا تھا۔ اہل حاجات کے لئے آپ کا آشیانہ مرجع انام تھا۔

آپ کی جوانی

پھر آپ نے جوانی میں ہندوستان کو فتن کا میدان بھی دیکھا۔ ایک زمانہ یہ بھی دیکھا کہ مہائم پر شاہانِ بہمنیہ کا قبضہ ہو گیا تھا' اور ایک مدت تک انہیں کے حکام یہاں حکمرانی

کرتے دیکھے، پھر آپ نے یہ بھی دیکھا کہ گجرات میں احمد شاہ نے اپنے نام سے احمد آباد شہر آباد کیا' اور بڑے بڑے علماء ومشائخ کرام کو وہاں لاکر بسایا۔ یہ شہر احمد آباد ۸۱۵ھ میں بنایا گیا' اس وقت مولانا علی مہائمی کا سن شریف تقریباً چالیس برس کا تھا۔ احمد آباد میں آپ کے معاصرین میں سے بہت سے علماء واولیا کرام تھے، منجملہ ان کے مولانا جمال الدین عرف شیخ کھتو گجراتی قدس سرہ تھے۔ ؎ یہ حضرت بابا اسحٰق مغربی کے مرید اور دہلی

؎......شیخ احمد کھتو:......سلسلۂ مغربیہ کے نامور سرحلقہ شیخ احمد کھتو ہیں۔ آپ کا لقب شہاب الدین تھا' اور اہل گجرات آپ کو''گنج بخش'' کے لقب سے یاد کرتے تھے۔ بچپنے میں ایک بار زور کی آندھی آئی اور آپ کو اڑا لے گئی، حسن اتفاق سے شیخ احمد اسحاق مغربی کے ہاتھ آئے' وہ آپ کو کھٹو لے آئے' جو ناگور کے قریب ایک گاؤں تھا اور شیخ اسحاق کا زیادہ تر وہیں قیام رہتا تھا، انہوں نے دل کھول کر ان کی تربیت کی اور تعلیم بھی دی۔ مدتوں ان کے ساتھ رہے، ان کے انتقال کے بعد سفر حج سے مشرف ہوئے۔ سفر حج سے واپسی پر مظفر شاہ اول کے اصرار سے گجرات میں قیام فرمالیا۔ احمد شاہ اور ان کے بیٹے محمد شاہ کو ان سے حسن عقیدت تھی۔ احمد آباد کا سنگ بنیاد آپ ہی کے دست مبارک سے رکھوایا۔ پیر ومرید کا نام احمد تھا، اس لئے شہر کا نام بھی احمد آباد رکھا۔ جس وقت تیمور کا حملہ ہوا' آپ دہلی میں مقیم تھے۔ گجرات میں آپ کے کام کا اندازہ آپ کے ملفوظات ''تحفۃ المجالس'' سے ہوتا ہے۔ مؤرخین گجرات نے آپ کی بیسیوں کرامتیں بڑے آب وتاب سے نقل کیں ہیں' مگر افسوس یہ نہیں بتایا کہ آپ کا مبلغ علم کیا تھا؟ اور آپ سے اہل گجرات کو کس کس طرح فائدہ پہنچا۔ ایک مرتبہ سفر حج سے واپسی پر آپ سمرقند پہنچے' وہاں اصول فقہ کے ایک مسئلہ پر علماء گفتگو کر رہے تھے اور مسئلہ حل نہیں ہو رہا تھا، چنانچہ آپ کی طرف رجوع کیا' آپ نے اس مسئلہ پر ایسی تحقیقی تقریر فرمائی کہ غل مچ گیا، لوگ آپ کی طرف دوڑے' صدر مجلس میں جگہ دی۔ ۸۴۹ھ میں وفات پائی اور ''سرخیز'' میں مدفون ہوئے۔ قطب عالم علامہ سید برہان الدین کے علاوہ سید محمود ایرجی' اور شیخ صلاح الدین' سید عبد اللہ بن محمود بخاری' سید محمد بن عبد اللہ (رحمہم اللہ اجمعین) وغیرہ آپ ہی کے تربیت یافتہ تھے۔ (یاد ایام ص۹۳)

شیخ احمد کھتو رحمہ اللہ کے تفصیلی حالات کے لئے دیکھئے! ''مشائخ احمد آباد'' ص۱۲۰ تا ۱۴۲۔

کے رہنے والے ہیں۔احمد شاہ گجراتی اپنے شہر کی برکت ورونق کے لئے آپ کو لایا تھا کہ اپنی حیات میں مرجع عالم بنے۔ بڑے بڑے علماء اولیاء آپ کے حلقہ میں حاضر ہوتے تھے،ان کا مزار احمد آباد میں ہے۔

ازاں جملہ حضرت قطب عالم ابومحمد برہان الدین بن سید شاہ محمود بن سید جلال الدین مخدوم جہانیاں' یہ حضرت اپنے باپ کے مرید اور شیخ احمد کھتو کے بھی خلیفہ تھے۔ بڑے اولیاء کرام میں سے تھے۔ یہ بھی اس عہد میں احمد آباد کو رونق دے رہے تھے، ان کا انتقال حضرت مخدوم علی کے بعد ہوا ہے۔[۱]

اس کے سوا اور بھی کاملین موجود تھے۔ دکن میں سید محمد گیسودراز تھے' جن کا انتقال ۸۲۸ھ میں بمقام گلبرگہ ہوا' اسی طرح ہندوستان کے ہر قطع میں ایک نہ ایک باکمال تھا، آپ کے عہد میں دو بادشاہ ایک ہی نام کے نبرد آزمائیاں کرتے تھے۔ادھر احمد آباد میں احمد شاہ اور گلبرگہ میں احمد شاہ بہمنی۔ احمد شاہ گجراتی نے ایک بار حملہ کر کے ملک کوکن کو بہمنیوں سے چھین لیا' اور مہائم میں ایک شخص کو حاکم کیا جس کا نام قطب تھا۔

قطب کے مرجانے کے بعد احمد بہمنی کے عہد میں پھر اس ملک کی ہوس پختہ ہوئی، حسن عزت مخاطب بہ ملک التجار کو لشکر دیکر بھیجا، ملک التجار نے ملک گجراتیوں سے لے لیا، اس

[۱] ......سید برہان الدین بخاری: آپ بارہ سال کی عمر میں گجرات تشریف لائے۔ تکمیل علوم کے بعد شیخ احمد کھتو کے علاوہ سید حامد صاحب اور اپنے والد کے عم بزرگوار سید صدر الدین سے بھی خرقۂ خلافت حاصل کی۔ اس زمانہ میں جس قدر مشائخ چشتیہ و قادریہ و نقشبندیہ بقید حیات تھے' ہر ایک سے فائدہ اٹھایا۔ ان نعمتوں سے مالا مال ہونے کے بعد فیض رسانی کی طرف متوجہ ہوئے۔ شیخ محمد بخاری آپ کے خلف الرشید تھے، جن کے رشد و ہدایت کا سلسلہ مدت دراز تک قائم رہا۔ شاہان گجرات آپ کی خاک قدم کو کحل الجواہر سمجھتے تھے۔ ۸۵۷ھ میں وفات پائی۔

کے بعد احمد شاہ گجراتی کو غیرت شاہی نے ابھارا' اپنے بیٹے کو افتخار الملک کے ساتھ لشکر دے کر ادھر روانہ کیا' اور مخلص الملک کو توال بندر دیو کو لکھا کہ سب بندروں کے جہاز جمع کر کے ظفر خان کی مدد کے لئے بہت جلد پہنچے۔

وہ بندر دیپ (دیو) گھوکہ (کھمبات) کے جہاز جمع کر کے مہائم کی طرف چلا۔ جہازوں کی تعداد ستر کے قریب تھی، ظفر خان نے جہازی لشکر کو جداگانہ روانہ کیا' اور آپ لشکر کے خشکی راستہ چلا' اور تھانہ پر دکھنیوں کا تھانہ تھا' حملہ کر دیا، ادھر جہاز بھی آپہونچے چاروں طرف سے نرغہ کر کے حاکم تھانہ جو قلعہ میں پناہ گزیں تھا تنگ آکر وہ بھی خوب لڑا، جب تاب مقابلہ نہ رہی تو بھاگ گیا۔ ظفر خان کا کسی قدر لشکر یہاں مہائم کی طرف روانہ ہوا' وہاں ملک التجار نے جو دکھنیوں کی طرف سے حاکم تھا' درختوں کو کاٹ کر مہائم کا بندر خار بند بنا کر مستحکم کر رہا تھا' پھر جب گجراتی لشکر آ گیا تو خار بند سے نکل کر صف آرائی ہوئی اور خوب ہی مقابلہ ہوا' صبح سے شام تک خوب ہی کشت و خون رہا، آخر ملک التجار بھاگ کر کسی اور بندر میں پناہ گزیں ہوا۔

مگر دریائی لشکر اور بری عسکر نے ہر طرف سے محاصرہ کر لیا، ملک التجار نے اس حال سے احمد شاہ بہمنی کو مطلع کیا، اس نے فوراً دس ہزار سپاہ جرار اور ساٹھ ہاتھی اپنے بیٹے محمد خاں کو دے کر مدد کے لئے روانہ کیا' اور اپنے وزیر خواجہ جہاں کو ہمراہ کیا' جب یہ لشکر ملک کوکن میں آ گیا تو ملک التجار بھی ان سے جاملا، مہائم پر حملہ کرنے سے پہلے مناسب معلوم ہوا کہ اول تھانہ کو گجراتیوں سے واپس لینا چاہئے، پھر مہائم پر حملہ کرنا چاہئے، ادھر شاہزادہ ظفر خاں بھی ایک لشکر لے کر تھانہ کی مدد کو آیا صبح سے غروب تک دونوں لشکروں میں کشت و خون رہا' آخر کار دکھنیوں کو شکست ہوئی۔ ملک التجار جہانسی کی طرف اور شاہ زادہ ظفر خان

دولت آباد کی طرف بھاگ گئے۔اور ظفر خاں پھر مہائم میں سے اور جہازوں کے ذریعہ سے ملک التجار کے لوگوں کو جو کہ جہازوں میں سوار ہو کر خزائن لے جاتے تھے گرفتار کیا اور بہت کچھ مال واسباب نقد وجنس ہاتھ آیا۔

سب کو کشتیوں میں سوار کر کے اپنے باپ احمد شاہ گجراتی کے پاس روانہ کیا، اور تھانہ اور مہائم میں اپنی طرف سے عمال وحکام مقرر کئے۔ یہ واقعہ حضرت مخدوم صاحب کے سامنے گزرا' آپ کی وفات کے دوایک برس پہلے اس واقعہ کے بعد رائے مہائم کی لڑکی شہزادہ فتح خاں کے نکاح میں آئی۔

وفات

اس واقعہ کے بعد ۸۳۵ھ میں جمعرات کے دن عشاء کے وقت بتاریخ:۸ر جمادی الثانی حضرت مخدوم صاحب قدس سرہ کا انتقال ہوا۔ جمعہ کے دن صبح کو کچھ دن چڑھے اس گنج گراں مایہ کو تہ خاک مدفون کیا' ایسے باکمال کی وفات پر زمانہ مدتوں خونی آنسوؤں رویا ''انا للہ وانا الیہ راجعون''۔

بعض مؤرخوں نے مولانا علی کو ناؤخدا کا نواسہ لکھا ہے۔ ناؤخدا سے معلوم نہیں کون سا ناؤخدا مراد ہے؟ یہی ملک التجار یا اور کوئی جو اس سے پہلے ولایت کا حاکم تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ مولانا دنیا کے لحاظ سے بھی ایک بڑے آدمی اور رئیس خاندان سے تھے۔

تصانیف

حضرت مخدوم صاحب' نہ صرف درویش اور ولی باکمال تھے' بلکہ ایک بڑے عالم و فاضل' صاحب تصانیف بھی تھے۔ آپ کی تصانیف بہت ہیں۔

ازآں جملہ قرآن مجید کی تفسیر ہے، جس کو ''تفسیر رحمانی'' کہتے ہیں۔ اس کا اصل نام

''تبصیر الرحمن وتبسیر المنان '' ہے۔ یہ ایک عجیب تفسیر ہے، مختصر الفاظ میں ایک آیت کو دوسری آیت سے اس خوبی سے ربط دیتے ہیں اوراس کے ساتھ دقائق ومعارف صوفیہ بھی الفاظ قرآنیہ سے واضح کرتے جاتے ہیں، مگر ہرایک مقام میں توحید خداوندی کی جھلک پائی جاتی ہے' اور کہیں مطالب قرأت کی توضیح فرماتے ہیں۔ ہر چند علماء انام نے اس فن میں بہت سی تفاسیر لکھی ہیں، امام رازی بھی ربط آیات میں بہت کوشش کرتے ہیں، مگر جناب مخدوم صاحب ایک نئے لطف کے ساتھ مختصر الفاظ میں اس مطلب کوادا کرتے ہیں، یہ تفسیر مصر میں چھپ گئی ہے' اور بڑے بڑے علماء نے اس پر تقاریظ لکھی ہیں، اور بہت کچھ مدح کی ہے۔

ازآں جملہ'' استجلاء البصر فی الرد علی استقصاء النظر '' ہے۔ یہ کتاب بھی بے نظیر ہے۔ ابن مظہر علی شیعی نے '' استقصاء '' اپنے مذہب کی تائید میں لکھی تھی' اور مولانا علی کے عہد میں شاہان صفویہ کا نیر اقبال نصف النہار پر پہنچا ہوا تھا' شیعہ اس کتاب کو لا جواب کہتے ہیں، اور ناز کرتے ہیں کہ آج تک اس کا جواب کسی سے نہیں ہوا' اور نہ ہوگا، مگر مخدوم صاحب قدس سرہ نے ان کے اس دعوے کو بہت جلد باطل کر کے دکھا دیا۔

ازآں جملہ'' انعام الملک العلام باحکام حکم الاحکام '' یہ کتاب عجائب روزگار سے ہے۔ اس کتاب میں آپ نے احکام شرعی کی حکمتیں اوران کے اسرار بیان فرما کر ثابت کر دیا ہے کہ شرع محمدی علی صاحبہا الصلوۃ والسلام بھی آپ کا ایک معجزہ ہے، ہر بات اس کی حکمت اور مصلحت پر مبنی ہے، یعنی میزان عقل میں ہر بات کو تول کر دکھایا ہے کہ پوری ہے اور فطرت کے گز سے ناپ دیا ہے۔ اور علماء نے بھی اس فن میں کتابیں لکھی ہیں۔ متاخرین میں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی کتاب'' حجۃ اللہ البالغہ '' بھی عجیب و

غریب کتاب ہے۔

ازآں جملہ ''خصوص النعم شرح فصول الحکم'' ہے،اوردوسری شرح لکھی ہے، تیسری ناتمام رہ گئی ہے۔ ان شروح میں بتلادیا کہ شیخ ابن العربی پر جولوگوں کے اعتراضات ہیں، محض بے اصل ہیں۔شیخ کے کلام کوشرع محمدی کے مطابق کیا ہے، اوراسی طرح فصوص کی بھی شرح لکھی ہے۔فصوص شیخ صدرالدین قونوی کی تصنیف ہے۔

ازآں جملہ ''زوارف شرح عوارف المعارف'' تالیف شیخ شہاب الدین سہروردی اسی طرح اوربھی رسائل ہیں۔

ازآں جملہ ''النورالازھر فی کشف القضاء والقدر'' ہے،اوراس کی شرح ''الضوء الازھر'' آپ ہی نے لکھی ہے۔

اوررسالہ ''الوجود فی شرح اسماء المعبود'' بھی آپ ہی کارسالہ ہے،اوراس کی بھی شرح آپ ہی نے لکھی ہے، جس کانام ''اجلۃ التائید فی شرح رسالۃ التوحید'' ہے۔

اوردوسری ''شرح اراء ۃ الدقائق بشرح مرأۃ الحقائق'' ہے۔اس کے سوااورایک رسالہ ہے جس میں آیۃ ''الم'' سے ''متقین'' تک بکثرت وجوہ تراکیب نحویہ کے بیان فرمائے ہیں، جس سے مولانا کا تبحر معلوم ہوتا ہے۔

اورایک رسالہ فقہ امام شافعی میں مختصر جامع نہایت ہی عمدہ مسمی ''بہ فقہ مخدومی'' ہے۔[۱]

---

[۱]......مہائمی کی ایک کتاب فقہ میں ہے۔ بدرالدین عبداللہ قورئیس بمبئی نے اس کواردو میں ترجمہ کراکے چھپوادیا ہے، اوراس کے ساتھ ایک مختصر رسالہ ان کے حالات کابھی ملحق کردیا ہے، مگراس رسالہ سے مہائمی کے علمی مشاغل پرروشنی نہیں پڑتی۔ بمبئی میں مولوی یوسف کھٹکھٹے کے پاس مہائمی کی ایک تصنیف ہے، جس میں انہوں نے اپنے پیران طریقت کا سلسلہ بیان کیا ہے۔(یادایام ص۹۴)

یہ رسالہ بدرالدین قورریئس بمبئی کے حکم سے ترجمہ کر کے چھاپا گیا ہے۔ یہ رسالہ بھی فقہ شافعیہ میں بہت ہی مستند وصحیح ہے' اور یہ ابتدائی تالیف ہے زمانہ طالب علمی میں ہوئی ہوگی۔

آپ کا ذکر ''اخبارالاخیار'' میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے' اور ''سبحۃ المرجان'' میں جناب غلام علی آزاد بلگرامی نے' اور ''ابجدالعلوم'' میں نواب صدیق حسن خاں صاحب بھوپالی نے نیز دیگرا کابر نے کیا ہے۔[۱]

آپ کے شیوخ الطریقہ اور شیوخ فی العلم اور سلسلہ تلامذہ کا کوئی پتہ نہیں لگتا، نہ آپ کی آل میں کوئی شخص معلوم ہوتا ہے' نہ مہائم میں کوئی آثار مدرسہ کے پائے جاتے ہیں' اس لئے بعض نے لکھ دیا ہے کہ آپ کا طریقہ اویسیہ ہے۔

آپ کے مزار مقدس سے توحید وجودی کی خوشبو آتی ہے۔ آپ کی کرامات وخرق وعادات آپ کی حیات میں اور آپ کے بعد آپ کی قبر سے متعلق ہیں' اور بے شمار ہیں۔

آپ کی کرامات

منجملہ ان کے وہ تین کرامات ہیں' جو رسالہ ضمیر الانسان میں سید ابراہیم مدنی نے نقل کی ہے، سلسلہ روات مذکور نہیں مگر امکان ہے۔

ان میں ایک یہ ہے کہ لونڈی آپ کے کپڑے دھویا کرتی تھی' اور اعتقاد سے آپ کے کپڑوں کا دھوون پی لیتی تھی، حق سبحانہ تعالی نے اس کی برکت سے اس کو ولیہ بنا دیا۔

دوم یہ کہ ایک مسافر آپ کے یہاں آیا' وہی لونڈی کھانا لے کر گئی، مسافر دکھائی نہ دیا' مگر انکشاف ہوا تو وہ شخص خانہ کعبہ میں بیٹھا دکھائی دیا' اور آپ سے کھانا لے لیا' اور کہا کہ میں خضر ہوں' اور تجھ کو یہ مرتبہ مولانا علی مہائمی کے کپڑوں کے سبب حاصل ہوا۔

---

[۱]......اخبارالاخیار ص ۔سبحۃ المرجان ص ۔ابجدالعلوم ص ۲۱۹ ج ۳۔

سوم یہ کہ مہائم میں کوئی تاجر بت پرست تھا' کئی برس سے اس کا جہاز غائب تھا، نجومیوں' برہمنوں سے دریافت کرتا تھا، کوئی کچھ کوئی کچھ کہہ دیتا تھا، آخر وہ مولانا کی خدمت میں حاضر ہوکر دریافت کرنے لگا، حضرت نے فرمایا: وضو کرکے میرے قبہ میں بیٹھو' خدا نے اس پر کشف کر دیا' دیکھتا کیا ہے وہ جہاز مہائم کے قریب آرہا ہے، آنکھ کھول کر حیرت میں رہ گیا، شام کو وہ جہاز کنارے پر آلگا، پھر وہ ہندو مع زن وفرزند مسلمان ہوگیا ؎

مردان خدا خدا نباشند لیکن ز خدا جدا نباشند

ازآں جملہ یہ کہ جو فاسق فاجر اپنے معشوقوں کو لے کر بتقریب سیر وہاں رہتے ہیں، یا جو بدکار وہاں بدکاری کرتے ہیں برباد ہوجاتے ہیں۔ (فقط ماخوذ از ''تذکرہ مخدوم مہائمی'')

حضرت شیخ علی مہائمی

از: مولانا عبدالحئی صاحب، سابق ناظم ندوہ لکھنؤ

شیخ علاؤ الدین علی بن احمد المہائمی گجرات کے سرمایہ ناز ہیں' اور میرے نزدیک ہندوستان کے ہزار سالہ دور میں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے سوا حقائق نگاری میں ان کا کوئی نظیر نہیں، مگر ان کی نسبت یہ معلوم نہیں کہ وہ کس کے شاگرد تھے' کس کے مرید تھے' اور مراحل زندگی انہوں نے کیونکر طے کئے تھے۔ جو تصنیفات ان کی پیش نظر ہیں ان کو دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ ایسا شخص جس کو ابن عربی ثانی کہنا زیبا ہے' وہ کسمپرسی کی حالت میں ہے۔ کہیں اور ان کا وجود ہوا ہوتا تو ان کی سیرت پر کتنی کتابیں لکھی جاچکی ہوتیں' اور کس پُر فخر لہجہ میں مؤرخین ان کی داستانوں کو دہراتے۔

اب ان کے کارنامے سنئے! انہوں نے قرآن مجید کی ایک تفسیر لکھی ہے' جو دو ضخیم جلدوں میں چھپ چکی ہے، نام اس کا ''تبصیر الرحمن و تیسیر المنان'' ہے۔ تفسیریں تو

سینکڑوں لکھی جا چکیں ہیں مگر جس بات سے ان کی تفسیر کو امتیاز و خصوصیت حاصل ہے' وہ یہ ہے کہ اس میں التزام کے ساتھ تمام قرآن پاک کی آیات کریمہ کے باہم دگر مربوط ہونے کو ایسے دل نشین طریقہ سے بیان کیا ہے' جس کو پڑھ کر انسان وجد میں آ جاتا ہے اور بے ساختہ منھ سے داد نکلتی ہے۔

ان کی دوسری کتاب ''انعام الملک العلام '' اسرار شریعت کے علم میں ہے۔ اور گمان غالب ہے کہ اس فن میں سب سے پہلی تصنیف ہے۔ شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی نے اپنی اسی فن میں ''حجۃ اللہ البالغۃ'' نام سے ایک کتاب لکھی ہے، جس میں دعوی کیا ہے کہ اب تک اس فن میں کوئی مستقل کتاب نہیں لکھی گئی ، یہ میرے دعوی کی دلیل ہے کہ سب سے اول مہائمی نے اس فن میں کتاب لکھی ہے' جو شاہ ولی اللہ صاحب کی نظر سے نہیں گزری۔

علاوہ ان کتابوں کے مہائمی کی تصنیفات مندرجہ حسب ذیل ہیں:

'' استجلاء البصر فی الرد علی استقصاء النظر '' لابن مظھر علی، '' النور الاظھر فی کشف القضاء والقدر '' اور اس کی شرح '' الضوء الازھر فی شرح النور الاظھر '' '' مشرع الخصوص فی شرح الفصوص '' لابن عربی '' الزوارف فی شرح العوارف للسھروردی '' '' اجلة التائید فی شرح ادلة التوحید ''۔

ان کے سوا اور بھی تصنیفات ہیں۔

۸۳۵ھ میں وفات پائی۔ مہائم میں ان کی قبر زیارت گاہ خلائق ہے۔

(''یادِ ایام'' از: مولانا عبدالحیٔ صاحب، سابق ناظم ندوہ لکھنؤ)

﴿۲﴾

شیخ محمد بن طاہر پٹنی گجراتی

ولادت: ......۹۱۴ھ۔

وفات: ......۹۸۶ھ۔

ماہنامہ دارالعلوم دیوبند ذی الحجہ ۱۳۷۲ھ

....

علامہ مجد الدین محمد بن طاہر پٹنی ایسے بلند پایہ محدث تھے، جن کے فضل و کمال کی شہرت دنیا بھر میں ہے، اور ان کی تصنیفات سے علماء حجاز و یمن، اسی طرح سے فائدہ اٹھاتے ہیں، جیسے کہ ہندوستان کے علماء۔

(از: مولانا حکیم عبدالحئ حسنی، صاحب نزہۃ الخواطر)

شیخ محمد بن طاہر پٹنی گجراتی رحمہ اللہ

خاک ہندوستان سے جو نامور علماء دین پیدا ہوئے' ان میں شیخ محمد بن طاہر رحمہ اللہ بھی ہیں۔ شیخ ممدوح اس ملک کے ان معدودے چند علماء میں سے ہیں' جن کی قسمت میں فن حدیث [1] کی خدمت اور احیائے سنت کی سعادت لکھی تھی۔ مغلیہ سلطنت جہاں اور بہت سی برکتیں لائی تھیں' وہاں حدیث وسنت کا احیاء وترویج بھی تھی۔

اکبری وجہانگیری عہد میں شیخ محمد بن طاہر اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہما اللہ یہ رحمت کا چشمہ' اس کے سرچشمہ (ملک عرب) سے لائے' اور نبوی فیوض سے دلوں کو سیراب وشاداب فرمایا۔

مغلیہ سلطنت کا آفتاب لب بام آ پہنچا تھا کہ ایک اور آفتاب علم طلوع ہوا' یعنی حکیم الامت حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی حجاز تشریف لے گئے' اور چشمۂ رحمت کا صاف اور خالص آب حیات دل سے لگا کر لائے۔ شاہ صاحب کا فیض دریا بن کر ملک میں پھیلا' سرد دلوں کی خشک کشت زار سرسبز ہو کر لہلہانے لگی۔ کون ہے جو شاہ عبد العزیز صاحب کے نام نامی سے ناواقف ہے؟ حضرت مولانا اسماعیل شہید اور مولانا سید احمد صاحب شہید بریلوی کی سعی اور فیوض وبرکات آفتاب کی طرح روشن وظاہر ہیں۔ ''رحمة الله عليهم اجمعين'' حضرت شاہ صاحب کا یہ فیض انشاء اللہ دارالعلوم دیوبند

---

[1] ......فن حدیث میں شیخ کا مقام بہت ہی بلند تھا۔ علماء نے یہاں تک لکھ دیا کہ:

''حتى لم يُعْلَم اَنَّ احداً من علماء گجرات بلغ مبلغه فى فن الحديث ،كذا قاله بعض مشايخنا''۔

ہمارے بعض مشائخ نے فرمایا ہے کہ: یہ بھی معلوم نہیں کہ علماء گجرات میں سے فن حدیث کے اندر کوئی ان کے مرتبہ کو پہنچا ہو۔ (النور السافر، لشیخ عبدالقادر حضرمی)

کے ذریعہ تا قیامت جاری رہے گا۔

عہد اکبری الحاد و دہریت کے لئے بدنام ہے، لیکن نگاہوں سے احیائے سنت کی وہ برکتیں نہاں ہیں، جو شیخ محمد بن طاہر کی کوششوں سے ظہور میں آئیں "ان الحسنات یذھبن السیاٰت" (نیکیاں برائیوں کو مٹا دیتی ہیں) کچھ بعید نہیں کہ اس عہد کی آزادیوں کی تلافی اس سعادت سے ہوگئی ہو، اس مضمون میں آگے چل کر ناظرین کو معلوم ہوگا کہ احیائے سنت و قمع بدعت میں شیخ کا ہاتھ بادشاہ نے بھی بٹایا تھا۔

ولادت

شیخ محمد طاہر ۹۱۴ھ [۱] میں نہروالا، یعنی پٹن گجرات میں پیدا ہوئے۔

تعلیم واساتذہ

پہلے اپنے ملک کے علماء وفضلاء مولانا شیخ ناگوری، شیخ برہان الدین سمہودی، مولانا ید اللہ (سوہی)، ملامہتہ (رحمۃ اللہ علیھم اجمعین) وغیرہ سے علوم وفنون کی تحصیل وتکمیل کی۔

اس کے بعد داعیۂ حج پیدا ہوا، حجاز تشریف لے گئے [۲] اور وہاں کے علماء ومشائخ مثل شیخ ابو عبداللہ زبیدی، سید عبداللہ عدنی، شیخ مجید اللہ حضرمی، شیخ جار اللہ مکی اور شیخ ابن حجر مکی صاحب صواعق محرقہ، شیخ علی مدنی، شیخ برخوردار سندھی اور شیخ ابوالحسن بکری مکی، شیخ عبد اللہ سرہندی (رحمۃ اللہ علیھم اجمعین) سے علوم وفنون حاصل کئے۔

اس کے بعد خوبیٔ قسمت نے شیخ محمد طاہر کو ایک ایسے آستانے پر پہنچایا، جو علوم

---

[۱]......بعض حضرات نے سن ولادت ۹۱۳ھ لکھا ہے۔

[۲]......۹۴۴ھ میں حجاز تشریف لے گئے۔

ظاہر و باطن کا مرجع تھا، یعنی حضرت علی متقی رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوکر تلمذ و شرف بیعت سے مشرف ہوئے۔ شیخ ممدوح اولیاء کاملین میں سے ہیں۔ کمالات باطنی کے ساتھ علوم ظاہر کے بھی جامع تھے" کنز العمال" انہی کی تصنیف ہے۔ مصنف کنز العمال نے اگرچہ عمر عرب میں بسر کی، لیکن تھے اسی ملک گجرات کے نامور فرزند اور یہیں کے دامن فیض کے تربیت یافتہ، یعنی برہان پور گجرات کے باشندہ تھے۔ ۱؎ کنز العمال کے علاوہ شیخ کی بہت سی تصانیف تصوف میں ہیں۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ ان کی تصانیف کی نسبت فرماتے ہیں کہ:

"ایسی تصانیف اس کامل کے قلم سے نکلی ہیں جس کو درجۂ استقامت اور مرتبۂ ولایت دونوں کا کمال حاصل ہے"۔

شیخ محمد طاہر نے شیخ علی متقی سے علم حدیث کی تحصیل کی اور بیعت ہوکر فیض باطنی حاصل کیا۔ شیخ محمد طاہر جب عرب سے خزانہ علم سے مالا مال ہوکر وطن میں آئے تو شیخ نے ان بدعتوں کی بیخ کنی پر کمر ہمت باندھی، جو ان کی قوم میں پھیلی ہوئی تھیں۔ فرقہ مہدویہ کے استیصال میں بھی سخت کوشش کی۔ ۲؎

احیائے سنت کے لئے جدوجہد

احیائے سنت و اماتت بدعت کا جو جوش شیخ کے دل میں موجزن تھا، اس کا اندازہ اس

۱؎...... شیخ علی متقی کے حالات کے لئے دیکھئے! "ذکر صالحین" ص ۳۴ ج ۱۔

۲؎...... علامہ طاہر پٹنی کے استاذ، شیخ علی متقی فرقۂ مہدویہ کی تردید میں اولیت کا درجہ رکھتے تھے، اس سلسلہ میں ان کا ایک مستقل رسالہ بھی ہے۔ گجرات میں اس فرقہ کے غلط اثرات کی بیخ کنی میں علامہ محمد طاہر پٹنی کی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔ "تکملہ مجمع بحار الانوار" میں بارہ صدی کے تحت شیخ نے اس فرقہ کے خرافات پر جامع لفظوں میں روشنی ڈالی ہے۔ (تکملہ مجمع بحار الانوار ص ۲۶۸/۲۶۹ ج ۵)

واقعہ سے ہو سکے گا کہ انہوں نے عمامہ سر سے اتار کر رکھ دیا تھا اور یہ عہد کر لیا تھا کہ جب تک تشیع اور دوسری بدعتوں کو جڑ سے اکھیڑ کر نہ پھینک دوں گا عمامہ نہیں باندھوں گا، چنانچہ کچھ مدت تک بغیر عمامہ و دستار باندھے ان کے استیصال میں مشغول رہے۔

شیخ اپنی کوششوں میں سرگرم تھے کہ ۹۸۰ھ میں اکبر بادشاہ نے گجرات فتح کیا اور خیمہ شاہی گجرات میں پہنچا۔ بادشاہ نے شیخ سے پٹن میں ملاقات کی' اور کہا کہ آپ کی نذر (منت) کا پورا کرنا میرے ذمہ ہے' آپ عمامہ باندھیں' یہ کہہ کر اپنے ہاتھ سے عمامہ شیخ کے سر پر باندھا اور کہا کہ آپ کے ترک دستار کا سبب میں نے سن لیا ہے' اب آپ کے عزم وارادہ کے موافق نصرت دین متین ما بدولت کے ذمہ لازم ہوئی۔ وعدہ شاہی اس طرح پورا ہوا کہ خان اعظم مرزا عزیز (جو راسخ عقیدہ حنفی تھے) صوبہ دار گجرات مقرر کئے گئے۔ خان اعظم نے شیخ اجل کو پوری مدد دی' اور دونوں کی کوششوں نے مل کر بہت سی بدعتوں کا خاطر خواہ قلع قمع کر دیا۔ خان اعظم تقریباً چار سال صوبہ دار گجرات رہے، اس کے بعد ان کا تبادلہ ہو گیا اور بجائے ان کے ایک ایرانی شیعہ امیر خانخاناں عبدالرحیم صوبہ دار گجرات ہوا، اس تبدیلی سے بوہروں میں از سر نو شورش پیدا ہوئی، اور شیخ کے کام میں رکاوٹ پیدا ہو گئی، شیخ نے عمامہ سر سے اتار کر پھر رکھ دیا اور فریادی بن کر دربار آگرہ کو جانے کا قصد کیا کہ اکبر شاہ کے پاس جا کر عرض حال کریں اور اس بدعت کے دور کرانے کا قرار واقعی تدارک کرائیں ہر چند کہ علامہ شیخ وجیہ الدین علوی گجراتی [1] نے اشارۃً و کنایۃً منع کیا اور فرمایا

[1]......علامہ وجیہ الدین علوی: علامہ وجیہ الدین بن نصر اللہ علوی گجرات کے ان برگزیدہ علماء میں ہیں' جن کے احسان سے اہل ہند کبھی سبکدوش نہیں ہو سکتے۔ یہ علامہ عماد الدین محمد طارمی کے شاگرد تھے۔ تقریباً بیس (۲۰) برس کے سن سے انہوں نے تدریس شروع کی اور سرسٹھ (۶۷) سال تک احمد آباد میں معقول و منقول پڑھانے میں اپنی اوقات بسر کی اور ''شرح جامی'' سے لے کر ''تفسیر بیضاوی'' تک

کہ:

''یہ عالم مظہر ہے اسماء جلالی و جمالی کا حفظ آثار و احکام ہر اسم صراط مستقیم ہے''۔

وفات

مگر کچھ سودمند نہ ہوا، اور شیخ نے ۹۸۶ھ میں کوچ کر ہی دیا، مخالفین بھی تاک میں لگے تھے، ہنوز آگرہ نہ پہنچے تھے کہ اوجین وسارنگپور، مالوہ کے درمیان راستہ میں ۶ رشوال ۹۸۶ھ کو بعض سیاہ باطنوں نے حملہ کر کے شہید کر دیا، لاش پٹن لا کر آپ کے اسلاف کے مقابر میں دفن کی گئی، رحمة الله تعالى عليه ''خلیفہ دوراں'' تاریخ وفات ہے۔

آپ کی بزرگی کا عجیب واقعہ

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے ''اخبار الاخیار'' میں ۲۷۹ میاں غیاث ساکن بھروچ وصوبہ گجرات کے حالات میں، جو اپنے وقت کے خواص عباد اللہ اور مصداق: ''خیـر

تئیس (۲۳) کتابوں کے حواشی وشروح لکھے۔ انہیں کی زندگی میں احمد آباد سے لاہور تک ان کے شاگرد پھیل کر علمی خدمتوں میں مصروف ہو گئے تھے اور استاذ الاساتذہ کا منصب جلیل اپنی زندگی میں ان کو حاصل ہو گیا تھا۔ ان کی مشہور و معروف تصنیفات حسب ذیل ہیں:

(۱): حاشیہ تفسیر بیضاوی، (۲): حاشیہ کشف الاصول بزدوی، (۳): حاشیہ تلویح، (۴): حاشیہ ہدایہ (۵): حاشیہ شرح تجرید، (۶): حاشیہ بر حاشیۂ قدیمہ، (۷): حاشیہ شرح مقاصد، (۸): حاشیہ شرح مواقف، (۹): حاشیہ شرح عقائد، (۱۰): حاشیہ عضدیہ، (۱۱): حاشیہ شرح کلمۃ العین، (۱۲): حاشیہ مطول (۱۳): حاشیہ مختصر، (۱۴): حاشیہ شرح چغمینی، (۱۵): حاشیہ شرح وقایہ، (۱۶): حاشیہ قطبی، (۱۷): حاشیہ شرح ملا، (۱۸): حاشیہ شرح ارشاد، (۱۹): شرح نخبۃ الفکر، (۲۰): شرح رسالہ قوشجیہ، (۲۱): شرح ابیات تسہیل، (۲۲): شرح لوائح، (۲۳): شرح جام جہاں نما۔

۹۹۸ھ میں انہوں نے رحلت فرمائی اور احمد آباد میں مدفون ہوئے۔ ''لهم جنت الفردوس'' تاریخ وفات ہے۔ (علماء ہند کا شاندار ماضی ص ۳۴۵ ج ۱)۔ قبر زیارت گاہ خلائق ہے۔ (یاد ایام ص ۱۰۰)

الناس ماینفع الناس ''بزرگوں میں تھے' ۱؎ لکھتے ہیں کہ:

''حضرت سیدی الشیخ عبدالوہاب متقی فرماتے تھے کہ: میں نے حضور ﷺ کو خواب میں دیکھا اور استفسار کیا کہ: یا رسول اللہ ! من افضل الناس فی ھذا الزمان؟۔

ارشاد فرمایا کہ: افضل الناس میاں غیاث ' ثم شیخک ' ثم محمد طاھر۔

علاوہ استیصال بدعت کے شیخ نے ترویج حدیث میں بھی بہت کوشش کی۔ طالبان علوم دین کو برابر علم پڑھاتے رہے اور باپ کا متروکہ سب طلبہ کے وظائف میں صرف کر دیا۔ اپنے شیخ کی ہدایت کے بموجب طالب علموں کے واسطے سیاہی اپنے ہاتھ سے تیار کرتے تھے، پڑھاتے وقت بھی سیاہی گھسنے کا سلسلہ جاری رہتا تھا۔ فرماتے تھے کہ ایک حصہ دوسرے کام سے کیوں مانع ہو' دل بیار دست بکار''۔

تصانیف

درس و تدریس کے ساتھ تصانیف مفیدہ میں مشغول رہے' جن میں:'' مجمع البحار فی غریب الحدیث '' '' المغنی فی ضبط اسماء الرجال '' '' تذکرۃ الموضاعات فی الاحادیث الموضوعۃ '' '' قانون الموضوعات فی ذکر الضعفا والوضاعین '' وغیرہ ہیں۔ ۲؎

۱؎.....میاں غیاث الدین: آپ کی ولادت ۸۹۵ھ میں ہوئی۔ علاقہ گجرات کے مشہور شہر بھروچ میں قیام پذیر تھے۔''خیر الناس من ینفع الناس ''(بہترین انسان وہ ہے جو دوسروں کو نفع پہنچائے) کا عملی نمونہ تھے۔ ضرورت زندگی کی اکثر چیزیں مثلا: روپیہ' پیسہ' کپڑے' غذائیں' دوائیں' اسباب وسامان اور آلات وغیرہ مکان میں رکھتے تھے، جب کسی کو ضرورت ہوتی عنایت فرماتے۔ آپ زبردست عالم' متقی' پابند شرع تھے۔ ۹۹۸ھ میں وفات پائی۔ (اخبار الاخیار ص ۵۵۹)

۲؎.....دوسری تصنیفات ہیں: ذیل وتکملہ' لطائف الاخبار' کتاب فی حل غرائب مشکاۃ المصابیح''۔

مجمع بحار الانوار

اس میں سب سے مشہور تصنیف ''مجمع بحار الانوار'' ہے۔اس میں کلام مجید اور حدیث کے مشکل لغات کا حل اس انداز سے کیا ہے کہ صحاح ستہ کی شرح بھی ضمناً ہوگئی ہے۔شیخ نے دیباچہ میں لکھا ہے کہ: ؂۱

''میں نے اس کتاب کی بنیاد''نہایہ''''ابن کثیر''اور''ناظرعین الغریبین''پر رکھی ہے''۔

یہ نفیس کتاب جو علماء کے ہاتھوں میں متداول ہے اور عرب وعجم کے علماء اس سے مستفیض ہورہے ہیں' ۹۷۸ھ میں ختم ہوئی۔برخلاف متاخرین' شیخ'' ماقل ودل ''(سب سے اچھا وہ کلام ہے جومختصر ومدلل ہو) کے اصول پر کاربند ہیں،اسی سے ان کی تحریر میں زائد وفضول الفاظ کم ملیں گے۔

''مجمع بحار الانوار'' کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک کتاب سیر میں بھی لکھی ہے، اس کے حوالہ سے اکثر فوائد خاتمہ کتاب مذکور میں نقل کئے ہیں۔

''مجمع بحار الانوار'' کے خاتمہ میں ایک عالم شوق میں فرماتے ہیں کہ:

''غرض اس تصنیف سے یہ ہے کہ عمر ذکر پاک میں صرف ہو'' ؂۲

دیکھو پاک روحیں تھیں' پاکیزہ باتوں سے تسلی پاتی تھیں اور سرور حاصل کرتی تھیں، یہی پاک نیت تھی جس سے مقبولیت ہوتی تھی''مجمع بحار الانوار'' کا چشمۂ فیض آج تک جاری

؂۱......شیخ کے الفاظ یہ ہے:''فجعلت کتاب النهاية لابن الاثير اصلا له''۔

آگے تحریر فرماتے ہیں:''واضم الی ذلک ما فی ناظرین عین الغریبین من الفوائد''۔

(مجمع بحار الانوار ص۲ ج۱)

؂۲......استأنفت العزم لتذييه الكتاب بما غبر مما اطلعت عليه من اللطائف والغرائب فی ثانی الحال ايفاء للموعود وادامة لخدمة السيد المورود صلى الله عليه وسلم۔(مجمع بحار الانوار ص۲۸۸ ج۵)

ہے، پانی کی جگہ انوار موجیں مار رہے ہیں۔ [1]

شیخ عبدالقادر

شیخ کے احفاد میں ایک فاضل شیخ عبدالقادر بن شیخ ابوبکر مکہ معظّمہ کے مفتی تھے۔ علم و فضل فصاحت و بلاغت میں اپنے معاصرین میں ممتاز تھے۔ برسوں مسند افتائے حرم محترم پر فائز رہے۔ ان کے فتاوے چار جلدوں میں معروف ہیں۔ ان کی وفات مکہ معظّمہ ۱۱۳۸ھ میں ہوئی۔

مفتی شیخ عبدالقادر کے استاذ شیخ عبداللہ طرفہ انصاری مکی شافعی نے اپنے تلمیذ رشید کی

---

[1]......علامہ سید عبدالحکیم حسنی ''مجمع بحارالانوار'' کے متعلق تحریر فرماتے ہیں:

''ان کی سب سے مشہور تصنیف لغت حدیث میں ''مجمع بحارالانوار'' ہے، جس کو یہ کہنا چاہئے کہ وہ صحاح ستہ کی شرح ہے۔ نواب سید صدیق حسن خان مرحوم ''اتحاف النبلاء'' میں اس کی نسبت لکھتے ہیں:

''کتاب متفق علی قبوله بین اهل العلم منذ ظهر فی الوجود' وله منة عظیمة بذالک العمل علی اهل العلم''۔

جب سے یہ کتاب تصنیف ہوئی ہے اسی وقت سے اہل علم میں یہ مقبول ہے اور سب کو اس پر اتفاق ہے۔ شیخ محمد طاہر نے اس کو تصنیف کر کے علماء پر بڑا احسان کیا ہے۔ (یاد ایام ص ۹۸)

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ فرماتے ہیں:

''آخری دور میں علامہ طاہر پٹنی نے ''مجمع بحار الانوار فی غرائب التنزیل ولطائف الاخبار'' تالیف فرمائی' جو اس نوع (غریب الحدیث) کی مقبول' مستند اور متداول کتاب ہے۔ علامہ انور شاہ صاحب کشمیری اس کتاب کو غریب الحدیث کی تمام کتابوں پر فوقیت دیا کرتے تھے، جس کی وجہ یہ تھی کہ اس کتاب میں صرف الفاظ ہی کی تشریح نہیں کی گئی، بلکہ ہر لفظ جن احادیث میں آیا ہے' ان احادیث کی بھی مختصر اور ملخص تشریح اس میں موجود ہے اور حضرت شاہ صاحب فرمایا کرتے تھے کہ: ''اس کے مؤلف نے الفاظ کی تشریح کرتے ہوئے کتب لغت کے علاوہ شروح حدیث کو بھی سامنے رکھا ہے''۔

(درس ترمذی ص ۶۰ ج ۱)

مدح میں ایک قصیدہ لکھا ہے جس میں شیخ محمد طاہر اوران کے جدامجد کا نسب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملایا ہے قصیدے کے دوشعر درج ذیل ہیں:

قد کان جد ابیک بُدّ ضریجه　　　من اوحد العلماء والفضلاء

اعنی محمد طاهر من مسنجر　　　الصدیق حققه بغیر مراء

لیکن شیخ محمد طاہر بہ اتفاق جمہور سنی بوہرہ تھے۔ [۱] بعضوں کا قول ہے کہ یہ باعتبار والدہ کے ہے کہ والدہ حضرت صدیق اکبر کی اولاد سے تھیں۔ اور بعضوں کا یہ قول ہے کہ شیعہ اپنے کو حیدری کہتے ہیں، اس لئے اعتقاداً شیخ محمد طاہر صدیقی کہے جاتے تھے، واللہ اعلم

بوہرہ قوم تمام تجارت پیشہ اور اہل حرفہ ہیں، غالباً ان کے اس لقب سے مشہور ہونے کی وجہ یہی شغل تجارت ہو جس کو ہندی میں بیوپار اور بیوہار کہتے ہیں۔

کسی کتاب میں راقم الحروف کی نظر سے یہ مضمون گزرا ہے کہ قدیم سے شیعہ وسنی بوہرے ایک ساتھ ملے جلے رہتے تھے، آپس میں شادی بیاہ کا سلسلہ بھی چلا آتا تھا، حضور اکرم ﷺ کے خواب میں ایما وارشاد سے کہ ان دونوں جماعتوں میں تفریق ضروری ہے، تاکہ امتیاز رہے۔ شیخ محمد طاہر نے ہر دو جماعت کو علیحدہ علیحدہ ممتاز کرنے کا کام حضور ﷺ کے فرمانے سے کیا ہے۔

اولاد وامجاد

مولانا شیخ محمد طاہر کی اولاد میں فضل وکمال کے اعتبار سے بعض بہت ہی نامور ہستیاں ایسی پیدا ہوئیں ہیں، جن کو شاہان دہلی وگجرات کے دربار میں بے انتہا رسوخ و

---

[۱]......خود شیخ نے اپنی بوہرہ اصلیت کو ان الفاظ میں واضح فرمایا ہے:

''الهندی الفتنی طرفا ونسبا ' والبهرة ای التاجر شعبا' والحنفی مذهبا''۔

(تذکرۃ الموضوعات ص۲۲۰)

عزت وجاہ مرتبہ حاصل تھا، جن کی عزت واحترام میں شاہان وقت نے اپنی طرف سے کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا۔ شیخ کے حالات میں بطور تکملہ ان کی نامور ومشہور اولاد وامجاد کا ذکر خیر تلخیص کے ساتھ (کتاب ''یاد ایام'') سے ناظرین کی معلومات میں اضافہ کا موجب ہوگا۔

(۱)......قاضی عبدالوہاب رحمہ اللہ

قاضی عبدالوہاب: شیخ محمد طاہر کی اولاد میں تھے، شاہ جہاں کے زمانہ میں مونگی پٹن کے قاضی مقرر ہوئے، جب عالمگیر ایام شہزادگی میں دکن کی مہم پر بھیجے گئے تو اپنے فضل وکمال کی وجہ سے ان کی خدمت میں باریاب ہوکر مفتی عسکری کی خدمت پر سرفراز ہوئے' ۱۰۷۹ھ میں جب اورنگ جہاں بانی کو اورنگزیب کے قدم سے برکت حاصل ہوئی تو قاضی عبد الوہاب کو ''اقضی القضاۃ'' کی خدمت جلیلہ تفویض ہوئی۔ خانی خان نے ''منتخب اللباب'' میں لکھا ہے کہ:

ان کا رسوخ واقتدار اس درجہ پر تھا کہ اس وقت تک کسی قاضی کو حاصل نہیں ہوا، امراء کبار ان سے خوف کھاتے تھے۔

شاہ نواز خان نے ''مآثر الامراء'' میں لکھا ہے کہ:

ان کا حکم بے روک وٹوک کے نافذ تھا، اور ان کا سا اقتدار کسی قاضی کو نصیب نہیں ہوا۔

۱۰۸۶ھ میں انہوں نے وفات پائی۔ [1]

(۲)......قاضی شیخ الاسلام رحمہ اللہ

قاضی القضاۃ عبدالوہاب گجراتی کے بیٹے اور فضل وکمال' زہد واتقاء میں یگانۂ روزگار

[1]......یاد ایام ص ۱۱۳۔

تھے، جب باپ کا انتقال ہوا' تو ایک لاکھ اشرفیاں اور پانچ لاکھ روپیہ نقد علاوہ' جواہرات واثاث البیت انہوں نے چھوڑا، اس میں سے اس زاہد یگانہ روزگار نے کچھ نہیں لیا اور تمام متروکہ دوسرے وارثوں پر تقسیم کر دیا۔

باپ کی زندگی میں دارالملک دہلی کے قاضی تھے۔ان کے انتقال کے بعد ۱۰۸۶ھ میں عالمگیر نے ان کو مجبور کر کے قاضی القضاۃ کا بلند منصب وعہدہ عنایت کیا، اس عہدۂ جلیلہ کے فرائض ممدوح نے نہایت آزادی وراست بازی کے ساتھ انجام دیئے' اور حق بات ظاہر کرنے میں کبھی بادشاہ وقت کے سامنے بھی نہیں چوکے۔۱۰۹۴ھ میں اس خدمت سے استعفاء دیا' اور بدشواری سفر حج کی اجازت پائی۔ حج سے واپس آنے کے بعد پھر عالمگیر نے ہزار طرح سے سمجھا کر یہ سعی کی کہ یہ اقصی القضاۃ یا صدارت عظمٰی کے عہدوں میں سے کسی ایک کو قبول کریں، لیکن شیخ الاسلام نے منظور نہیں کیا۔

شاہنواز خان نے ''مآثر الامراء'' میں لکھا ہے:

''پس از معاودت بہ بندرسورت خلد مکان باعزاز طلب داشتہ عنایت زیاد بحال اومبذول نمود، چنانچہ مکرر عطر بدست مبارک بر جامہ اش مالید وتکلیف قضاوصدارت بمیاں آمد، بانمودہ التماس کرد کہ چندے رخصت وطن شود کہ زیارت مقابر بزرگاں و ملاقات عیال واطفال دریافتہ خود را برکاب رساند۔

''شاہنواز خان نے ''مآثر الامراء'' میں دوسری جگہ لکھا ہے:

''دریں سلطنت دوصد سالہ تیموریہ درد یانت وخدا پرستی مثل اوقاضیئ نگزشتہ پیوستہ درحالت قضا ہم مستعفی بوذ بادشاہ نمی گذاشت تا بہ تقریب مہم بیجاپور خود را کشید''۔ [۱]

[۱]......مہم بیجاپور کا واقعہ خافی خاں نے ''منتخب اللباب'' میں یہ بیان کیا ہے کہ: حضرت عالمگیر انار اللہ برہانہ نے بیجاپور کا قصد کرنے سے پہلے قاضی شیخ الاسلام سے فتوی طلب کیا تو انہوں نے اس کا جواب

قاضی شیخ الاسلام کی حق گوئی راست بازی اور خدا پرستی پر تمام مؤرخین کو اتفاق ہے۔ ۱۱۰۹ھ میں وفات پائی، اور اپنے اسلاف کرام کے مقبرہ میں مدفون ہوئے۔ نوّر الله قبره ۔

(۳)......قاضی ابو سعید رحمہ اللہ

یہ قاضی القضاۃ عبدالوہاب گجراتی کے داماد تھے۔ ۱۰۸۶ھ میں قاضی شیخ الاسلام کی جگہ دارالملک دہلی کے قاضی مقرر ہوئے۔ ۱۰۹۴ھ میں انہیں کی جگہ قاضی القضاۃ کے عہدۂ جلیلہ پر فائز ہوئے۔ عالمگیر جیسے فاضل و متقی بادشاہ کا شیخ الاسلام جیسے خدا پرست کی جگہ ان کا انتخاب کرنا اس بات کی شہادت ہے کہ یہ کیسے جلیل القدر بزرگ تھے۔ ۱۰۹۵ھ میں اس خدمت سے سبکدوش ہوئے۔ اور ۱۰۹۹ھ میں وفات پائی۔

(۴)......نور الحق رحمہ اللہ

قاضی عبدالوہاب گجراتی کے بیٹے، اور باہمہ فضل وکمال حج وزیارت سے بھی شرف اندوز ہوچکے تھے۔ عالمگیر کے زمانہ میں محتسب عسکر کی خدمت جلیلہ ان کے متعلق تھی۔ معلوم نہیں کہ اس خدمت پر کب تک رہے، اور کہاں تک ترقی کی؟ [۱]

نفی میں دیا، کہا کہ ایک مسلمان کو دوسرے مسلمان سے جنگ کرنا جائز نہیں۔

ممکن ہے کہ قاضی شیخ الاسلام کی اس مسئلہ میں یہی رائے ہو، مگر میری رائے ناقص میں خانی خاں کی یہ روایت از روئے درایت صحیح نہیں۔ عالمگیر مرحوم فقہ اور اصول فقہ کے خود ماہر تھے، اور ان وجوہ کو بھی خوب سمجھتے تھے، جن کے سبب سے یہ جنگ ناگزیر ہوگئی تھی۔ اگر ان کو اتمام حجت ہی کرنا تھا تو مفتی عسکر سے فتوی لینا چاہئے تھا، جن کا کام اور صرف یہی ایک کام تھا کہ وہ فتوی دیں۔ قاضی خود اس بات پر مجبور تھا کہ وہ مفتی سے فتوی لے کر مہمات قضا کو انجام دے، بہرحال یہ واقعہ صحیح ہو یا نہ ہو قاضی شیخ الاسلام کی راست بازی اور خدا پرستی پر تمام مؤرخین کو اتفاق ہے۔ (یاد ایام ص ۱۱۳)

[۱]...... یاد ایام ص ۱۱۶۔

(۵)......عبدالحق رحمہ اللہ

یہ بھی قاضی عبدالوہاب کے بیٹے تھے۔عہدۂ عالم گیری میں باریاب حضور تھے۔وقتاً فوقتاً مختلف عہدوں پر فائز ہوتے رہے۔زیادہ تر شاہی کارخانوں کی داروغگی ان کو حاصل ہوتی رہی، جو بجز ان امراء کے جن پر بادشاہ کو ذاتی اعتماد ہو کسی کو نہیں ملتی تھی۔ ۱

(۶)......محی الدین رحمہ اللہ

یہ بھی قاضی عبدالوہاب کے بیٹے تھے۔عہدۂ عالمگیری میں صوبہ گجرات کی صدارت وامینی کی خدمت ان کے متعلق تھی۔۱۱۰۰ھ میں وفات تک اسی عہدہ پر رہے۔ ۲

(۷)......اکرام الدین رحمہ اللہ

شیخ محی الدین کے بیٹے تھے۔باپ کے انتقال پر عالمگیر نے صدارت گجرات کا عہدہ ان کو دیا،اور شاہ عالم نے شیخ الاسلام خان کے خطاب سے ان کو سر بلند کیا۔

موصوف نے ایک لاکھ چوبیس ہزار روپئے کی لاگت سے احمد آباد میں ایک عالی شان مدرسہ تعمیر کیا تھا،اور اپنے نامور استاذ حضرت مولانا نورالدین گجراتی ۳ کو اس کی تولیت

۱......یادایام ص ۱۱۶۔

۲......یادایام ص ۱۱۶۔

۳......مولانا نورالدین: مولانا نورالدین بن محمد صالح احمد آبادی کا شمار ان علماء میں ہے جنہوں نے اپنی زندگی علم کی خدمت میں فنا کردی اور دنیا کے عیش وآرام سے کوئی تمتع حاصل نہیں کیا۔علامہ وجیہ الدین کے بعد گجرات میں باعتبار درس وتدریس وکثرت تصنیفات کے ان سے بڑھ کر کوئی نہیں ہوا۔انہوں نے بھی علامہ ممدوح کی طرح تمام کتب درسیہ کی شروح وحواشی لکھے ہیں۔ان کے لئے اکرام الدین صدر گجرات نے ایک لاکھ چوبیس ہزار کی لاگت سے ایک عالی شان مدرسہ تیار کیا تھا اور مصارف مدرسہ کے لئے دیہات وقف کئے تھے۔ان کی تصنیفات کی تعداد ڈیڑھ سو بیان کیا جاتی ہے۔ بڑی بڑی

سپرد کی تھی۔

کتابیں ان کی مندرجۂ حسب ذیل ہیں:

(۱) تفسیر القرآن، پورے قرآن مجید کی تفسیر۔

(۲)......التفسیر النورانی للسبع المثانی۔

(۳)......سورۂ فاتحہ کی تفسیر۔

(۴)......سورۂ بقر کی تفسیر۔

(۵)......حاشیہ تفسیر بیضاوی۔

(۶)......نور القاری شرح صحیح البخاری۔

(۷)......الحاشیة القویمة علی الحاشیة القدیمة۔

(۸)......حاشیہ شرح مواقف۔

(۹)......حل المعاقد۔

(۱۰)......حاشیہ شرح مقاصد۔

(۱۱)......حاشیہ شرح مطالع۔

(۱۲)......حاشیہ تلویح۔

(۱۳)......حاشیہ عضدیہ۔

(۱۴)......المعول۔

(۱۵)......حاشیہ مطول۔

(۱۶)......حاشیہ شرح وقایہ۔

(۱۷)......شرح مال۔

(۱۸)......حاشیہ قطبی۔

(۱۹)......شرح تہذیب المنطق۔

(۲۰)......شرح فصوص الحکم، وغیرہ۔

۱۱۵۵ھ میں انہوں نے وفات پائی اور مدرسہ میں مدفون ہوئے۔ (یاد ایام ص ۱۱۷)

﴿۳﴾

حضرت مولانا احمد میاں صاحب صوفی لاجپوری

ولادت:......۱۲۹۴ھ۔

وفات:......۱۳۲۷ھ۔

ماہنامہ ’’دارالعلوم‘‘ دیوبند ربیع الاول ۱۳۷۳ھ

حضرت مولانا احمد میاں صاحب صوفی لاجپوری رحمہ اللہ

ولادت

مولانا احمد میاں صاحب (خلف الصدق حضرت شاہ صوفی سلیمان صاحب [۱]) کی ولادت ۹/ذیقعدہ ۱۲۹۴ھ بروز چہار شنبہ ہوئی۔

تعلیم

قرآن مجید حافظ احمد اوٹے والے اور حافظ احمد مالویہ صاحب سے پڑھا۔ گجراتی اور اردو کی تعلیم اردو اسکول لاجپور میں حاصل کی، اور ابتدائی فارسی کی کتابیں اپنے والد بزرگوار حضرت صوفی صاحب [۱] سے پڑھیں۔ ابتدائی عربی کے اساتذہ کا حال معلوم نہ ہوسکا۔

اساتذہ

حضرت صوفی صاحب ۱۸۹۰ء میں رنگون تشریف لے گئے اور کچھ عرصہ بعد مولوی صاحب کو بھی وہیں بلوالیا۔ رنگون میں آپ نے مولانا سلطان احمد پنجابی (جو حضرت قاسم العلوم کے تلامذہ میں ایک جید فاضل اور مشہور مناظر تھے اور رنگون میں ایک عربی مدرسہ کے بانی تھے) سے عربی کی تعلیم کے سلسلہ میں سبعہ معلقہ وغیرہ ادب کی کتابیں پڑھیں۔ بعد ازاں حضرت صوفی صاحب نے مولانا کو بغرض تکمیل دہلی بھیج دیا۔ مولانا نے تین چار سال دہلی میں رہ کر مختلف علوم وفنون کی کتابیں متعدد اساتذہ سے پڑھیں۔ مدرسہ فتح پوری کے اساتذۃ سے بھی تحصیل علم کا موقع ملا۔

حدیث وتفسیر مولانا رحیم بخش صاحب دہلوی (محشی تفسیر احمدیہ، مؤلف حیات ولی)

---

[۱] ......حضرت شاہ صوفی سلیمان صاحب کے حالات کے لئے دیکھئے! ذکر صالحین ص ۲۳۹/ج ۲۔

سے پڑھیں اور معقولات میں منطق، فلسفہ، ریاضی، اقلیدس، ہیئت وعلم کلام وغیرہ کی درسی کتابیں مولانا محمد اسحاق صاحب تلمیذ مولانا عبدالحق صاحب خیرآبادی سے پڑھیں۔ مولانا محمد اسحاق صاحب دیہاتی وضع کے اکھڑی اکھڑی طبیعت کے سیدھے سادے بزرگ تھے، لیکن معقولات کے گویا حافظ تھے۔ قاضی مبارک، حمداللہ، زواہد ثلثہ، شرح مواقف، امور عامہ جیسی بلند پایہ کتابیں بغیر کتاب سامنے رکھے زبانی پڑھاتے تھے۔ طلبہ کو حکم تھا کہ مطالعہ میں کتاب سمجھ کر میرے پاس آیا کریں، پھر مطالعہ میں کوئی مشکل مضمون سمجھ میں نہ آیا ہوتو مولانا سمجھا دیا کرتے تھے۔ مولانا کے اس طرز خاص سے طلبہ میں قوت مطالعہ بہت زیادہ پیدا ہوجاتی تھی، اورغور وفکر وتدبر کے بعد مشکل سے مشکل مضامین سمجھنے کا ملکہ پیدا ہوجاتا تھا۔

مولانا احمد میاں صاحب بیس سال کی عمر میں فارغ التحصیل ہوکر دہلی سے ۱۳۱۳ھ میں لاجپور آئے، اس وقت لاجپور اوراس کے اطراف میں تعلیم عربی کا کوئی سلسلہ نہیں تھا، صرف راندیر میں ''مدرسہ اشرفیہ'' اور کٹھور میں ''مدرسہ اسلامیہ'' میں علوم عربیہ کی تعلیم ہوتی تھی۔

لاجپور میں مدرسہ کا قیام

دارالعلوم دیوبند کے قیام کے گیارہ سال بعد ۱۲۹۴ھ میں ''مدرسہ اسلامیہ'' لاجپور کا افتتاح ہوا، جس میں ایک عالم کی ضرورت محسوس ہوئی، دارالعلوم دیوبند سے درخواست کی گئی۔ راقم الحروف کو اس درخواست کا علم نہ تھا، ماہنامہ دارالعلوم دیوبند مجریہ بابت رمضان ۱۳۷۲ھ سے یہ معلوم ہوکر بڑی مسرت ہوئی کہ آج سے تقریباً اسی سال قبل فضلائے دیوبند کی مانگ کرنے والوں میں حضرت شاہ صوفی سلیمان صاحب مہتمم مدرسہ اور ممبران

مدرسہ نے یہ کہہ کرکہ ’’ہم بھی تیرے خریداروں میں ہیں‘‘ ایک فاضل مدرس کے لئے درخواست پیش کردی۔ تعلیمی ضرورتوں کے لئے دارالعلوم کو علمی مرکز خیال کرکے ملک کے اطراف وجوانب سے درخواستیں بھی چلی آتی تھیں۔اس زمانہ میں حال یہ تھا کہ قریب ہی کے علاقوں سے نہیں بلکہ لکھا ہے کہ: ریاست بھاولپور ملک پنجاب سے اور لاجپور ملک گجرات سے مدرسہ ہذا میں درخواستیں آئی ہوئی ہیں۔ یہ مدرسہ کئی سال بحسن وخوبی جاری رہا،جس میں مولانا عبدالہادی صاحب اور بھمیری کوکن کے مولانا احمدعلی صاحب وغیرہ علماءدرس دیتے رہے۔سن مذکور کی مطبوعہ روئداداب تک محفوظ ہے، پھر مدرسہ میں تعطل پیدا ہوگیا۔

تدریس

۱۳۱۳ھ مطابق ۱۸۹۵ء میں مولانا احمد میاں صاحب نے للہ فی اللہ مدرسہ اسلامیہ لاجپور کو ازسرنو جاری کیا‘اور نہایت تن دہی وشوق سے درس نظامیہ کے موافق بالترتیب‘ باقاعدہ تعلیم کا سلسلہ شروع کیا،جس سے اطراف واکناف بلکہ دوردراز کے تشنہ علوم طلبہ نے آپ سے ایک معتد بہ حدتک علوم عربیہ کی تحصیل کی۔

آپ کی باقاعدہ اور مسلسل تعلیم کا نتیجہ یہ نکلا کہ آپ کے تلامذہ میں سے تقریباً پندرہ صاحبوں نے ہندوستان کے مختلف مدارس میں پہنچ کر درس نظامیہ کی تکمیل یعنی علوم شرعیہ تفسیر‘حدیث‘فقہ کے علاوہ علوم عقلیہ منطق‘ فلفسہ‘ریاضی میں مہارت تامہ حاصل کی۔

مدارس اسلامیہ ہند کے طرز پر باقاعدہ ترتیب وارعلوم عربیہ کی تعلیم وتدریس میں آپ کا درس ۱۳۲۰ھ کے قبل خصوصیت سے گجرات میں ممتاز تھا،جس کا اثر یہ ہوا کہ مدرسہ اشرفیہ راندیر و مدرسہ اسلامیہ کٹھور کے بھی بعض طلبہ مدرسہ اسلامیہ لاجپور میں آ گئے۔

تلامذہ

ضلع سورت کے اکثر علماء آپ سے مستفید اور آپ کے دامن سے وابستہ ہیں۔ مولانا احمد حسن، بانی جامعہ ڈابھیل ۱؎ مولانا احمد بزرگ، سابق مہتمم جامعہ ڈابھیل ۲؎ مولانا احمد درویش، ڈابھیلی ۳؎ حاجی ابراہیم میاں صاحب سملکی ۴؎ مولوی حافظ ابراہیم پٹیل صاحب کفلیتوی ۵؎ مولانا محمد یوسف صاحب لاجپوری مولوی سید عمر صاحب

۱؎......مولانا کے حالات کے لئے دیکھئے! ص۱۰۴۔

۲؎......مولانا کے حالات کے لئے دیکھئے! ص۱۲۳/اور جلد۲ص ۳۶۵۔

۳؎......مولانا احمد درویش سملکی: زاہد عن الدنیا، صوفی کامل، حقیقی درویش اور عالم باعمل تھے۔ آپ کے سلوک میں جذب کا رنگ جھلکتا تھا۔ دارالعلوم سے فراغت حاصل کی۔ حضرت شیخ الہند سے شرف تلمذ حاصل تھا۔ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل کے شروع کے اساتذہ میں تھے۔ ۱۳۲۵ھ سے ۱۳۳۹ھ تک مدرس رہے، پھر تدریس کے لئے افریقہ تشریف لے گئے اور تادم آخر وہیں مقیم رہے۔ ۱۳/شعبان ۱۳۵۴ھ میں اس دار فانی سے رحلت فرمائی۔ رحمه الله تعالى۔

۴؎......جناب حاجی ابراہیم میاں سملکی: آپ ''خير الناس ما ينفع الناس'' (بہترین انسان وہ ہے جو دوسروں کو نفع پہنچائے) کا عملی نمونہ تھے۔ مولانا احمد حسن بھام کے سفر افریقہ کے وقت جامعہ کے مہتمم بھی رہے۔ حق گوئی آپ کا شیوہ تھا۔ ۱۲/ذی الحجہ ۱۳۹۲ھ مطابق ۱۹۷۳ء میں وفات پائی۔

۵؎......مولانا حافظ ابراہیم صاحب کفلیتوی: آپ ایک مجذوب قسم کے بزرگ تھے۔ طبیعت میں خاموشی تھی۔ مدرسہ عبدالرب دہلی سے ۱۳۲۲ھ میں فراغت حاصل کی۔ علمی استعداد بہت اعلیٰ تھی۔ ایک مرتبہ جامعہ ڈابھیل میں ایک حادثہ کی وجہ سے کچھ طلبہ مدرسہ سے علیحدہ ہو کر کفلیتہ آئے جس میں لاجپور کے مولانا عبدالسلام صاحب صوفی بھی شامل تھے۔ طلبہ کی اس جماعت نے مولانا موصوف سے استفادہ کی درخواست کی، مولانا نے ان طلبہ کو: ہدایہ، کنز، شرح وقایہ، مشکوۃ جیسی اہم کتابیں بغیر مطالعہ کے پڑھائیں۔ مولانا بڑی صلاحیتوں اور خوبیوں کے مالک تھے۔ کفلیتہ میں تقریباً ۵۰/سال تک تدریسی خدمت انجام دی۔ ۱۳۵۶ھ ۱۹۳۷ء میں وفات پائی۔ کفلیتہ میں آسودۂ خواب ہیں۔

لاجپوری، ۱؎ مولوی سید عبدالحیٔ صاحب لاجپوری، ۲؎ مولوی حافظ عبدالرحمٰن صاحب بھوپالی، مولوی وزیر خاں صاحب حیدرآبادی، مولوی الٰہی بخش صاحب پنجابی، مولوی عبداللہ صاحب پنجابی، مولوی یحیٰ صاحب بنگالی، ۳؎ اور ننگ تلامذہ راقم الحروف مرغوب احمد لاجپوری ۴؎ آپ ہی کے دامن فیض سے وابستہ ہیں۔

تصانیف

مولانا مرحوم کو تصنیف و تالیف کا شوق دہلی کی طالب العلمی کے زمانہ ہی سے پیدا ہو گیا تھا جب کہ حضرت صوفی صاحب نے اپنے شاذلی سلسلہ کے ایک بزرگ قطب زمان حضرت سید احمد ادریس کا قلمی رسالہ بنام ''عقد النفیس '' ترجمہ کے لئے استاذ مرحوم کو دیا۔ یہ رسالہ تصوف کے چار قاعدوں پر مشتمل تھا۔ مولانا نے دو قاعدوں کا اضافہ کر کے نہایت بسط کے ساتھ آیات، احادیث، اخبار، حکایات، وتمثیلات و چیدہ چیدہ مفید عربی فارسی اشعار سے مزین فرما کر ایک مستقل کتاب بنام ''ھدیة الجلیس شرح عقد النفیس '' تصنیف

۱؎ ...... مولانا سید عمر صاحب لاجپوری کے حالات معلوم نہ ہو سکے۔ آپ کی وفات ۱۳۷۰ھ مطابق ۱۹۵۱ء میں رنگون میں ہوئی، وہیں مدفون ہیں۔ ''غیر مقلدین کی کسوٹی'' نامی رسالہ آپ کی تصنیف ہے۔

۲؎ ...... مولانا سید عبدالحیٔ صاحب لاجپوری: لاجپور جامع مسجد کے امام، وخطیب تھے۔ حضرت مولانا مفتی سید عبدالرحیم صاحب لاجپوری کے خسر تھے۔ جید عالم تھے۔ افریقہ کا سفر بھی فرمایا اور وہاں تدریسی و افتاء کی خدمات انجام دی۔ راقم الحروف کے پاس آپ کے افریقہ میں تحریر فرمودہ کچھ فتاوی بھی محفوظ ہیں، انشاء اللہ ''مرغوب الفتاوی'' کے تتمہ میں شائع کئے جائیں گے۔ گلاں ضلع سورت کے مدرسہ قوة الاسلام میں صدر مدرس تھے۔ ۵/ ذی قعدہ ۱۳۶۹ھ مطابق ۱۱/ اگست ۱۹۵۰ء میں وفات پائی۔ نماز جنازہ حضرت مولانا مفتی مرغوب احمد صاحب نے پڑھائی۔ لاجپور کے قدیم قبرستان میں مدفون ہیں۔

۳؎ ...... ان حضرات کے حالات معلوم نہ سکے۔

۴؎ ...... مولانا کے حالات کے لئے دیکھئے! ''ذکر صالحین'' ص ۹۷/ ج ۱۔ وج ۳/ ''تذکرة المرغوب''۔

فرمائی۔

درس و تدریس کے ساتھ تراجم کتب کا سلسلہ بھی جاری رہا۔ایک مرتبہ آپ نے نئی روشنی کے ایک شیدائی کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ:

''عربی میں علوم ہی کیا ہیں بجز مسائل ضرور یہ نماز، روزہ کے اور کچھ نہیں، انگریزی میں جس قدر علوم وفنون ہیں عربی زبان میں اس کا پتہ بھی نہیں''۔[۱]

آپ نے فوری طور پر اس کو معقول جواب دے کر ساکت کر دیا اور اسی وقت یہ ارادہ کر لیا کہ عام فہم سلیس اردو میں مختصر طور پر ایک رسالہ ایسا تالیف کیا جائے' جس میں بہ ترتیب حرف تہجی' معہ مختصر حالات اس علم کے' جس میں اس علم وفن کی تعریف' موضوع وغایت سے بحث ہو' جس سے خواص وعوام اس امر سے مجملاً آگاہ ہو جائیں کہ عربی میں کس قدر علوم وفنون کا بیش قیمت ذخیرہ موجود ہے، اور یہ کہ اس کا عشر عشیر بھی دنیا کی کسی زبان میں موجود نہیں، چنانچہ ''ذخیرۃ العلوم'' نامی کتاب اسی غرض سے تالیف کرنی شروع

[۱]......مولانا احمد میاں صاحب اس جملہ پر تحریر فرماتے ہیں کہ:

''یہ بات اگرچہ ایسی ہے جو اس کے درجہ اول کی جہالت سے صادر ہوئی ہے' کوئی ذی ہوش عالم کیا کوئی دہری انگریز بھی اسے تسلیم نہ کرے گا، کیونکہ انگلینڈ کے نہیں بلکہ تمام عالم کے ماہرین پر یہ روشن ہے کہ ہر ہنر وفن اور علم میں جو کچھ اہل اسلام نے ترقی تھی' وہ آج تک کسی کو نصیب نہیں ہوئی ہے''۔

آگے تحریر فرماتے ہیں:

''زبان عربیہ میں کیا کیا علوم وفنون ہیں، اور ہر فن میں کس قدر متعدد کتابیں تالیف ہو چکی ہیں۔ کتابوں کی اگر وہ تفصیل چاہتے ہوں تو ہم ان کو ایک کتاب کی رہنمائی کرتے ہیں، اگرچہ وہ کتاب جمیع کتب ماضیہ وحال کا احصا کئے ہوئے نہیں ہے، لیکن تاہم ان کو اس قدر پر اطلاع ہونا بھی ان کے جگر کو بھڑکا دے گا' اور یہ چند ناولوں سے ان کے دلوں کو اس طرف رجوع کرے گا۔اس کتاب کا نام ''کشف الظنون عن اسامی الکتب والفنون'' ہے''۔(ذخیرۃ العلوم ص ۱)

کی۔اس کتاب کوردیف دال تک تحریرفرمایا جس میں (۱۱۹) تک علم وفن کی تعداد پہونچی ہے،مگر بوجہ عوارضات مختلفہ ومشاغل کثیرہ یہ کتاب ناتمام رہ گئی،اگر یہ کتاب پوری ہوجاتی تواردوتالیفات کے سلسلہ میں اپنے موضوع پرپہلی کتاب ہونے کےعلاوہ تالیفات عالم کی مختلف شاخوں میں اپنی نوعیت کی بےنظیرکتاب ہوتی،جس سےعلماءسلف کےعلمی کارنامے ہرعلم وفن میں کمال دستگاہ‘دقت نظری وموشگافی کےاعلی جوہرنظرآتے،تاہم یہ ناتمام تصنیف بھی اپنی آغوش میں بہت سےاسلامی وعقلی علوم وفنون کولئے ہوئے ہیں۔

دوران تصنیف آپ کو یہ خیال پیداہوا کہ اس کے بجائے بہتر یہ ہے کہ اس اجمال کو تفصیلی شکل وصورت میں دکھایا جائے،یعنی ہرعلم وفن کی ایک ایک مستندومتداول کتاب کا سلیس اردوترجمہ یاشرح کردی جائے‘جس سے علاوہ عربی داں حضرات کے اردوخواں بھی علوم عربیہ سے بالتفصیل آگاہ وباخبرہوسکیں اوراپنے حوصلہ واستعداد کےمطابق فائدہ حاصل کرسکیں۔

جس عظیم الشان کام کا آپ نے بیڑااٹھایا تھا‘اس کاپورا کرنا کچھ آسان کام نہ تھا‘اس کی انجام دہی میں استقامت قلب اوروسیع حوصلہ اوربڑے دل ودماغ کی ضرورت کے علاوہ فراخ بالی وجمعیت قلب کے ساتھ ایک غیرمحدودزمانہ کی ضرورت تھی‘تب کہیں جاکر ایک عرصۂ دراز کے بعد یہ امراہم بوجہ احسن انجام پاتا‘اس کے پورا کرنے کا ولولہ اورطبعی شوق آپ کے قلب میں نہایت پختگی کے ساتھ جاگزیں ہوچکا تھا،اور ہروقت ملہم غیب کی بے نیاز بارگاہ سےنہایت خلوص کےساتھ اس امراہم کےاختتام کےمتمنی رہا کرتے تھے۔

چنانچہ آپ نے دفعتاً ایک ساتھ بہت سی کتابوں کے ترجمے اورشرح کا کام شروع کردیا اورمتعدد کتابوں کے ترجمے اور چندشرحیں لکھیں۔

اصول حدیث میں ''نخبۃ الفکر'' اصول فقہ میں ''مسلم الثبوت'' کی اردو شرح، صرف میں ''شافیہ'' نحو میں ''کافیہ'' اور ''الفیہ'' علم معانی میں ''تلخیص المفتاح'' علم حکمت میں معلم ثانی ابونصر فارابی کی کتاب ''فصوص الحکم'' منطق میں شیخ الرئیس بوعلی سینا کے منظوم رسالہ ''عیون المسائل'' ہیئت میں ''تصریح'' علم کلام میں ''قصیدہ بدأمالی'' وغیرہ کتابوں کی شرحیں نہایت بسط سے لکھیں۔ تصوف میں ''لوائح جامی'' و ''جواہر الحقائق'' مناظرہ میں ''مناظرہ رشیدیہ'' اور ریاضی میں ''خلاصۃ الحساب'' حکمت میں ''ہدیہ سعیدیہ'' منطق میں ''شرح تہذیب'' عروض وقوافی میں ''عروض المفتاح'' تہذیب الاخلاق میں ''بدایۃ الہدایہ'' اور ''ہدیۃ الجلیس ترجمہ عقد النفیس'' کتاب ''تعلیم المتعلم'' کا ترجمہ'' دلیل الطالب الی مناهج المطالب '' حضرت امام غزالی کی ''فاتحۃ العلوم کا ترجمہ'' حضرت جلال الدین سیوطی کے چند رسالوں کا خلاصہ ''توجیه العنان الی ان ابوی رسول الله فی الجنان '' اخیر کی چار کتابیں' اور ''ذخیرۃ العلوم'' یہ پانچ کتابیں: ۱۳۲۸ھ میں طبع ہو چکی ہیں۔

فقہ میں آپ کو یہ خیال دامنگیر ہوا کہ سلیس اردو میں ایک مستقل مبسوط کتاب' جو قریب قریب تمام کلیات وجزئیات کو حاوی ہو' مع دلائل تحریر کریں، بنابریں اس موضوع پر آپ نے قلم اٹھایا، اور چند روز میں اس کا مقدمہ لکھا جس میں رؤس ثمانیہ اور موضوع علم کی بحث قابل دید ہے۔

مذکورہ بالا جو کتابیں آپ کو شرحاً یا ترجمۃً حل کرنے کا اتفاق ہوا' ان میں بعض مکمل ہیں' اور بعض ناتمام رہیں' پھر یہ سلسلہ یک لخت موقوف ہو گیا اور آپ کو اس سلسلہ کی کتابوں کے طبع کرانے اور ناتمام کتابوں کے پورا کرنے کا اتفاق نہ ہو سکا۔

ما کل ما یتمنی المرء یدرکه تجری الریاح بما لا تشتهی السفن

وفات

''واللہ غالب علی امرہ''افسوس کہ مولانا مرحوم کی یہ آرزو ابھی پوری نہ ہونے پائی تھی کہ حیات مستعار کا مختصر پیمانہ لبریز ہوگیا اور دو ماہ کی علالت کے بعد مورخہ ۷ر شعبان ۱۳۲۷ھ بروز سہ شنبہ ۲۴ر اگست ۱۹۰۹ء کو عین عالم شباب میں بعمر ۳۳ سال وفات پائی۔

مادۂ وفات'' ادخلہ الحق فی جنہ'' ہے۔اور تاریخی نام''حفیظ الدین'' عاقل ہے۔

بعض موزوں طبع احباب نے تاریخ وفات میں بطور مرثیہ چند قطعے موزوں کئے ہیں ان میں سے ایک مرثیہ کا انتخاب ہدیۂ ناظرین ہیں:

مولوی احمد میاں چوں کرد رحلت از جہاں
بر وصالے پر ملالش چوں نگرید آسماں
عالم و فاضل مقرر صاحب فکر رسا
خوشہ چیں مجلسش بودند جملہ ایں و آں
شغل تدریس وکتب بینی غذائے روح او
بود مرد فلسفہ داں فخر ابنائے زماں
فی البداہت نظم کردے ہر چہ در دل آمدے
دستگاہش تام بد بر فارسی عربی زباں
مولد و ہم مرقدش یک موضع دار السرور
جائے مردم خیز و دلکش لاجپور آمد نشاں
از توابع ہائے سورت تحت نواب سچین
شد مُدورا ردو بار فروش از پہلو رواں

سال ترحیلش زفضلی گر بپرس اے نکو
یک ہزار وسہ صدو ہم بست ہفت از ہجر داں
شد غروب آفتاب علم میگوئی تواں
بعد مغرب چوں کہ آمد درزمین تدفین آں

(مولانا تجمل حسین صاحب بھروچی)

انتہی مضمون حضرت مولانا مفتی مرغوب احمد صاحب لاجپوری۔ [1]

---

[1]......مولانا کے تفصیلی حالات کے لئے دیکھئے: ’’ذکر صالحین جلد۲ص۳۳۔

﴿۴﴾

مولانا قاری محمد اسماعیل صاحب راندیری

ولادت:......۱۲۷۵ھ۔

وفات:......۱۳۳۰ھ۔

ماہنامہ ''القاسم'' دیوبند جمادی الثانی: ۱۳۳۰ھ

وماہنامہ ''دارالعلوم'' دیوبند رمضان: ۱۳۷۳ھ

....

حق تو یہ ہے کہ ضلع سورت اوراس کے اطراف میں جس قدر دینی روشنی نظر آرہی ہے وہ حضرت مولانا حافظ محمد اسماعیل صاحب مرحوم وحضرت مولانا حافظ غلام محمد صاحب مرحوم کے انفاس طیبہ کے طفیل سے پھیلی ہے، خدا تعالی ان حضرات کی قبروں کو نور سے بھرے اور رحمت کی بارشیں برسائے، آمین۔ (از: مفتی اعظم ہند حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب)

حضرت مولانا قاری محمد اسماعیل صاحب راندیری رحمہ اللہ

آپ کا نام محمد اسماعیل (بن حافظ محمد بن حافظ صالح صاحب) ہے۔

راندیر

وطن قصبہ راندیر ضلع سورت ہے۔ یہ قصبہ اگرچہ کچھ زیادہ بڑا نہیں ہے، [1] لیکن اس وجہ سے کہ اس کے باشندے متمول اور تجارت پیشہ لوگ ہیں، خوشنمائی اور عمارت کی حیثیت سے خصوصیت رکھتا ہے۔ اس میں علاوہ معمولی مسجدوں کے کئی مسجدیں نہایت خوشنما اور عمدہ صنعت اور بیش بہا لاگت سے تیار کی ہوئی موجود ہیں۔

تعلیم

حافظ محمد اسماعیل صاحب نے علوم عربیہ دینیہ کی کتابیں اپنے وطن میں پڑھیں، پھر ریاست بھوپال میں تشریف لے گئے اور وہاں کے مشہور علامہ محدث شیخ حسین یمنی کی خدمت میں حدیث شریف اور دیگر علوم وفنون کی کتابیں دوسرے علماء بھوپال سے پڑھیں،

تدریس

تحصیل علوم سے فارغ ہونے کے بعد وطن تشریف لائے اور حاجی اسماعیل پیپڑی مرحوم کے مدرسہ محمدیہ اور حاجی اسماعیل اشرف مرحوم کے مدرسہ اشرفیہ میں ایک عرصہ تک درس وتدریس میں مشغول رہے۔

راندیر کی مسجد چناڑ واڑ کی تولیت وخطابت آپ کے سپرد کی گئی، جس کو نہایت خوبی اور خوش اسلوبی سے انجام دیتے تھے۔ قدرت نے آپ کی طبیعت میں خشیت اور تقوی کوٹ

---

[1]......اب تو یہ بڑا قصبہ بن گیا ہے۔

کوٹ کر بھرا تھا، آپ کی تقوی شعار طبیعت نے مدرسہ کے تعلق اور خطابت کی تنخواہ کو گوارہ نہ کیا، مدرسہ سے علیحدہ ہو کر اپنے مکان پر طلبہ کو محض لوجہ اللہ درس دینا شروع کر دیا، مگر حسبۃ للہ نہایت مستعدی اور پابندی کے ساتھ امامت و خطابت کی خدمت انجام دیتے رہے۔

حق تعالی نے جس طرح آپ کو جمال ظاہری عطا فرمایا تھا، اس طرح وقار ہیبت جلال اور باطنی حسن و جمال سے بھی بہرۂ کامل عطا ہوا تھا۔

حق گوئی

آپ کی حق پسندی اور حق گوئی کا یہ عالم تھا کہ بڑے بڑے دولت مندوں اور لکھ پتیوں کے جلسوں اور دعوتوں میں آپ' ان کی ناشائستہ حرکات کے روکنے اور منع کرنے سے نہ چوکتے تھے، اور بے خوف و ہراس کلمۂ حق ظاہر فرما دیتے تھے۔

آپ کا وعظ صاف گوئی موقع شناسی اور معاملہ فہمی کے لحاظ سے بے نظیر وعظ ہوتا تھا، پہلے دیکھ لیتے کہ اس مجمع میں کس قسم کے لوگ ہیں؟ ان کو کس قسم کے وعظ و پند کی ضرورت ہے؟ کیا کیا عیوب ان کے اندر موجود ہیں؟ اور کون کون سی کوتاہیوں میں یہ مبتلا ہیں؟ ان تمام امور کا لحاظ فرما کر وہی باتیں بیان فرماتے جن سے حاضرین کی اصلاح ہو، ان کے عیوب دور ہوں اور کوتاہیوں کا جبر و تدارک ہو جائے۔

کسی رشتہ دار کی قرابت داری یا دوست کی دوستی کا خیال آپ کو حق گوئی سے مانع نہیں ہوتا تھا، باوجود اس کے آپ کے اخلاص اور صدق نیت کا یہ اثر تھا کہ دور دور سے لوگ خدمت میں حاضر ہو کر وعظ کے لئے شہروں اور قصبوں میں لے جانے کی درخواست کرتے اور آپ کے تلخ مگر حق بھرے سچے الفاظ کو نہایت عقیدت مندی اور خوشی کے ساتھ سنتے تھے۔

تقوی

آپ کے تقوی اور پرہیز گاری کی یہ حالت تھی کہ جس چیز میں ذرا بھی شبہ ہوتا' اسے فوراً چھوڑ دیتے' اور بہت سی مباح چیزوں کے استعمال سے بھی بوجہ کسی اشتباہ کے پرہیز کرتے تھے۔ مدرسہ کی ملازمت اسی وجہ سے چھوڑ دی۔ خطابت اور امامت کی تنخواہ لینی اسی خیال سے ترک کر دی، حالانکہ آپ کا وطن قصبہ راندیر بہت خوش حال قصبہ ہے، بڑے بڑے مالدار لکھ پتی تاجر اس میں رہتے ہیں۔ حافظ محمد اسماعیل صاحب کو جو عام مقبولیت راندیر میں حاصل تھی اور جو رعب وجلال آپ کا لوگوں کے قلوب میں پایا جاتا تھا اور جو عزت ووقعت آپ کی یہاں کے ہر طبقہ کے لوگ کرتے تھے وہ صرف آپ کے تقوی اور پرہیز گاری کا اثر تھا۔ اس مقبولیت عامہ پر اگر خدانخواستہ آپ کے دل میں خوف خدا نہ ہوتا اور کسی قدر مداہنت سے آپ کام لیتے تو ہزاروں کیا لاکھوں روپیہ فراہم کر سکتے تھے، مگر آپ نے دنیائے دنی کی طرف مطلق توجہ نہیں کی اور ایسے اخلاص بھرے دل کو خدا کے خوف وخشیت وتقویٰ ودیانت واخلاص سے معمور ومنور رکھا، اسی صدق وحقانیت اور خوف خشیت خداوندی کا یہ اثر تھا کہ موافق ومخالف ہر شخص آپ کی عزت کرتا تھا۔

لحن داؤدی

فن قرآت وتجوید میں آپ جناب قاری عبدالمعطی صاحب خطیب مکہ معظّمہ کے شاگرد تھے۔ مبدأ فیاض نے آپ کو خوش آوازی بدرجۂ کمال عطا فرمائی تھی، جس وقت آپ خطبہ پڑھتے یا قرآن مجید کی تلاوت کرتے تو تمام سامعین ہمہ تن گوش بن جاتے اور تصویر کی طرح حیرت میں رہ جاتے۔ آپ کی آواز واقعی طور پر لحن داؤدی کہلانے کی مستحق تھی۔ بڑے بڑے ماہرین فن تجوید دور دراز سے آپ کا قرآن مجید سننے کے لئے آتے۔ عرب کے

خاص خاص قاریوں نے بھی آپ کی قراءت وتجوید کی خوبی کا اعتراف کیا ہے۔

سورت اور بمبئی تک کے بعض تجارت پیشہ عرب محض آپ کی قراءت سننے اور آپ کے پیچھے نماز پڑھنے کے شوق میں ہر جمعہ کو راندیر آتے تھے۔

دارالعلوم دیوبند ۱۳۲۸ھ والے عظیم الشان جلسہ دستار بندی میں جناب حافظ صاحب مرحوم معہ چند رفقاء تشریف لے گئے تھے، اس جلسہ میں تقریباً پچیس تیس ہزار آدمیوں کا مجمع تھا' افتتاح جلسہ پر حافظ صاحب مرحوم نے قرآن پاک کے ایک رکوع کی تلاوت فرمائی تھی، یہ آپ کی کرامت تھی کہ اتنے بڑے وسیع پنڈال میں جس کے نیچے اس قدر عظیم الشان مجمع تھا، آپ کی آواز برابر سنی گئی اور ہر شخص برابر محظوظ ہوا۔ اس قدر بلند آواز قاری جس کی اہل عرب بھی حد سے زیادہ تعریف کرے نہ صرف گجرات بلکہ ہندوستان کے دوسرے حصوں میں بھی حافظ صاحب مرحوم کے سوا سنا نہیں گیا۔

قرآن مجید کے ساتھ آپ کو ایک خاص شغف بلکہ عشق تھا، بکثرت تلاوت فرماتے رہتے تھے، اور قرآن کی تعلیم نہایت شوق اور محنت سے محض لوجہ اللہ دیا کرتے تھے۔

مساکین سے محبت

فقراء ومساکین سے آپ کو بہت انس تھا۔ امراء کی صحبت پسند نہیں کرتے تھے۔ اپنے طالب علمی کے زمانے کے رفیقوں اور طالب علموں اور مسکینوں سے محبت اور ربط وضبط رکھتے تھے، باوجود اس کے کہ کسی قسم کی حاجت دوسروں کے سامنے پیش کرنا ان کے نزدیک سخت معیوب تھا' فقراء ومساکین کی حاجت روائی کے لئے سعی فرمانے میں دریغ نہیں فرماتے تھے۔ راندیر میں بکثرت سائلین آتے ہیں اور طرح طرح کی شخصی اور قومی حاجتیں پیش کرتے ہیں، حافظ صاحب مرحوم ہی ایک ایسے شخص تھے کہ ہر شخص کی حاجت کو سنتے

اور واقعی اور غیر واقعی، ضروری اور غیر ضروری کو نظر امتیازی سے شناخت فرماتے اور پھر مستحق کے لئے سعی کرنے میں سب سے آگے رہتے۔ راندیر کی مسجد چناواڑ آپ کے دم سے مساکین کی ماوی وملجابنی ہوئی تھی، اور کتنی بیواؤں اور اپاہج اور مفلوک الحال عورتوں اور مردوں کی ماہواری امدادیں حافظ صاحب فرمایا کرتے تھے اور کسی کو مطلق اطلاع نہ ہوتی تھی، ان کے وصال کے بعد لوگوں کو ان تمام حالات کا علم ہوا۔

مذہبی امور میں سعی

اگرچہ حافظ صاحب ایک خلوت پسند بزرگ تھے، لیکن باوجود اس خلوت پسندی کے آپ کے قومی اور مذہبی رفاہِ عام کے کارنامے بھی تمام ہندوستان میں آفتاب کی طرح روشن ہیں۔ ہندوستان کے اکثر مدارس اسلامیہ اور مساجد میں جناب حافظ صاحب مرحوم کی کوشش اور للّٰہیت کے آثار نمایاں طور پر نظر آتے ہیں، اور ان کے لئے باقیات الصالحات کا کام دے رہے ہیں۔

اصل یہ ہے کہ آپ کی طبیعت قدرتی طور پر نیک کاموں کی معاون ہوتی تھی، اور پھر آپ کا وطن راندیر ایک ممتاز دولت مند مقام تھا، اس پر آپ کا خداداد وقار اور دولت مندوں پر آپ کی حقانیت کی ہیبت کا اقتدار قائم تھا، یہ وہ اسباب تھے جن کی وجہ سے لوگ عام چندوں کے لئے جناب حافظ صاحب کو پیشرو بنانا چاہتے تھے، اور حافظ صاحب مرحوم بھی سب سے آگے قدم بڑھانے کو تیار ہوتے تھے۔ دارالعلوم دیوبند کی عالیشان مسجد جناب حافظ صاحب مرحوم کی مخلصانہ کوشش اور جناب حاجی غلام محمد اعظم صاحب کی مالی امداد کی بہترین یادگار ہے۔ دہلی کے مشہور مدرسہ امینیہ کے لئے بھی حافظ صاحب مرحوم نے جو مخلصانہ کوششیں فرمائی ہیں ان کی وجہ سے اراکین مدرسہ ہمیشہ انہیں عزت واحترام

سے یاد کرتے رہیں گے۔اسی طرح بہت سے مذہبی مراکز اور علمی درسگاہیں' حافظ صاحب کی امداد واعانت کے شکر گزار ہیں۔

وفات

الغرض علاقۂ گجرات کا یہ خیر مجسم' تقوی ودیانت کی تصویر' فقراء ومساکین کی محبت کا پتلا اور اس قسم کی صفات حسنہ میں اپنے زمانے کا یکتا شخص' پچپن سال کی عمر میں بتاریخ ۲۴ ربیع الاول ۱۳۳۰ھ روز پنج شنبہ دنیائے فانی سے رحلت گزیں عالم جاودانی ہوا، ﴿ انا للہ وانا الیہ راجعون ﴾

حافظ صاحب مرحوم کی وفات حسرت آیات کا صدمہ صرف مقامی نہ تھا، بلکہ ایک عالمگیر صدمہ تھا، جس سے ہندوستان کے اکثر حصوں میں آنکھوں سے آنسوؤں کے دریا جاری ہوگئے۔ان کے نفس قدسی کی برکات سے اگرچہ سارا ہندوستان محروم ہوگیا، لیکن گجرات اور خاص سورت وراندیر میں تو گھٹا ٹوپ اندھیری چھاگئی۔

حافظ صاحب مرحوم کے غم فراق کو ہندوستان کے ہر گوشہ سے اہل علم نے نظم ونثر میں ظاہر کیا ہے۔

فاضل اجل حضرت مولانا عبدالحئی صاحب کفلیتوی' خطیب جامع رنگون ومؤلف البصائر وغیرہ نے بھی اخبار برہما مورخہ ۲۳ مارچ ۱۹۱۲ء میں ایک مضمون لکھا تھا جس میں حافظ صاحب کے اوصاف حسنہ کا تذکرہ فرماتے ہوئے ان کے انتقال پر دلی صدمہ کا اظہار فرمایا تھا۔

نیز حضرت شیخ الہند مولانا مولوی محمود الحسن دیوبندی نے حافظ صاحب کے وصال کی تاریخ حسب ذیل تحریر فرمائی تھی:

عالم و حافظ و وجیہ و نبیہ نیک خو نیک رو فرشتہ شِیَم
آج دار البقاء کو جاتے ہیں چھوڑ کر سب کو مبتلائے الم
غرباء کے لئے ہے یومِ عسیر ہو مبارک انہیں نعیم و ارم
ہے مساجد میں یاس اور حسرت اور مدارس میں چھا رہا ہے غم
فقراء کے لئے تھا آب بقا خضر تھا بہرِ اہل جود و کرم
آج مسکین یتیم رہ گئے حیف اور یتامی ہیں مسکنت توام
سنتا تھا دور سے صدائے ضعیف تھا تو حاتم مگر نہیں تھا اصم
دمِ عیسیٰ و لحن داؤدی چھپ گئے ہائے زیر کتم عدم
فکر سال وفات ہے بے سود ہے ہر ایک دل پہ سانحہ یہ رقم
ہاتھ سے ہیں اجل کے بے سر و پا فضل و علم و تقا و ورع و کرم

۱۳ ھ ۳۰

وله ایضاً دام ظله

تقی و نقی وسمی ذبیح چو زیر کفن چہرہ خود نہفت
زروئے بکا سال او ہاتفی ثمال المساکین قدمات گفت

۱۳ ھ ۳۰

اولاد صالح

مولوی حافظ حکیم محمد ابراہیم صاحب

مولوی حافظ حکیم محمد ابراہیم صاحب نے علوم دینیہ عربیہ کی تکمیل مدرسہ امینیہ دہلی میں کی، پھر تقریباً دو سال دار العلوم میں حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب کی خدمت میں

رہ کران کے فیوض علمیہ سے مستفید ہوئے۔ ۱۳۲۸ھ کے جلسۂ دستار بندی میں آپ کو بھی دستار فضیلت عطا ہوئی۔ اس کے بعد آپ نے دہلی میں قیام فرمایا اور دہلی کے مشہور نامور طبیب شفاء الملک حکیم رضی الدین سے فن طب کی کتب درسیہ پڑھیں' اوران کے مطب میں بیٹھ کر علاج وتشخیص امراض وغیرہ عملی ضروریات کی مشق کی۔ بعد حصول سند اپنے وطن راندیر کے صدر مقام یعنی شہر سورت میں مطب کا سلسلہ جاری کیا۔ آپ نہایت خوش خلق' سادہ مزاج' وجیہ وباوقار' پابند وضع' نیک خیال' جوان صالح ہیں۔ [۱]

مولوی حافظ محمد حسین صاحب

دوسرے مولوی حافظ محمد حسین صاحب ہیں' جو ابھی علوم دینیہ کی تحصیل میں مصروف ہیں اور مدرسہ امینیہ دہلی میں تعلیم پاتے ہیں۔ [۲]

اوران سے چھوٹے دو بھائی ابھی نابالغ ہیں۔ مرحوم کو اس بات کا بہت شغف تھا کہ میں اپنے سامنے اپنی اولاد کو عالم دیکھ لوں، سو خدا نے مولوی حافظ محمد ابراہیم صاحب کی دستار بندی کے دلکش نظارے سے آپ کی آنکھیں ٹھنڈی کر دیں۔ آپ کی زندگی میں وہ دن جس میں آپ نے اپنی آنکھوں سے اپنے لخت جگر کے سر پر فضیلت کی پگڑی بندھتے ہوئے دیکھی تھی عجیب خوشی کا دن تھا۔ جس کے شکریہ میں آپ نے مدرسہ دیوبند اور مدرسہ امینیہ کے لئے نہایت خلوص دل سے ترقی اور بقا کی دعا کی' اور دونوں مدرسوں کی مزید فائدہ رسانی اپنے ذمہ لازم سمجھ لی۔ اس میں ذرا بھی شک نہیں کہ اگر مرحوم کی زندگی وفا کرتی تو ان مدارس کو آپ کی توجہ سے بے حد فائدہ پہنچتا۔

---

[۱]...... آپ کے قدرے تفصیلی حالات ص ۱۳۹؍ پر آرہے ہیں۔

[۲]...... آپ کے قدرے تفصیلی حالات ص ۱۳۳؍ پر آرہے ہیں۔

الغرض مرحوم کے مفاخر اور فضائل ہمارے بیان وتحریر کے احاطہ سے باہر ہیں، اور یہ جو کچھ بیان ہوئے ہیں ''یکے از ہزار'' اور ''مشتے نمونہ از خروارے'' سے بھی کم ہیں۔

اب ہم مرحوم کے لئے جناب باری عز اسمہ سے دعائے مغفرت کرتے ہوئے ان کی اولاد کے لئے دست بدعا ہیں کہ اللہ تعالی ان کو اپنے والد کے قدم بقدم چلائے اور ان کا سچا جانشیں بنائے اور مراتب عظمی پر فائز کرے، آمین۔

﴿۵﴾

حضرت مولانا عبدالحی صاحب کفلیتوی، سورتی

ولادت:......۱۲۸۳ھ۔

وفات:......۱۳۳۱ھ۔

بلامبالغہ یہ کہنا صحیح ہے کہ: احمد آباد کے فاضل علماء کے گذشتہ علمی دور کے بعد، دوسو برس میں، سرزمین گجرات میں اس شان کا جامع، فاضل، وسیع النظر، محقق عالم پیدا نہیں ہوا۔
(از: حضرت مولانا مفتی مرغوب احمد صاحب لاجپوری)

حضرت مولانا عبدالحئ صاحب کفلیتوی رحمہ اللہ

نام......وطن......ولادت

آپ کا نام عبدالحئ بن حافظ احمد بن سلیمان بن یوسف ہے۔
وطن قصبہ کفلیتہ ہے' جو گجرات کے مشہور شہر سورت سے دس میل کے فاصلے پر واقع ہے۔آپ کی ولادت: ۱۲۸۳ھ میں ہوئی۔

والد ماجد [۱]

آپ کے والد ماجد کو علماء سے بیحد محبت تھی' اور فقراء کی محبت میں بیٹھنا بہت پسند کرتے تھے۔خدا تعالی کا خوف وخشیہ ان کے دل میں جاگزیں تھا۔اور زبان ہر وقت ذکراللہ میں مشغول رہتی تھی۔خدا تعالی کے فضل وکرم سے ان کے حسن خاتمہ کے لئے ایک خاص نشان ظاہر ہوا کہ طاعون کے ذریعہ سے ان کی وفات ہوئی' جو حضور رسول کریم ﷺ کے فرمان واجب الاذعان کے بموجب شہادت کی موت ہے۔ [۲]
مولانا عبدالحئ صاحب جس وقت پیدا ہوئے تو ان کے والد ماجد ان کو اپنے شیخ ومرشد یعنی حضرت مولانا لیاقت علی الہ آبادی کی خدمت میں لے گئے،حضرت شیخ نے ان کے

---

[۱]......مولانا کے والد محترم بڑے عابد وزاہد تھے۔حسن خاتمہ کی فکر ہر وقت دامن گیر رہتی تھی۔ساٹھ (۶۰) سال سے متجاوز ہوئے تو اچانک طاعون کا حملہ ہوا۔چند دن اس مرض میں بے چین ومضطرب رہ کر وفات پائی۔

[۲]......عن ابی هريرة قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : ما تعدون الشهداء فيكم ؟ قالوا يا رسول الله ! من قتل فى سبيل الله فهو شهيد ، قال : ان شهداء امتى اذاً لقليل، من قتل فى سبيل الله فهو شهيد ، ومن مات فى سبيل الله فهو شهيد ، ومن مات فى الطاعون فهو شهيد ، ومن مات فى البطن فهو شهيد۔(رواہ مسلم ص۱۳۳۱،کتاب الجہاد)

لئے طول عمر اور حصول علم کی دعاء فرمائی اور ان کا نام عبدالحی رکھ دیا۔

حضرت شیخ ایک متقی پرہیزگار عابد وزاہد بزرگ تھے۔خوف خداوندی سے اکثر اوقات گریہ وبکا میں مشغول رہتے تھے۔اور صحبت خلق سے خلوت مع اللہ کو ترجیح دیتے۔خدا تعالی کے احکام پہنچانے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈرتے تھے۔ [1]

تعلیم

مولانا عبدالحیؒ جب سن تمیز کو پہنچے تو مکتب میں آمد ورفت شروع کی اور تین سال کے عرصہ میں قرآن مجید حفظ کرلیا۔قرآن شریف حفظ کرنے کے زمانے میں ہی کچھ اردو اور گجراتی کے رسالے بھی پڑھ لئے اور اردو گجراتی لکھنا اور حساب بھی سیکھ لیا۔

[1]......مولانا لیاقت علی الہ آبادی: آپ قرآن وحدیث کے متبحر عالم اور سنت رسول ﷺ کے پابند تھے، اعلائے کلمۃ اللہ کے حرص میں اپنی مثال آپ تھے۔انداز تبلیغ مخلصانہ اور طرز عمل مثالی تھا۔عقیدۃً وعملاً مولانا سید احمد صاحب بریلوی (م:۱۲۴۶ھ مطابق ۱۸۳۱ء) کے ہم مشرب تھے۔تعلیم کا آغاز بھوپال میں ہوا' اور تکمیل ٹونک میں ہوئی۔فراغت کے بعد کچھ عرصہ فوج میں ملازمت اختیار کی۔ فیروز پور چھاؤنی میں قیام رہتا۔وہاں زیادہ وقت عبادت وریاضت' مطالعۂ کتب وتبلیغ وتدریس میں صرف ہوتا۔ چند سکھ سپاہیوں نے آپ کے ہاتھ پر اسلام بھی قبول کیا۔پھر ترک ملازمت کرکے وطن تشریف لائے اور درس وتدریس اور دعوت وتبلیغ میں مشغول ہوگئے۔ چند ہی سال گذرے تھے کہ مولانا کا رخ جنگ آزادی کی طرف ہوگیا۔اب آپ نے الہ آباد کو مستقر بنا کر منظم فوج کی ترتیب دی۔عدالت اسلام کا صحیح نقشہ پیش کیا' کچھ حالات کی بنا پر مولانا کو روپوش ہونا پڑا۔اور کانپور' دہلی' کشمیر وغیرہ ہوتے ہوئے گجرات کے مشہور شہر بڑودہ تشریف لائے اور ایک سال تک قیام فرما کر راقم کے آبائی وطن لاجپور آگئے، یہاں آپ نے مراسم وبدعات کی بیخ کنی میں قابل قدر خدمات انجام دیں۔دس بارہ سال روپوش رہ کر اپنوں ہی کی غداری سے گرفتار کرلئے گئے اور انڈامان میں قید رہے۔اور وہیں وفات پائی۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔

نوٹ:......آپ کے تفصیلی حالات کے لئے دیکھئے!'' جلد ۲ ص ۲۲۔

اس کے بعد اپنے ماموں زاد بھائی مولانا ہاشم بن موسی کفلیتوی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بوستاں تک فارسی اور عربی علم صرف ونحو اور علم فقہ کی ابتدائی کتابیں ان سے پڑھیں۔

مولانا ہاشم بن موسی نہایت نیک پرہیزگار صابر وشاکر بزرگ تھے۔انہوں نے مولانا محمد فاضل صاحب سورتی کی خدمت بابرکت میں تحصیل علم کی تھی،مگر افسوس کہ ابھی آپ کی تیس سال کی عمر تھی کہ آپ کو جنون ہوگیا اور اسی حالت جنون میں اپنے وطن کے قریب ایک ندی میں گر کر وفات پائی۔[1]

ان کی وفات کے بعد مولانا عبدالحئی صاحب شہر سورت میں چلے گئے، اور مولانا محمد فاضل صاحب سورتی کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور ''کافیہ' کنز الدقائق' مختصر الوقایہ' اورشرح وقایہ' اور ایساغوجی'' اور اس کی شرح ''قال اقول'' وغیرہ کتابیں ان کی خدمت میں پڑھیں۔

حضرت مولانا محمد فاضل صاحب رحمہ اللہ

مولانا محمد فاضل صاحب کی عمر اس وقت اسّی (۸۰) سال سے زیادہ ہوچکی تھی۔ آپ تمام علوم میں مہارت تامہ رکھتے تھے، اور ہمیشہ تعلیم وتدریس ووعظ ونصیحت افتاء و

---

[1] ......مولانا محمد ہاشم صاحب نے' مولانا محمد فاضل صاحب سے صرف میں ''شافیہ'' اور نحو میں ''الفیہ'' تک اور فقہ میں ''شرح وقایہ'' تک تعلیم حاصل کی، پھر نکاح کی امنگ وخواہش کی وجہ سے نکاح کرلیا، نکاح کے بعد متعدد موانع کی وجہ سے علم کی تکمیل نہ کرسکے، ورنہ آپ بڑے ہی ذہین تھے۔ مولانا عبدالحئی صاحب نے آپ کے حالات میں لکھا ہے کہ:'' وكان رحمه الله زكيا ، فطينا ، لو اجتهد فى الطلب لكان له شأن ''۔ آپ کی عمر تیس (۳۰) سال کی تھی، صفرائے سوداء (کالا پت) کے مرض میں مبتلا ہوگئے' اسی حالت میں جنون ہوگیا' جس سے بے قابو ہوگئے' اور اپنے آپ کو ایک ندی میں گرادیا' اور وفات پائی۔

ارشاد میں مشغول رہتے تھے۔ قرآن مجید کی تفسیر بیان فرمانے میں آپ کو خاص طور پر ید طولی حاصل تھا، اور کتاب اللہ کے دقائق اور معارف اور نادر نکات ایسی صاف وشیریں سلجھی ہوئی تقریر میں بیان فرماتے تھے کہ عامی سے عامی اشخاص سمجھ لیتے تھے اور محظوظ ہوتے تھے، لیکن افسوس کہ خاص سورت والوں نے آپ کی قدر نہ کی۔ اہل سورت نے بوجہ تکبر وغرور کے نہ صرف یہ کہ قدر نہ کی، بلکہ برملا مخالفت اور دشمنی پر تل گئے، اور آپ کے علوم سے کما حقہ فائدہ نہ اٹھایا، اور آپ کے فیض صحبت کی برکات سے محروم رہے۔

حضرت مولانا اس زمانہ میں کہ ریل گاڑی نہ تھی سورت سے دہلی تک پیادہ پا سفر کی مشقتیں برداشت کر کے تحصیل علوم کے لئے خاتم المحدثین مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے، اور ان کی توجہ ظاہری وباطنی سے استفادہ فرمایا تھا، اور مولانا شاہ محمد اسحٰق صاحب محدث دہلوی سے شرف تلمذ حاصل کیا تھا۔ تقریباً نوے سال کی عمر میں اپنے وطن سورت میں وفات پائی، رحمہ اللہ تعالی۔

اس کے بعد مولانا عبدالحئی سورت سے بمبئی [1] چلے آئے، اور کمّو سیٹھ اور زکریا سیٹھ اور جامع مسجد کے مدارس اسلامیہ میں شرح جامی اور قطبی اور نورالانوار اور مختصر معانی تک کتابیں پڑھیں۔

[1]...... بمبئی میں مولانا عبدالحئی صاحب نے شیخ نظام الدین صاحب سے ''نورالانوار'' اور ''مختصر'' پڑھی، شیخ نظام الدین زبردست عالم، فقیہ، متقی، قانع بزرگ تھے۔ مساکین وفقراء کی صحبت اختیار فرماتے تھے۔ علماء کے آپس کے اختلاف اور عوام کے کاموں میں دلچسپیوں سے دور رہتے تھے۔ ہر وارد وصادر کی مدارات فرماتے۔ بمبئی میں وفات پائی۔

مدرسہ زکریا میں مولانا شیخ شعیب افغانی سے سید صاحب کی ''شرح ایساغوجی'' اور ''بدیع المیزان'' اور ''ہدیہ سعدیہ'' وغیرہ کتابیں پڑھیں۔ شیخ شعیب علامہ عبدالحئی لکھنوی کے تلامذہ میں سے تھے۔ بڑے لائق، تمام علوم کے جامع اور عربیت کے ماہر تھے۔ ان کے بعض کتب پر شرح وحواشی بھی ہیں۔

۱۳۰۲ھ میں مولانا عبدالحئیؒ صاحب بھوپال چلے گئے اور حضرت علامہ مفتی محمد عبدالحق صاحب ۱؎ سے ''حمداللہ'' کا کچھ حصہ، مولانا سراج احمد دیوبندی سے ''تصریح'' اور ''شرح چغمینی'' اور ''دیوان حماسہ'' کا کچھ حصہ، مولوی ظفر احمد صاحب دیوبندی سے ''مقامات حریری'' اور ''دیوان متنبّی'' اور مولوی نذیر احمد صاحب مراد آبادی ۲؎ شاگرد رشید مولانا عبدالحق خیرآبادی سے ''ملاحسن شرح سلم'' پڑھی، اور فاضل محدث مولانا حافظ احمد صاحب ۳؎ سے حدیث شریف کی کتب صحاح ستہ پڑھیں اور جناب فاضل اجل مولانا شیخ حسین یمنی ۴؎ سے صحاح ستہ کے اوائل یعنی ہر کتاب میں سے شروع کا تھوڑا سا حصہ پڑھا۔

جناب مولانا عبدالحئیؒ صاحب نے بھوپال سے واپسی کا ارادہ فرمایا تو آپ کو فاضل علامہ مولانا حافظ احمد صاحب محدث دہلوی اور مولانا شیخ حسین یمنی محدث نے علم حدیث کی اجازت اور سندیں لکھ کر عطا فرمائیں، جیسے کہ حضرات محدثین رحمہم اللہ کا طریقہ ہے۔ ۵؎

۱؎..... آپ کو علوم متعارفہ میں خاص ملکہ حاصل تھا اور فنون متعارفہ میں وافر حصہ پایا تھا۔ آپ نے شرح مسلم پر حاشیہ لکھا ہے' جسے علماء نے بہت پسند فرمایا۔ شروع میں آپ بھوپال کے مفتی مقرر ہوئے' پھر قاضی بنائے گئے۔

۲؎..... شاگرد رشید مولانا عبدالحق خیرآبادی۔

۳؎..... آپ احادیث نبوی کے رازداں وصاحب بصیرت محدث تھے۔ اپنی عمر کا بیشتر حصہ احادیث کی تعلیم وتدریس میں گزارا۔ انتہائی متواضع' زاہد عن الدنیا تھے۔ اولادوں میں تقوی پرہیزگاری نہ ہونے کی وجہ سے مکہ مکرمہ کی طرف ہجرت فرمائی اور وہیں مقیم رہے۔

۴؎..... آپ کو احادیث میں مہارت کاملہ حاصل تھی، اور اسماء رجال میں ملک راسخ حاصل تھا، اپنے آپ کو آثار وسنن کی اشاعت کے لئے وقف کردیا تھا۔ (دیکھئے! ذکر صالحین ص ۴۸ ج ۴)

۵؎..... شیخ حافظ احمد صاحب اور شیخ حسین یمنی نے اپنی سند میں جو کلمات مولانا عبدالحئیؒ صاحب کے متعلق لکھے ہیں' ان کو نقل کرتا ہوں۔ شیخ حافظ احمد صاحب رقمطراز ہیں:

''ان المولوی الحافظ الخطیب عبد الحئی بن الحافظ احمد الکفلیتوی المعروف

یہ سندیں مولانا محمد عبدالحئی صاحب نے اپنے رسالے میں پوری پوری نقل فرمادی ہیں۔

نیز حافظ محمد احمد صاحب نے مولانا عبدالحئی صاحب کے پاس اپنامد (ایک پیمانہ ہے جوصاع کی ایک چوتھائی کے برابر ہوتا ہے۔ [۱]) جوحضور رسول کریم ﷺ کے مد کے برابر تھا' معہ سند کے بھیجا۔ یہ سند بھی مولانا عبدالحئی کے رسالے میں منقول ہے۔ [۲]

اس کے بعد مولانا محمد عبدالحئی مرحوم بھوپال سے اپنے وطن کفلیتہ میں چلے آئے اور کچھ دنوں قیام کرکے کانپور چلے گئے اور مدرسہ دارالعلوم میں ٹھہرے۔ یہاں مولوی الٰہی بخش صاحب پنجابی سے ''ہدایہ آخرین'' اور ''رسالہ قطبیہ'' اور ''سراجی'' پڑھی۔ [۳]

مولانا الٰہی بخش صاحب مرحوم [۴] حضرت فاضل اجل مولانا احمد حسن صاحب پنجابی ثم الکانفوری کے شاگرد رشید تھے اور علوم درسیہ میں دستگاہ کامل رکھتے تھے۔

بالسورتی ، قد قرأ علیّ فی جماعة بقراءة مستقلة ' بلا مشارکة ، فکتبت له الاجازة بالشروط المعتبرة عند اهل الحدیث لانه اهلها''۔

شیخ حسین یمنی تحریرفرماتے ہیں:

'' فقد وقد الینا الشاب النجیب واللوزعی الاریب عبد الحئی بن الحافظ احمد الکفلیتوی وقرأ علی الحقیر اوائل الامهات الست ، فوجدته المعیا والفیته فهما ذکیا''۔

۱...... ایک صاع: ۳.۵۳۸/کیلو کا ہوتا ہے۔ اس کو لیٹر سے ناپا جائے تو: ۵.۸۸/لیٹر ہوگا۔ اس حساب سے صاع کا چوتھائی: ۱.۴۷/لیٹر ہوگا۔ مزید تفصیل کے لئے دیکھئے!'' الشرح الثمیری ''ص ۳۲۷ ج ۱، کتاب الزکوۃ۔

۲...... یہ مد آج بھی مولانا عبدالحئی صاحب کے خاندان میں موجود ہے۔

۳...... ان کے علاوہ ''میرزاہد'' اور ''ملاجلال'' ''شرح عقائد'' اور ''خیالی'' وغیرہ کتابیں بھی پڑھیں۔

۴...... سلامتی عقل اور ذکاوت طبع کی وجہ سے دارالعلوم میں اپنے شیخ کے سامنے ہی مسند تدریس پر جلوہ افروز ہوئے۔ نوجوانی ہی سے صالح اور متقی تھے۔ معقول ومنقول کے جامع تھے۔ اپنے اموروا حوال میں مستقل مزاج تھے۔ آخری دم تک تدریس میں مشغول رہے۔

اس کے بعد مولانا عبدالحیٔ صاحب مرحوم رامپور چلے گئے اور وہاں مولانا عبدالحق صاحب خیرآبادی ۱؎ کے حلقۂ درس میں شرکت فرماتے رہے، اور مولوی محمد نادرالدین صاحب پنجابی سے ''قاضی مبارک'' (''شرح مسلم'' بحث موضوع تک) ''حمد اللہ'' اور ''صدرالشیر ازی'' پڑھیں۔

رام پور سے مولانا محمد عبدالحیٔ مرحوم علی گڑھ آئے اور مولانا محمد لطف اللہ صاحب کی خدمت میں ''شمس بازغہ'' اور ''حمداللہ'' اور ''تصریح'' تھوڑی سی پڑھی۔

اس کے بعد مولانا محمد عبدالحیٔ مرحوم دوبارہ کانپور گئے اور دارالعلوم میں مقیم ہوئے اور کانپور کے مشہور و معروف فاضل مولانا احمد حسن صاحب مرحوم ۲؎ سے ''تفسیر بیضاوی''

۱؎......مولانا عبدالحق صاحب یکتائے زمانہ و علامۂ وقت تھے۔ منطق و فلسفہ اور اصول و فنون میں آپ کی تبحر علمی پر سب کا اتفاق تھا۔ تدریس و تصنیف میں مشغول رہتے تھے۔ متعدد علوم و فنون میں کتابیں تالیف فرمائیں۔ بقول مولانا عبدالحیٔ صاحب: ''علوم نقلیہ اور فنون مشہورہ کی سرداری آپ پر ختم ہو گئی تھی''۔

۲؎......مولانا احمد حسن صاحب، شیخ لطف اللہ صاحب کے شاگرد تھے۔ علوم درسیہ میں دستگاہ کامل رکھتے تھے۔ دور دور سے طلبہ آ کر علمی پیاس سے سیرابی حاصل کرتے تھے۔ آپ کے تلامذہ فضلائے کاملین میں تھے۔ حضرت حاجی امداد صاحب کے حکم کی تعمیل میں ''مثنوی'' پر بہترین حاشیہ لکھا۔ آخری عمر میں بمرض بواسیر غالباً ۱۳۲۲ھ میں واصل بحق ہوئے۔ آپ کی وفات پر مولانا عبدالحیٔ صاحب نے جو مرثیہ کہا، اس کے چند اشعار درج ہیں: ۔ (البصائر ص ۴۸ ج ۱)

قد فاق اهل العصر فی ادراکه — وفیضه العالی علی الداماء
فما بدی فی عصره من مثله — فی حکمة و مسکة فی الراء
کم من کتاب قد افادت نفسه — وبثه فی سائر الانحاء
کم من نکات لاح من تصریحه — کم من صعاب حلّ بالایماء
اسکنک الرحمن یا احمد حسن — فی جنة عالیة غناء
هذا دعاء الطیب من رب السما — اجابة برحمة سخّاء

اور ''شرح معانی الآثار طحاوی'' اور ''مسلم شریف'' اور ''توضیح وتلویح'' اور ''شرح مسلم'' (اور ''قاضی ابن مبارک'' اور ''خلاصۃ الحساب'') وغیرہ پڑھیں۔

اس کے بعد مولانا عبدالحئی مرحوم صاحب کو علم طب کا شوق دامنگیر ہوا تو لکھنؤ جا کر وہاں کے مشہور فاضل طبیب حکیم عبدالعزیز سے شرح موجز (کا کچھ حصہ اور شرح اسباب (نفیسی کی) پڑھی، لیکن چونکہ حکیم صاحب کے یہاں درس میں دیر لگتی تھی [۱] اس لئے دہلی چلے گئے اور مدرسہ طبیہ میں جناب حاذق الملک حکیم محمد عبدالمجید خان صاحب [۲] سے ''شرح موجز'' و''شرح اسباب'' و''کلیات القانون'' (اور ''حیات القانون'' اور ''تشریح القانون'') پڑھیں اور ان کے مطب میں بیٹھے اور ملکۂ تامہ حاصل کیا۔

تدریس

تکمیل طب کے بعد پھر وطن واپس گئے اور اعزاء واقارب کی ملاقات سے مسرت حاصل کی اور کچھ دنوں فارغ البالی اور خوشی وراحت میں رہ کر قصبۂ راندیر تشریف لے گئے اور سیٹھ حاجی اسماعیل پیپڑی کے مدرسہ اسلامیہ محمدیہ میں منصب تدریس پر مقرر ہوئے۔

کچھ عرصہ تک وہاں طلبہ کو درس دیا کہ کانپور سے مولانا احمد حسن صاحب کا کرامت نامہ

---

[۱]......مولانا عبدالحی صاحب اس کی تشبیہ چیونٹی کی چال سے دیتے تھے:

''ولما کان دابۃ فی التعلیم دبیب النملۃ''

[۲]......جن کو فن طب میں ید طولی حاصل تھا، امراض کی تشخیص اوران کے علاج میں ملکۂ راسخہ اور فراست تامہ رکھتے تھے۔ مولانا عبدالحئی صاحب نے آپ کو: 'عمدۃ الحکماء الحاذقین و زبدۃ الاطباء الماھرین' کے القاب سے یاد کیا ہے۔ علم طب آپ کو ورثہ میں ملا تھا۔ آپ کے والد محمود خاں صاحب بھی حکماء میں سے تھے۔ آپ علم طب کی اشاعت میں ہمہ وقت مشغول رہتے تھے۔ اسی حرص میں آپ نے مدرسہ طبیہ قائم کیا، جس میں خود درس دیتے تھے۔ مریضوں کا علاج للہ فی اللہ کرتے تھے۔

آپ کی طلبی میں راندیر پہنچا، آپ فوراً کانپور روانہ ہوئے وہاں جا کر معلوم ہوا کہ دارالعلوم کی طرف سے جلسہ دستار بندی منعقد ہونے والا ہے اور فارغ التحصیل علماء کو دستار فضیلت عطا ہونے والی ہے، چنانچہ جلسہ منعقد ہوا جس میں اطراف واکناف ہندوستان کے بڑے علماء موجود تھے، ان حضرات علماء نے ان تمام فارغ التحصیل علماء سے جن کو دستار فضیلت عطا ہونے والی تھی' بطور امتحان کچھ سوالات کئے، پھر مولانا محمد لطف اللہ صاحب علی گڑھی نے اپنے دست مبارک سے ان حضرات کے سروں پر دستار فضیلت باندھی اور ان کے علوم میں برکت کی دعا فرمائی اور شریعت حقہ پر قائم رہنے اور علوم دینیہ کی خدمت اور اشاعت کرنے کی نصیحت کی، اور مولانا احمد حسن صاحب نے مولانا عبدالحئ صاحب اور ان کے ہمراہیوں کو سند عطا فرمائی' اس سند پر تمام علماء حاضرین جلسہ نے دستخط فرمائے۔ [1]

---

[1]...... یہ سند مقدمہ البصائر کے ص ۱۵۱ر پر درج ہے۔ اس سند میں مولانا احمد حسن صاحب نے مولانا عبد الحئ صاحب کے متعلق جو الفاظ تحریر فرمائے ہیں وہ قابل درج ہیں۔ موصوف رقمطراز ہیں:

''وقد وُفِّق لها من الله الرّبّ الجليل ، الفاضل الاعز النبيل ' الاديب الذكى ' اللبيب الالمعى المولوى الحكيم عبد الحئى بن الحافظ احمد الكفليتوى ' صانه الله تعالى من مخالب الغبى والغوى ، ترك الوطن والاحباب ' واقتعد غارب الاغتراب ' مستحليا لمرارة مصائب الاسفار ' ومستلذا لرزايا قطع المنازل والاقطار ، فورد بعد طى المهامة والأكام فى هذه المدرسة ' التى اسمها" فيض عام" حرسها الله من حوادث الليالى والايام ' الواقعة ببلدة كانفور ' المحمية عن الفتن والشرور، فاشتغل بقراء ة الكتب الدرسية علىّ ' واجتهد فى تحصيل العلوم النقلية و العقلية لدىّ ' وسمّر عن ساق الجدّ لتكميل مقصوده وا تمامه ، ولم يال جهداً فى طلب مرامه فبعد ما رقاه الله فى الفضل والكمال ' وحلّاه بيواقيت الفضائل والجزيله واللال ''۔

ترجمہ: اور اللہ تعالی کی طرف سے اس کی توفیق فاضل مشہور' لائق ادیب' ذکی ماہر مولوی حکیم عبدالحئ محمد بن حافظ احمد کفلیتوی کو حاصل ہوئی۔ اللہ تعالی اس کی حفاظت فرمائے' غباوت اور گمراہی سے۔ اس نے وطن کو چھوڑا اور احباب کو چھوڑا اور سفر اختیار کیا' سفر کے مصائب کو شیریں سمجھتے ہوئے اور لذیز سمجھتے ہوئے

اس کے بعد مولانا عبدالحئی مرحوم راندیر تشریف لے گئے اور مدرسہ محمدیہ میں بدستور سابق منصب تدریس پر مقیم ہو کر طلبہ کو فیض پہنچانے میں مشغول ہوئے۔ پھر اہل مولمین نے آپ سے درخواست کی جامع مسجد کی امامت وخطابت آپ قبول فرمالیں۔ مولمین برہما کا ایک شہر ہے، جس میں نواح سورت اور راندیر کے بہت سے تجارت پیشہ مسلمان مقیم ہیں، اور ان کی بڑی بڑی تجارتیں رنگون اور برہما میں ہیں۔

سفر برما

مولانا نے اپنے احباب اور اہل وطن کی درخواست کو قبول فرمایا اور راندیر کے مدرسہ سے قطع تعلق کر کے (۱۳۰۹ھ میں) مولمین تشریف لے گئے، دس سال تک وہاں خدمت خطابت پر قیام فرمایا، اور چونکہ اس عرصہ میں مولانا کو علمی خدمات میں مشغول رہنے کا وقت مل گیا، اس لئے تالیف وتصنیف میں مشغول ہوئے اور علم دین کے قیمتی خزانے رسالوں اور کتابوں کی صورت میں تیار کر لئے۔

سفر حج

پھر آپ کو حج بیت اللہ کا شوق دامنگیر ہوا تو مولمین سے روانہ ہو کر ۱۳۲۱ھ میں

قطع منازل اور اطراف کی مصیبتوں کو۔ پس وارد ہوا بعد طے کرنے جنگلات اور ٹیلوں کے اس مدرسہ میں، جس کا نام ''فیض عام'' ہے، اللہ تعالی اس مدرسہ کی حفاظت فرمائے رات، دن اور ان کے حوادثات سے۔ یہ مدرسہ واقع ہے شہر کانپور میں، جو محفوظ ہے فتنوں اور شرارتوں سے۔ پس مشغول ہو گیا وہ یہاں کتب درسیہ کے پڑھنے میں مجھ سے، اور خوب کوشش کی علوم عقلیہ ونقلیہ کی تحصیل میں، اور پوری تیاری کی اپنے مقصود کی تکمیل میں، اور اس کے پورا کرنے میں، اور کسی قسم کی کوتاہی نہیں کی اپنے مقصد کے طلب میں۔ پس اللہ تعالی نے ان کو ترقی دی فضل میں، اور آراستہ کیا فضائل کثیرہ کے یاقوتوں کے ساتھ اور موتیوں کے ساتھ۔

(فلغلان کے راستہ سے) مکہ معظّمہ پہنچے اور رمضان المبارک کا مہینہ مسجد حرام میں عبادت وذکرِ الٰہی میں گزارا' اور وہیں ذوالحجہ تک قیام فرما کر ارکانِ حج ادا کیئے، پھر مکہ معظّمہ سے روانہ ہوکر سید المرسلین خاتم النبیین ﷺ کے پاک شہر مدینہ منورہ میں حاضر ہوئے۔ مسجد نبوی اور روضۂ مطہرہ کی زیارت سے آنکھیں ٹھنڈی کیں' اور جان ودل کو خوشی بخشی' اور غلبہ شوق کی وجہ سے ہمراہیوں کے ساتھ واپس نہ ہوئے بلکہ قافلہ چلا گیا' آپ مدینہ منورہ ہی میں مقیم رہے' سات مہینے تک مدینہ منورہ میں قیام فرمایا اور مسجد نبوی میں لوجہ اللہ طلبہ کو علوم دینیہ کی تعلیم دیتے رہے۔

اس درمیان میں مدینہ منورہ کے مشہور فاضل علامہ سید برزنجی ومولانا سید محمد سعید بن مولانا سید محمد مغربی شیخ الدلائل سے اجازت وسند حاصل کی۔ [۱]

موسم حج کے قریب مدینہ منورہ سے مکہ معظّمہ تشریف لائے اور دوسرے حج سے فارغ ہوکر مکہ معظّمہ کے حضرات علماء کرام سے اجازت حاصل کرنے کی تمنا پیدا ہوئی تو اس پاک شہر کے علماء کرام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مولانا سید حسین طرابلسی اور حضرت علامہ ابوالخیر شیخ احمد صاحب سے اجازت نامے اور سندیں حاصل کیں۔ [۲]

رنگون میں جامع مسجد کی خطابت پر تقرر

پھر با' دل گریاں و بریاں مکہ معظّمہ سے واپس ہوئے اور چند مہینے وطن میں قیام کیا کہ شہر رنگون کی مشہور ومعروف سورتی مسجد کے ٹرسٹیوں نے آپ کو سورتی جامع مسجد رنگون کی خطابت کے لئے مدعو کیا' آپ نے حضرت حق تعالیٰ کی جناب میں استخارہ کر کے اسے منظور

[۱]...... یہ سند مقدمہ البصائر کے ۵۸و۶۶ پر درج ہے۔

[۲]...... یہ سندیں مقدمہ البصائر کے ۶۹و۷۳ پر درج ہیں۔

فرمالیا اور تقریباً نو سال رنگون میں خطیب رہے، اس اثناء میں یہی رات دن دینی خدمات میں مشغولی کے سوا دوسرا کام نہ تھا۔

بلا مبالغہ یہ کہنا صحیح ہے کہ احمد آباد کے فاضل علماء کے گذشتہ علمی دور کے بعد' دوسو برس میں سرزمین گجرات میں اس شان کا جامع العلوم' فاضل' وسیع النظر' محقق عالم' پیدا نہیں ہوا۔

رحمة الله عليه رحمة واسعة ۔[۱]

قدرت ایزدی نے جناب مولانا مولوی محمد عبدالحئ صاحب مرحوم کو ان کی جانشینی کے لئے اولاد عطانہ فرمائی' تو ان کی علمی تالیفات کو ان کا صحیح اور سچا جانشین بنادیا' جوانشاء اللہ قیامت تک ان کے مآثر علمیہ کو اہل دنیا کے سامنے روشن رکھیں گی' جو واقعی طور پر ان کی حقیقی یادگاریں ہیں۔

وعظ وتذکیر کے علاوہ' دینی رسائل تالیف وتصنیف فرماتے اور خلق خدا کو علمی فیض پہنچاتے رہے۔ مولمین ورنگون کے زمانہ ہائے قیام میں مولانائے ممدوح نے علوم دینیہ کے جو بیش بہاء ذخیرے تالیف فرمائے ان کی مختصر فہرست یہ ہے:

تصانیف

(۱)......''البصائر فی تذکیر العشائر'' عربی زبان میں وعظ کی معتبر اور مفید کتاب ہے۔

(۲)......''اطیب المرام'' عربی نظم فرائض کا عمدہ رسالہ۔

(۳)......''اداة التنبیه'' اردو میں مشابہت بکفار کے بیان میں۔

(۴)......''الشہاب الثاقب'' بانی انجمن اتحاد مذاہب۔

[۱]......اگر قلم اجازت دے تو میں اس بات کے اظہار کی جرأت کروں کہ حضرت مولانا احمد میاں صاحب لاجپوری (جن کا تذکرہ ص ۳۴۸ ر پر گذرا) کی عمر وفا کرتی تو یقیناً آپ کی علمی شان نرالی ہوتی۔

(۵)......''الخلافہ'' اردو میں خلافت اسلامیہ پر مفصل بحث۔

(۶)......''المدافع الالھیه'' اردو، بابی مذہب کا رد۔

(۷)......''اجابة السائل عن القنوت فی النوازل'' اردو، مصائب کے وقت قنوت پڑھنے کا حکم۔

(۸)......''القول المجلی'' عیدگاہ میں نماز عیدین کی مسنونیت کا بیان۔

(۹)......''السبیل الاقوم فی توضیح المسلم'' مسلم الثبوت کی نادر اردو شرح۔

(۱۰)......''سلعة القربة فی شرح النخبه'' نخبۃ الفکر کی مطلب خیز اردو شرح۔

(۱۱)......''سوانح علوم اسلامیہ'' علوم اسلامیہ کی تاریخ اور متقدمین اہل اسلام کے کارنامے۔

(۱۲)......''عقد الفرائد فی نظم العقائد'' عربی نظم میں عقائد اسلامیہ کا بیان۔

(۱۳)......''کلمۃ الفصل'' اختلافی مسائل تقلید وغیرہ کا منصفانہ فیصلہ۔

(۱۴)......''مجموعۃ خطب منبریہ'' جمعہ وعیدین کے خطبے۔

(۱۵)......''نظم الدرمعه شرح القول الاغر'' متن وشرح دونوں عربی علم صرف کا عمدہ رسالہ۔

(۱۶)......''نزھة الانظار'' عربی نظم میں منطق کا رسالہ۔

(۱۷)......''نضرۃ النعیم مع ترجمہ اردو'' حضور ﷺ کے علم غیب کے بیان میں۔

(۱۸)......''نسیم الصبا'' اردو سود کی حرمت کا بیان۔

(۱۹)......''ہدیۃ السفر'' ارکان اسلام۔

(۲۰)......''رسالہ حکم اجرت تلاوت''۔

(۲۱)......''رسالہ حکم ثیاب مقصورہ''۔

(۲۲)......''رسالہ حکم التحرک فی الصلوٰۃ''۔

(۲۳)......''رسالہ حالات خود عربی''۔

(۲۴)......''ترجمہ حصون حمیدیہ''۔

مذکورہ بالا تصنیفات و تالیفات میں سے سوائے مؤخر الذکر پانچ رسالوں کے تمام کتابیں حضرت مؤلف کی زندگی میں طبع ہو کر شائع و مقبول ہو چکی ہیں۔ان کے علاوہ مولانا ممدوح کے قلم فیض رقم کے اور بھی مسودات ہیں جو پورے نہ ہو سکے یا ہو گئے، مگر طبع نہ ہو سکے۔

اور مولانا نے اپنی حیات میں اس مسئلہ کی تحقیق کے لئے کہ رویت ہلال کے بارے میں ٹیلی گراف کی خبر کا اعتبار کیا جائے یا نہیں؟ عربی میں ایک سوال مرتب فرما کر ہندوستان وعرب واستنبول کے علماء کی خدمت میں بھیج کر جواب حاصل کئے تھے،ارادہ تھا کہ انہیں مرتب فرما کر شائع فرمادیں کہ پیام صادق آ پہنچا اور داعی اجل کو لبیک کہہ کر دارالسلام کی طرف کوچ فرمایا۔

ان مسودات کو مولانا حکیم محمد ابراہیم صاحب راندیری نے مرتب فرمایا اور معہ ایک تمہیدی مضمون کے جس میں اس مسئلہ کے تمام پہلوؤں کو صاف روشن کر دیا گیا ہے، رسالہ کی شکل میں طبع کرا کر شائع فرمادیا ہے۔اس رسالہ کا نام 'البیان الکافی فی حکم الخبر التلغرافی' ہے۔

مولانائے ممدوح نے اپنی سوانح خود ایک عربی رسالے میں تحریر فرمائی ہے ہم نے اکثر مندرجہ بالا حالات اسی رسالے سے لئے ہیں۔

وفات

بالآخر مولانا جامع مسجد رنگون کی خدمت خطابت اوراس کے ضمن میں تالیف وتبلیغ واشاعت جیسے پاک شغلوں میں ہی مصروف رہے کہ وعدۂ الٰہیہ آپہنچا اور چندروز کھانسی نزلہ میں مبتلا رہ کر بتاریخ ۱۰؍رجب المرجب ۱۳۳۱ھ مطابق ۱۶؍جنوری ۱۹۱۳ء یوم دوشنبہ کوعصر کے بعد دارفانی سے رحلت گزیں عالم جاودانی ہوئے: ’’انا للہ وانا الیہ راجعون‘‘

اہل علم وارباب فضل وکمال سے محبت رکھنے والے حضرات کے دلوں پرغم کا پہاڑ گر پڑا اور با' دل بریاں وچشم گریاں اس علم وتقوی کے خزانے کورنگون کے مقبرۂ عامہ [1] میں زمین کے سپرد کردیا ۔

ہرآنکہ زاد بناچار بایدش نوشید   زجام دہر مئے کل من علیہا فان [2]

یہ مضمون ’’الجواھر الزواھر ترجمہ البصائر فی تذکیر العشائر‘‘ سے لیا گیا ہے، جومولانا مرحوم کی خودنوشت سوانح حیات عربی سے حضرت مفتی اعظم مولانا محمد کفایت اللہ صاحب نے مرتب فرمایا ہے۔

[1]...... راقم الحروف کورجب ۱۴۱۳ھ مطابق جنوری ۱۹۹۳ء میں' سفر برما کے دوران حضرت کی مزار پر حاضری اورایصال ثواب کی توفیق نصیب ہوئی، الحمد للہ علی ذلک۔ محشی

[2]......

﴿۶﴾

حضرت مولانا حافظ غلام محمد صاحب راندیری

ولادت:......۱۲۸۱ھ۔

وفات:......۱۳۳۴ھ ۱۹۱۶ء۔

ماہنامہ ''دارالعلوم'' دیوبند ذی الحجہ ۱۳۷۳ھ

....

''گجرات کے مسلمانوں پر آپ (مولانا غلام صاحب) نے جو دینی احسانات کئے ہیں، وہ نہایت عظیم الشان ہیں۔ آپ سے پہلے کسی نے یہ کام نہیں کیا، جو آپ نے اپنے برادران وطن کی خیر خواہی کی بنا پر کیا۔ عقائد وفقہ کی بہت سی کتابوں کا گجراتی میں ترجمہ کیا، اور چھپوا کر شائع کیا۔ اگر یہ کہا جائے کہ گجرات کے لوگوں کے عقائد اور اعمال کی اصلاح اور درستی مولانا کے گجراتی تراجم ہی کی بدولت ہوئی ہے تو بے جا نہ ہوگا''۔

(از: مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب)

حضرت مولانا حافظ غلام محمد راندیری رحمہ اللہ

نام

نامِ نامی غلام محمد (ابن حافظ صادق) ہے۔وطن راندیر ضلع سورت ہے۔

تعلیم

آپ نے علوم دینیہ کی تحصیل ہندوستان کے متعدد شہروں مثلاً میرٹھ' دہلی' دیوبند' کانپور وغیرہ میں کی تھی۔ ہمیشہ ماہرین و کاملین فن کی تلاش میں رہتے اور جہاں کسی اہل کمال کا سراغ ملتا اس کی خدمت میں حاضر ہو کر استفادہ کرتے۔

حضرت مولانا احمد حسن کانپوری کے ارشد تلامذہ میں سے تھے۔ذکاوت وذہانت میں یگانۂ روزگار تھے' علوم دینیہ میں آپ کو کامل دستگاہ حاصل تھی' مسائل فقہیہ میں نہایت وسیع نظر رکھتے تھے۔

اوصاف وکمالات

باوجود ان کمالات کے طبیعت میں نہایت سادگی تھی۔زہدوتقوی آپ کا خواص وعوام میں آفتاب کی طرح روشن تھا۔حق گوئی آپ کا ممتاز وصف تھا۔نہایت بلند ہمت' دینی خدمات میں چست اور کریم النفس بزرگ تھے۔لباس سادہ پہنتے اور بسا اوقات موٹا کپڑا استعمال فرماتے تھے۔

بیعت

شیخ العرب والعجم حاجی امداد اللہ مہاجر مکی قدس سرہ سے شرف بیعت حاصل تھا، اس تعلق کی بناء پر حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی نور اللہ مرقدہ سے آپ کو بے حد محبت تھی۔

اکثر خدمت مبارک میں حاضر ہوتے اور مولانا بھی آپ کی طرف خاص التفات سے نظر فرماتے تھے، مولانا کو آپ کے ساتھ دلی تعلق تھا۔

دن کو دینی خدمات میں مشغول رہتے اور رات ریاضت ومجاہدہ اور عبادت میں گزرتی۔ محنت وجفاکشی اور مشقت کا دلی جوش سے خیر مقدم کرتے تھے۔ اور ہر نیک کام میں دوسرے ہمراہیوں سے آگے آگے رہتے۔

لوگوں کے عقائد واعمال درست کرنے کی دھن میں ہمیشہ سرگرم رہتے، اور دن رات اسی کی تدبیریں سوچتے رہتے تھے، اوران تدبیروں کو منصۂ وجود پر لاتے رہتے۔

مخالفین اسلام سے مناظرہ ومقابلہ کرنے کا آپ کو خاص شوق تھا۔ اوراس میں آپ کو ایک خاص مہارت ہوگئی تھی۔ بڑے بڑے پادری اور پنڈت وغیرہ آپ کے سامنے آتے ہوئے گھبراتے، اور اکثر اوقات آپ کا نام سن کر دم چرا جاتے تھے۔

تصانیف

گجرات کے مسلمانوں پر آپ نے جو دینی احسانات کئے ہیں وہ نہایت عظیم الشان ہیں۔ آپ سے پہلے کسی نے یہ کام نہیں کیا' جو آپ نے اپنے برادران وطن کی خیرخواہی کی بناء پر انجام دیا۔

عقائد وفقہ کی بہت سی کتابوں کا گجراتی میں ترجمہ کیا' اور چھپوا کر شائع کیا۔ اگر یہ کہا جائے کہ گجرات کے لوگوں کے عقائد اوراعمال کی اصلاح اور درستی مولانا کے گجراتی تراجم ہی کی بدولت ہوئی ہے تو بے جا نہ ہوگا۔ یہ تمام دینی خدمات حسبۃ للہ انجام دیتے تھے، اورنہایت شوق اوراخلاص سے رات دن اس میں مشغول رہتے۔ آپ کی تالیفات وتراجم کی مختصر فہرست یہ ہے:

فہرست تصانیف

۱	مشارق الانوار کا گجراتی ترجمہ تین جلدوں میں	۱۳	حقیقت جہاد گجراتی............
۲	تحفۃ الہند کا گجراتی اور انگریزی ترجمہ.........	۱۴	دوکلمہ نصیحت گجراتی.........
۳	حقیقت تعزیہ وفتوی تعزیہ داری گجراتی........	۱۵	ردشرک گجراتی............
۴	ازالۃ الریب فی علم الغیب اردو............	۱۶	الوعظ اردو..................
۵	تقویۃ الایمان کا گجراتی ترجمہ.............	۱۷	راہ نجات کا گجراتی ترجمہ......
۶	نصیحۃ المسلمین کا گجراتی ترجمہ...........	۱۸	زبدۃ المناسک کا گجراتی ترجمہ
۷	اظہار الحق کا گجراتی اور انگریزی ترجمہ.......	۱۹	فرائض کا رسالہ گجراتی میں....
۸	بہشتی زیور کامل کا گجراتی ترجمہ............	۲۰	بیبل پرکشا گجراتی............
۹	منبہات ابن حجر کا گجراتی ترجمہ............	۲۱	مالابدمنہ کا گجراتی ترجمہ......
۱۰	مولوی بشیر صاحب بڑودوی کا رد اردو........	۲۲	نورہدایت گجراتی............
۱۱	سیتارتھ پرکاش کا رد گجراتی اور انگریزی میں ترجمہ	۲۳	غیبی رسالہ اردو..............
۱۲	تنبیہ محافظ گائے گجراتی اور انگریزی..........	۲۴	اصلاح الخیال کا گجراتی ترجمہ.

ناظرین خیال فرماسکتے ہیں کہ حضرت مولانا کی نظر انتخاب نے کیسے کیسے عمدہ اور مفید رسالے ترجمہ کے لئے منتخب فرمائے۔اور یہ کہ گجراتی زبان میں ان کی اشاعت کی کس قدر سخت ضرورت تھی، جوخدا تعالی نے حضرت مولانا کے ہاتھ سے پوری کرائی، اور یہ کہ تراجم کے ذریعہ سے اہل گجرات کو کس قدر دینی فائدہ پہنچا ہوگا۔

سچ تو یہ ہے کہ ضلع سورت اور اس کے اطراف اور کاٹھیاواڑ میں جس قدر دینی روشنی نظر آرہی ہے، وہ حضرت مولانا حافظ محمد اسماعیل صاحب مرحوم وحضرت مولانا حافظ غلام

محمد صاحب مرحوم کے انفاس طیبہ کے طفیل سے پھیلی ہے۔ خدا تعالیٰ ان حضرات کی قبروں کونور سے بھرے، اوران پر رحمت کی بارشیں برسائے۔

فرق صرف یہ ہے کہ حضرت مولانا حافظ محمد اسماعیل صاحب مرحوم کا فیض ان کے وعظ ونصیحت کے ذریعہ پھیلا۔ انہوں نے تالیف وتصنیف کی جانب توجہ نہ فرمائی، ان کی زیادہ تر توجہ وعظ ونصیحت کی جانب مبذول رہی اور حضرت مولانا مولوی غلام محمد صاحب نے تصنیف وترجمہ کے ذریعہ سے اصلاح فرمائی۔ دونوں کا فیض عام اوراشاعت پذیر ہوا، **جزاهم الله عنا وعن سائر المسلمين۔**

وفات

۱۷/مارچ ۱۹۱۶ء مطابق ۱۲/جمادی الاول ۱۳۳۴ھ کو جمعہ کا دن تھا۔ آپ جمعہ کی نماز کوتشریف لے گئے، نماز پڑھی اور واپسی میں آئس کریم یعنی ملائی کا برف بچوں کے لئے بازار سے لیتے ہوئے مکان تشریف لائے۔ اہل وعیال کوکھلائی، خود بھی دو چار چمچے نوش فرمائے۔ آئس کریم کھاتے ہی آپ کے تمام بدن پر پسینہ آ گیا اور لیٹ گئے اور فرمایا کہ بس میرا وقت اخیر آ گیا۔ یہ فرما کر خدا تعالیٰ کی جانب متوجہ اور سفر آخرت کے لئے تیار ہوگئے، اور برابر کلمہ شریف پڑھتے رہے یہاں تک کہ تقریباً ترپین سال کی عمر میں علم وتقوی ہدایت وارشاد کا آفتاب' وقت عصر سے پہلے غروب ہوگیا۔

''انا لله وانا اليه راجعون''

حضرت مولانا کی وفات قابل غبطہ ہے، نہ ایک وقت کی نماز قضاء ہوئی، نہ مرض کی وجہ سے صاحب فراش رہے، بلکہ چلتے پھرتے آناً فاناً ہوش وحواس کی حالت میں کلمہ پڑھتے پڑھتے نہایت اطمینان وسکون کے ساتھ جوار رب العزت میں چلے گئے۔

وصیت

آپ کی وصیت تھی کہ آپ کی قبر اور قبروں سے دور قبرستان کے کسی ایسے گوشے میں جو قبروں سے خالی ہو بنائی جائے، تاکہ خاندان کی قبروں کے قریب قبر بنانے اور اس کی وجہ سے قبروں پر قبریں بن جانے کی جو بری رسم پڑ گئی ہے' آپ کے اس طرز عمل سے اس کی برائی لوگوں کو معلوم ہو جائے اور آئندہ وہ اپنے مردوں کی قبر خاندان کی قبروں سے علیحدہ بنانے میں پس وپیش نہ کریں، چنانچہ آپ کی وصیت کے مطابق آپ کی قبر علیحدہ کھدوائی گئی۔ زمین سخت تھی اس لئے قبر کی تیاری میں دیر ہوگئی گیارہ بجے رات کے قریب قبر تیار ہو سکی۔ اتنے وقفہ کی وجہ سے سورت اور اس کے اطراف وجوانب کے سینکڑوں آدمی جن کو انتقال کی خبر پہونچتی گئی جمع ہو گئے، اور تقریباً ایک ہزار آدمیوں کے مجمع نے حضرت مولانا کے جنازے کی نماز پڑھ کر بارہ بجے رات کے قریب گجرات کے اس بیش بہا علم واتقاء کے آخری خزانے کو زیر زمین دفن کر دیا، رحمه الله رحمة واسعة كاملة۔

اولاد

آپ کی اولاد میں آپ کی وفات کے وقت پانچ لڑکے اور تین لڑکیاں موجود تھیں۔ ان میں مولوی حکیم عبدالرحمٰن صاحب نے کچھ علوم دینیہ اور پھر فن طب کی تحصیل کر کے ایک عرصہ تک مطب کا مشغلہ جاری رکھا، پھر مطب چھوڑ کر رنگون چلے گئے اور وہاں مدرسہ محمدیہ راندیریہ کی نظامت پر مقرر ہوئے۔ ایک عرصہ تک نظامت کا عہدہ نہایت خوش اسلوبی سے سنبھالا اس کے بعد راندیر چلے آئے۔

دوسرے صاحبزادے مولوی حافظ عبدالرحیم صاحب سلمہ ہے' جنہوں نے باقاعدہ درس نظامیہ کی تکمیل مدرسہ امینیہ دہلی میں کی ہے۔ آپ ''الولد سر لابیه '' کا صحیح مصداق

ہیں،۔والد ماجد کی طرح تبلیغی امور میں دلچسپی ہے۔کئی ایک تبلیغی رسائل گجراتی میں آپ نے لکھے ہیں۔

اور سب سے بڑھ کر یہ کہ قرآن مجید کا نہایت عمدہ ترجمہ علماء کی ایک معتبر جماعت کے ساتھ مل کر گجراتی زبان میں معہ فوائد مفیدہ حامل المتن شائع کیا ہے،جس سے اہل گجرات بڑا فائدہ اٹھا رہے ہیں۔

تحریر وتقریر کا اچھا سلیقہ رکھتے ہیں۔ جمعیۃ العلماء صوبہ گجرات کے صدر ہیں۔ بہت سے دینی اور اصلاحی کاموں میں آپ کافی حصہ لیتے رہتے ہیں۔خدا اخلاص کے ساتھ مزید توفیق عطا فرماوے۔[۱]

(ماخوذ از:الجواہر الزواہر)

[۱].....مولانا حافظ عبدالرحیم صاحب: آپ کی ولادت ۱۹۰۱ء میں ہوئی۔اردو، فارسی اور ابتدائی عربی کی کتابیں اپنے والد صاحب مرحوم سے پڑھیں، پھر مدرسہ امینیہ دہلی میں داخلہ لیا اور وہیں سے سند فراغت حاصل کی۔مفتی کفایت اللہ صاحب، مولانا ضیاء الحق صاحب دیوبندی، مولانا امین الدین صاحب رحمهم الله اجمعین سے شرف تلمذ حاصل تھا۔فراغت کے بعد ایک سال جامعہ حسینیہ راندیر میں تدریسی خدمت انجام دی۔ایک سال کے بعد تدریس کا مشغلہ چھوڑ کر اپنے والد مرحوم کے نقش قدم پر چل کر گجراتی میں تصنیفی خدمت کی طرف متوجہ ہوئے اور تادم آخر اسی خدمت میں مشغول رہے۔مولانا بڑے مہمان نواز تھے۔اخلاق حسنہ میں اپنی مثال آپ تھے۔۲۲/اگست ۱۹۶۸ء مطابق ۱۳۸۸ھ میں بروز جمعرات وفات پائی،رحمه الله۔

﴿۷﴾

حضرت مولانا احمد حسن بہام سملکی

ولادت:......۱۲۹۶ھ۔

وفات:......۱۳۳۷ھ۔

ماہنامہ دارالعلوم دیوبند محرم الحرام ۱۳۷۳ھ مطابق اکتوبر ۱۹۵۳ء

....

مولانا احمد حسن صاحب بہام مرحوم نے مذہب وملت اور علوم دینیہ کی خدمت کر کے جو علمی نمونہ عالم اسلام کے لئے پیش کیا ہے وہ نہایت اہم اور سبق آموز ہے۔

(از: حضرت مولانا مفتی مرغوب احمد صاحب لاجپوری)

حضرت مولانا احمد حسن بھام سملکی رحمہ اللہ

ولادت

مولانا کا سن ولادت تخمیناً: ۱۲۹۶ھ ہے۔

والد ماجد

مولانا کے والد حسن پٹیل سملک [۱] (علاقہ نوساری) کے باشندے، زراعت پیشہ اور بستی کے پٹیل (چودھری) تھے۔ اپنے اثر وجاہت کی وجہ سے معزز و معروف تھے۔ ذی حوصلہ و باہمت شخص تھے، نیکیٔ خیال اور بلندیٔ کردار کی وجہ سے اپنے خاندان اور احباب واقران میں ممتاز تھے۔ قوت انتظامیہ بڑی تھی اس لئے بستی اور گردونواح کے جھگڑے اور فساد کے اکثر معاملات آپ کے ہاتھ سے طے ہوتے تھے۔ نہایت مہمان نواز تھے، اکثر علماء ومشائخ ودرویشوں کا قیام آپ کے ہاں رہتا تھا، اس وجہ سے لوگوں میں ہر دل عزیز تھے۔ کئی صاحبزادوں کے بعد اللہ نے آپ کو یہ مولود مسعود عطا فرمایا، جس کی بلند ہمت اور برکت سے آج صرف یہی موضع نہیں، بلکہ پورا ملک گجرات جامعہ کی برکت سے دور دراز ملکوں میں مشہور و معروف ہوگیا ہے۔

تعلیم

مولانا کی ابتدائی تعلیم مکتب سے شروع ہوئی۔ قرآن مجید ناظرہ اور ابتدائی اردو

---

[۱]......سملک: سورت (ہندوستان کے صوبہ گجرات کا ایک مشہور تاریخی شہر ہے) سے بمبئی جانے والی سڑک پر جنوب مشرق میں تقریبا: ۲۶ رکلومیٹر کے فاصلہ پر یہ گاؤں آباد ہے۔
سملک کے بارے میں تفصیل کے لئے دیکھئے! ''نقوش بزرگاں'' ص ۳۷ رج ۱۔

کتابیں مکتب میں پڑھیں۔اس کے بعد مدرسہ اسلامیہ کٹھور[۱] ضلع سورت میں مولانا عبد الحق صاحب ہزاروی سے فارسی اورابتدائی عربی درجہ پڑھ رہے تھے کہ لاجپور میں حضرت مولانا احمدمیاں صاحب نے قدیم مدرسہ اسلامیہ کی تجدید کی اور باقاعدہ درس نظامیہ کے طرز پرتعلیم کا سلسلہ شروع فرمایا، جس سے اطراف وجوانب کے طلبہ جمع ہونے شروع ہوئے۔ مولانا احمدحسن بھی کٹھور سے لاجپور چلے آئے، اورعربی کی ایک ابتدائی بڑی جماعت کے ساتھ تعلیمی سلسلہ شروع ہوا،اورمسلسل چارسال تک لاجپور میں رہ کرصرف ونحو وفقہ واصول فقہ و''مشکوۃ شریف''اورابتدائی منطق کی کتابیں پڑھتے رہے۔

[۱]......کٹھورسورت سے جانب شمال:۲۲رکیلومیٹر پرایک گاؤں ہے۔وہاں پہلے مدرسہ اسلامیہ کے نام سے ایک مدرسہ مشہورتھا،جس کا تذکرہ مولانا عبداللہ صاحب کاپودروی مدظلہ نے'' تاریخ گجرات'' عربی میں ان الفاظ سے کیاہے:

وکانت فی قریة کتھور مدیرة سورت مدرسة عربیة ، استفاد کثیر من العلماء السورتیین من ھذہ المدرسة ، وکانت فیھا مکتبة قیمة مملوء ة من شروح الحدیث والتفاسیر النادرة ، وغیر ذلک من العلوم الاسلامیة ، وقد ضاع کثیر من الکتب النادرة وبعضھا نقلت الی مدرسة عربیة فی بولتن (برطانیہ)۔(ص۹۸)

جامعہ حقانیہ اسلامیہ کٹھور،حضرت مولانا عبدالحق صاحب ہزاروی نے ۱۸۸۹ء میں حضرت شیخ موسیٰ جی ترکیسری کے مشورہ سے ایک مکتب کی شکل میں قائم فرمایا تھا۔بعد میں بانی وسرپرست حضرات کے اخلاص کی برکت تھی کہ دارالعلوم کی شکل اختیار کرگیا۔اسی مدرسہ سے حضرت مولانا احمدحسن بھام صاحب کےعلاوہ حضرت مولانا علی محمد صاحب تراجوی،مفتئ گجرات حضرت مولانا مفتی اسماعیل بسم اللہ صاحب اورحضرت مولانا ولی اللہ صاحب،بانی مدرسہ ناٹال،جیسی شخصیات نےفیض اٹھایا۔پھرحالات زمانہ کی وجہ سےایک صدی تک اس پرایسازوال آیاکہ اس کی حیثیت ایک چھوٹے سے مکتب کی سی رہ گئی،مگرعجیب اتفاق کہ پھربانی اول ہی کے ہمنام مولانا عبدالحق صاحب عمرجی قاسمی مقیم افریقہ،کے ہاتھوں اس کی نشأۃ ثانیہ عمل میں آئی۔اس وقت ماشاءاللہ یہ ادارہ ترقی کے منازل طےکررہاہے۔

اس کے بعد ۱۳۱۸ھ میں مولانا دہلی چلے گئے اور مدرسہ حسین بخش میں داخل ہوئے، سال بھر دہلی میں قیام کے بعد مدرسہ جامع العلوم کانپور میں دو سال گزار کر پھر دہلی آئے اور مدرسہ مولوی عبدالرب صاحب مرحوم میں داخل ہوئے، اور اخیر میں دورۂ حدیث مدرسہ امینیہ میں پڑھ کر سند فراغت حاصل کی۔

تدریس

دہلی سے فارغ ہوکر وطن تشریف لائے اور کچھ عرصہ تک شہر سورت میں تراواوپاڑیہ سیٹھ کے مدرسہ میں مدرس اول رہ کر درس دیتے رہے، اس کے بعد مدرسہ کی ملازمت چھوڑ کر سملک چلے آئے۔

جامعہ اسلامیہ ڈابھیل کی بنیاد

اور ۱۳۲۶ھ میں مدرسہ تعلیم الدین کے نام سے ایک عربی مدرسہ سملک کی مسجد میں قائم کیا، اور جس کا افتتاح بہت بڑے مجمع میں اپنے محترم استاذ مولانا احمد میاں صاحب کے دست مبارک سے کرایا، یہی مدرسہ آج جامعہ اسلامیہ کے نام سے مشہور ہے۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ کسی زمانہ میں یہ خطۂ گجرات علوم وفنون [1] کا سرچشمہ ومخزن

[1]...... گجرات میں علوم وفنون کی اشاعت میں جو ترقی ہوئی اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ شاہانِ گجرات نے اس کی طرف توجہ فرمائی، بلکہ شاہانِ گجرات نے علوم وفنون کی اشاعت وترویج میں وہ نمونہ پیش کیا، جس کی نظیر ہندوستان کی تاریخ میں ملنی مشکل ہے۔ حضرت مولانا عبدالحئی صاحب حسنی (صاحب نزہۃ الخواطر) تحریر فرماتے ہیں کہ:

''میرا خیال تو یہ ہے، اور میں اس کو بلاخوف ملامت کہہ سکتا ہوں کہ شاہان گجرات نے اپنے ڈیڑھ سو برس کے زمانۂ فرمانروائی میں جس قدر علوم وفنون کی سرپرستی کی، دہلی کی شش صد سالہ تاریخ اس کی نظیر نہیں پیش کرسکتی''۔ (یاد ایام ص ۶۸)

اور علماء وفضلاء ۱؎ کا ماویٰ ومسکن رہا ہے، جن کے فیوض علمیہ سے ہزاروں تشنگان علوم سیراب ہوا کرتے تھے اور جن کی مفید تصنیفات ۲؎ آج بھی طالبان ہدایت کے لئے مشعل راہ ہیں۔

۱؎..... **علماء گجرات**

۱	شیخ مخدوم علی مہائمی.....	۸۳۵ھ	۱۰	قاضی علاؤالدین گجراتی.......	
۲	شیخ احمد کھٹو............	۸۴۹ھ	۱۱	قاضی برہان الدین..........	
۳	مولانا داؤد بن راجح....	۹۰۴ھ	۱۲	شیخ محمد بن عمر آصفی...........	
۴	شیخ قاضی جگن.........	۹۲۰ھ	۱۳	مولانا صبغۃ اللہ الحسینی..........	۱۰۱۵ھ
۵	مولانا علاؤالدین.....	۴۹۴ھ	۱۴	شیخ عبدالقادر بن سید شیخ خضرمی	۱۱۳۸ھ
۶	علامہ محمد طاہر پٹنی.......	۹۸۶ھ	۱۵	شیخ جمال الدین..........	۱۱۲۴ھ
۷	شیخ محمد بن حسن.........	۹۸۲ھ	۱۶	مولانا نورالدین احمد آبادی....	۱۱۵۵ھ
۸	علامہ وجیہ الدین علوی.	۹۹۸ھ	۱۷	مولانا خیرالدین سورتی.......	۱۲۰۶ھ
۹	مفتی قطب الدین.....	۹۹۹ھ	۱۸	مولانا ولی اللہ سورتی..........	۱۲۰۷ھ

یہ چند نام لکھے گئے ہیں۔ مزید تفصیل کے لئے ''نزہۃ الخواطر'' و''حقیقت السورت'' و''یادایام'' و ''مشائخ احمد آباد'' اور ''اکابرین گجرات'' وغیرہ ملاحظہ فرمائے۔

۲؎..... **علماء گجرات کی تصنیفات**

شیخ علی مہائمی اور شیخ محمد طاہر پٹنی کی تصانیف کی فہرست ص:۳۲۷ اور ص ۳۳۹ پر گذر چکی ہے۔

قاضی جگن کی کتاب ''خزانۃ الروایات'' فقہ حنفی کی بہت مشہور کتاب ہے۔

علامہ وجیہ الدین گجرات کے ان برگزیدہ ونامور علماء ومصنفین میں ہیں، جن کے احسان سے نہ صرف گجرات، بلکہ اہل ہند کبھی سبکدوش نہیں ہوسکتے۔ ''شرح جامی'' سے لے کر ''تفسیر بیضاوی'' تک تیئیس کتابوں کے حواشی وشروح لکھے۔ ص ۴۸ پر اس کی تفصیل گذر چکی ہے۔

مفتی قطب الدین صاحب (م:۹۹۹ھ) کی مشہور کتاب ''الاعلام باعلام بیت اللہ الحرام'' اور

ازمنہ ماضی میں چونکہ شہر سورت کو باب المکہ ہونے کا شرف حاصل تھا، اس لئے

''البرق الیمانی '' ہے۔آخر الذکر کے متعلق قاضی شوکانی تحریر فرماتے ہیں کہ:''شیخ قطب الدین بڑے فصیح تھے، ان کی کتاب ''البرق الیمانی '' کو دیکھ کر ان کی فصاحت کا ہر شخص اندازہ کر سکتا ہے۔

مولانا صبغۃ اللہ الحسینی کا ''حاشیہ علی البیضاوی '' جو بلا د روم تک پہنچا، اور علماء نے اس کو ہاتھوں ہاتھ لیا۔

شیخ عبد القادر حضرمی کی (م:۱۰۳۸ھ) کی ''الحدائق الخضرہ ''سیرۃ النبی ﷺ پر مبسوط کتاب ہے۔اسی طرح تاریخ میں' النور السافر فی اعیان القرن العاشر '' بڑی مفید تصنیف ہے۔

مولانا احمد کردی (م:۱۰۸۷ھ) کی فن کلام میں ''فیوض القدس ''مشہور کتاب ہے۔

سید محمد رضوی (م:۱۱۱۱ھ) نے'' زینۃ النکاۃ فی شرح المشکوۃ '' کے علاوہ قرآن کریم کی دو تفسیریں: ایک بطرز'' جلالین'' اور دوسری فارسی میں لکھیں۔ فارسی تفسیر کی خصوصیت یہ ہے کہ اہل بیت کی روایت سے تفسیر کی۔

شیخ جمال الدین (م:۱۱۲۴ھ) نے'' بیضاوی، تفسیر مدارک، تلویح، مطول، قطبی، منہل، شرح ملا'' وغیرہ پر مستقل حواشی لکھے ہیں۔''فیوض عوارف، مثنوی معنوی'' کی شرحیں لکھیں۔

شیخ علی متقی نے 'کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال'' جیسی دائرۃ المعارف علم حدیث میں تصنیف فرمائی، جس نے اس نوع کی بہت سی کتابوں پر خط تنسیخ پھیر دیا۔

مولانا نور الدین احمد آبادی (م:۱۱۵۵ھ) کی '' تفسیر القرآن' حاشیہ تفسیر بیضاوی ' نور القاری شرح صحیح البخاری ' حاشیہ شرح مواقف ' حاشیہ تلویح ' حاشیہ شرح وقایہ ' شرح ملا ' حاشیہ قطبی ' شرح تہذیب المنطق ' شرح فصوص الحکم ''وغیرہ مشہور ہیں۔

مولانا خیر الدین سورتی (م:۱۲۰۶ھ) کی کتاب ''شواھد التجدید'' فن تصوف وسلوک پر ہے۔

(یاد ایام)

گجرات کے محدثین

محدثین عظام میں سے چند حضرات کا ذکر کرتا ہوں' جنھوں نے اپنے فیوض سے اہل گجرات کو مستفید فرمایا:

ہندوستان کے ہر گوشہ سے ارباب فضل وکمال اولیاء وصلحاء کے قدوم میمنت لزوم سے اس سرزمین کو شرف حاصل ہوتا رہتا تھا، اس طرح یہاں کہ لوگوں کو ان برگزیدہ حضرات کے فیوض حاصل کرنے کے بہترین مواقع نصیب ہوتے رہتے تھے، مگر انقلاب زمانہ جہاں دوسری جگہ مسلمانوں کی سلطنت، مال ودولت، صنعت وحرفت کو تباہی کے سیلاب میں

(۱)......مولانا نورالدین: ایک زبردست عالم تھے۔ غالبا احمد شاہ اول کے عہد میں گجرات تشریف لائے تھے، جو علوم حکمیہ میں میر سید شریف کے شاگرد تھے۔ ''صحیح بخاری'' کی سند ان کی باعتبار قلت وسائط کے اتنی عالی تھی کہ جب وہ سند حجاز ویمن پہونچی ہے تو وہاں کے بڑے بڑے محدثین نے اس کو شوق ورغبت سے حاصل کیا۔

(۲)......ملک المحدثین علامہ وجیہ الدین محمد بن محمد المالکی (م:۹۲۹ھ) علامہ شمس الدین سخاوی کے شاگرد رشید تھے۔ ساری عمر گجرات میں رہے۔

(۳)......شیخ جمال الدین محمد بن عمر حضرمی (م:۹۳۰ھ) شاگرد رشید علامہ سخاوی۔ احمد آباد میں ان کا مزار ہے۔

(۴)......شیخ عبدالمعطی ابن الحسن (م:۹۸۳ھ) نے شیخ الاسلام زین الدین زکریا انصاری سے حدیث کی سند حاصل کی تھی۔

(۵)......شہاب الدین احمد العباسی (م:۹۹۲ھ) یہ بھی شیخ الاسلام زین الدین زکریا انصاری کے شاگرد تھے۔ احمد آباد میں مدفون ہیں۔

(۶)......شیخ محمد بن عبد اللہ الفاکہی حنبلی (م:۹۹۲ھ) ابوالحسن بکری اور ابن حجر مکی کے شاگرد تھے۔ احمد آباد میں مدفون ہیں۔

ان کے علاوہ شیخ علی متقی (م:۹۷۵ھ) سید عبدالاول حسینی (م:۹۶۸ھ) شارح بخاری شیخ عبداللہ بن سعدالدین متقی، شیخ رحمۃ اللہ سندی، جیسے محدثین کبار اپنے زمانۂ قیام گجرات میں حدیث کی خدمت کرتے رہے۔

ان کے علاوہ فقہاء، حکماء، ادباء، ومشائخ کے مختصر در مختصر تذکرے کے لئے بھی مستقل کتاب چاہئے۔ ''یاد ایام، ابجد العلوم، اخبار الاخیار، مآثر الکرام'' وغیرہ میں اس کی تفصیل دیکھی جاسکتی ہے۔

بہالے گیا، وہاں اس نے اس سرزمین گجرات کی خصوصیات کو بھی خاک میں ملا دیا۔

شاہانِ گجرات کی سلطنت کے ساتھ ساتھ علماء ربانی اور اولیاء وصلحاء حقانی کہ جن کا وجود سلطنت سے بھی زیادہ باعث خیر وبرکت اور ضروری تھا، رخصت ہو گئے۔ ان نفوس قدسیہ کا مبارک وبافیض دور ختم ہوا کہ ہر طرف جہالت کی بھیانک وخوفناک تاریکی چھا گئی، احمد آباد جو اسلامی تہذیب وتمدن کا سرچشمہ تھا، ایسا تباہ ہوا کہ پھر اسے پنپنا نصیب ہی نہ ہوا۔ اس کا وہ جاہ وجلال اور شان وشوکت جو یادگار زمانہ تھی تاریخ کے صفحات پر افسانہ بن کر رہ گئی۔ یہی شہر جو کبھی دارالعلم تھا دارالجہل بن گیا۔ لوگوں کے عقائد ایسے بگڑے کہ خدا کی پناہ۔ امور شرکیہ وبدعیہ نے دین کے ہر شعبے میں گھر کر لیا۔ بہت سی باتیں جن کو دین سے دور کا بھی واسطہ نہ تھا، دین میں داخل سمجھیں جانے لگیں۔ غرض جہالت کیا تھی، ایک وباء تھی، جو ہر طرف اپنے زہریلے جراثیم کے ساتھ پھیلی ہوئی تھی۔

اس مہلک مرض کے اثرات سے یہاں کے مسلمانوں کو بچانے کے لئے حکیم مطلق نے چند ایسے حاذق اطباء خود اس سرزمین میں پیدا فرمائے، جن کا مبارک وجود جہالت کے زہریلے جراثیم کے انسداد کے لئے تریاق سے بھی زیادہ نفع بخش ثابت ہوا۔

ان بزرگوں نے مختلف طریقوں سے عوام کے عقائد واعمال کی اصلاح کی طرف توجہ فرمائی۔ کچھ وعظ ونصیحت وتلقین وارشاد میں مصروف ہو گئے، اور کچھ تصنیف وتالیف میں مشغول ہوئے، اور چند بزرگوں نے مختلف اور متعدد مقامات میں اسلامی مدارس قائم کر کے دین متین کی خدمت شروع کی۔ بحمد اللہ اس طرح اصلاح کا ایک مبارک سلسلہ شروع ہو گیا، جس سے بہت جلد مفید نتائج ظاہر ہونے لگے۔

مدارس ومکاتب کے فیوض کے سلسلہ اور تذکرہ میں ایک مخلص ہستی کا ذکر کئے بغیر آگے

لکھنے کی ہمت نہیں پڑتی۔ یہ بزرگ ہستی پالنپور میں مولانا حکیم محمد نذیر صاحب [۱] کی ہے جو مسلسل پچاس سال سے للہ فی اللہ دینی خدمت میں لگی ہوئی ہے۔ اس نہایت جفاکش مرد مجاہد نے جگہ جگہ مدارس ومکاتب قائم کرکے پالنپور اور اس کے ملحق علاقہ کو علم سے مالا مال کردیا ہے۔ تعلیم بالغاں کے سلسلے میں ملازم پیشہ ومزدور پیشہ کم فرصت لوگوں کو ان کی فرصت کے اوقات میں، کسی کو بعد عشاء، کسی کو رات کے بارہ بجے، اور بعضوں کو صبح صادق کے قبل پڑھا پڑھا کر عالم دین بنادیا ہے۔ اللہ تعالی اس بابرکت اور بافیض ہستی کو تادیر سلامت باکرامت رکھے۔ راقم الحروف نے بھی مولانا احمد حسن صاحب کی معیت میں ۱۳۲۸ھ میں مدرسہ عربیہ اسلامیہ پالنپور کا امتحان لیا ہے۔

درس وتدریس کا سلسلہ اگرچہ سملک کی مسجد میں جاری تھا، لیکن وہ جگہ غیر مستقل اور ناکافی تھی، اس لئے ضرورت تھی کہ کوئی مستقل اور وسیع جگہ حاصل کی جائے، اگر کسی معمولی مدرسہ کے لئے زمین کی ضرورت پیش آتی تو وہ آسانی سے مل جاتی، مشکل یہ پیش آرہی تھی کہ مولانا کے مطمح نظر ایک دارالعلوم کی بناء تھی، اور آپ ایسی وسیع جگہ کی تلاش میں تھے جو ایک دارالعلوم کے شایان شان ہو، اور اس زمانہ کے نوساری علاقہ بڑودہ کے نائب صوبہ دار مولانا محمد علی مرحوم کا بھی یہ مشورہ تھا کہ بستی کے باہر کوئی وسیع جگہ حاصل کی جاوے، چنانچہ مولانا محمد علی مرحوم نے مولانا احمد حسن صاحب کے ساتھ ڈابھیل وسملک کے ہر چہار طرف گھوم پھر کر بڑی جدوجہد کے بعد ڈابھیل کی غربی جانب عیدگاہ کے مقابل زمین کا ایک قطعہ خرید لیا۔

بعض لوگوں نے جن کی نظر مستقبل پر نہیں تھی، اس پر نکتہ چینی بھی کی۔ ان کا خیال تھا کہ

---

[۱]...... حضرت مولانا حکیم محمد نذیر صاحب پالنپوری کے حالات کے لئے دیکھئے! ص ۲۶۷ ج ۲۔

ضرورت سے زیادہ زمین کیوں خریدی گئی؟ لیکن ان کے جواب میں مولانا نہایت خندہ پیشانی سے یہی فرماتے رہے کہ ابھی یہ کم ہے اس سے بھی زیادہ زمین کی ضرورت ہوگی۔ مولانا کا وہ جواب آپ کے انتقال کے بعد حرف بحرف صحیح ثابت ہوا۔

سفر افریقہ

زمین مل جانے کے بعد آپ نے سب سے پہلے مسجد تیار کرائی، درس گاہوں دار الطلبہ وغیرہ دوسری ضروریات کے لئے اگرچہ سخت ضرورت تھی مگر مالی وسعت نہ ہونے کی وجہ سے ان ضروریات کو مؤخر کرنا پڑا۔ اس عظیم الشان مقصد کی تکمیل کے لئے آپ مقامی حضرات اور ان اصحاب خیر کے مشورہ سے جو جنوبی افریقہ میں تجارت کرتے ہیں افریقہ تشریف لے گئے۔

افریقہ پہونچ کر آپ نے سب سے پہلے ﴿ انما المؤمنون اخوة فاصلحوا بين اخويكم ﴾ کا نہایت اہم فریضہ ادا کیا، یعنی وہاں مسلمانوں کے تعلقات آپس میں کشیدہ تھے، آپ کی حسن تدبیر سے وہ سب استوار ہو گئے، آپ کی سعی کی بدولت اتفاق واتحاد کی بہترین دولت مسلمانوں کو نصیب ہوئی، نیز یہ اتحاد وصلح مدرسہ کے کام میں بھی نہایت خیر وبرکت کا موجب ہوئی، سب نے یک زبان ویک دل ہو کر مدرسہ کی طرف دست اعانت بڑھایا اور تعمیر مدرسہ کے لئے ایک بڑی رقم جمع ہوگئی۔

آپ مراجعت وطن کی تیاری میں تھے کہ وہاں انفلوئنزا کی بیماری شروع ہوئی، جس میں مدرسہ کے بہت مخلص قضا کر گئے۔ مولانا کا دل بھی ان پیہم صدمات سے پاش پاش ہو رہا تھا کہ ایک سانحہ پیش آیا، یعنی مولانا مرحوم کے برادر بزرگ جناب ابراہیم صاحب جن کو مولانا سے خاص محبت اور مدرسہ سے ہمدردی تھی، اسی مہلک مرض میں انتقال کر گئے۔

وفات

ان مصائب نے مولانا کی کمر توڑ ڈالی' اوران کو بیحد صدمہ پہنچا' بالآخر آپ پر بھی مرض کا زبردست حملہ ہوا' اور چندروز کی علالت کے بعد آپ ۱۰ رمحرم الحرام ۱۳۳۷ھ پنج شنبہ کے دن راہئی ملک عدم ہوئے اور جوہانسبرگ کے گورستان میں مدفون ہوئے۔''انا للہ وانا الیہ راجعون''۔وہ آفتاب علم جوسملک سے طلوع ہوا تھا' افسوس صد افسوس کہ جنوبی افریقہ میں ہمیشہ کے لئے غروب ہوگیا۔

مولانا احمد حسن صاحب بھام مرحوم نے مذہب وملت اور علوم دینیہ کی خدمت کر کے جوعلمی نمونہ عالم اسلام کے لئے پیش کیا ہے وہ نہایت اہم اور سبق آموز ہے۔

دین اور علوم دینیہ کی خدمت کا آپ کو عشق تھا، اوراسی راہ عشق میں آپ نے اپنی عزیز جان زن وفرزند کو بے بسی اور بے کسی کی حالت میں چھوڑ کر غربت سفر میں شہید ہوکر مالک حقیقی کے سپرد کردی۔ ؎ اللّٰهم اغفره مغفرة تامة وارحمه رحمة واسعة وادخله

؎.....مولانا کی زندگی دین کی خدمت اور اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے وقف تھی۔ چلتے پھرتے ہر وقت' ہر لمحہ اسلام ومسلمانوں کی فلاح و بہبود کی آپ کو دھن لگی رہتی تھی۔آپ کی ہر ہر ادا میں اسلام کی خدمت کا رنگ نمایاں تھا، بلکہ آپ کی شکل وصورت ہی معلوم ہوتا تھا کہ آپ کو کسی چیز کا عشق غالب ہے اور وہ چیز یہی ''دین اور علوم'' کی خدمت تھی: ع سعی بے حد کرد در ترویج دین وعلم وفن

مولانا مرحوم نے اسلام کی تعلیم کو عام کرنے اور عوام تک پہنچانے کے لئے ایک ماہانہ رسالہ ''الدین'' کے نام سے جاری کیا' جس میں علمی' مذہبی' تاریخی اور اصلاحی مضامین شائع کرتے ، اس رسالہ نے دین کی بیش بہا خدمات انجام دیں۔

کتابت وطباعت کی مشکلات کے پیش نظر اپنا پریس قائم کرنے کی ضرورت محسوس فرمائی تو اللہ تعالی نے اس کا بھی انتظام کردیا اور ''معین الدین'' کے نام سے سورت میں پہلا اسلامی پریس قائم ہوگیا افسوس کہ مولانا کی زندگی کے ساتھ یہ دونوں سلسلے بھی رخصت ہوگئے۔(تاریخ جامعہ ص۲۴)

الجنة واکرم نزله واتمم له نوره وعافه واعف عنه۔

مولانا مرحوم کی نیک نیتی اورخلوص وللّٰہیت کا ثمرہ ہے اوراسی کی خیروبرکت ہے کہ بعدالممات بھی ان کا' روحانی فیض جاری ہے اورحضرت مولانا احمد بزرگ صاحب جیسا بزرگ ان کا جانشین ہوا جن کی برکت سے یہ مدرسہ دارالعلوم کے مرتبہ تک پہونچ گیا۔ [1]

انتہی: مضمون حضرت مولانا مفتی مرغوب احمد صاحب لاجپوری رحمہ اللہ

[1]......جامعہ کے مختصر تعارف کے لئے دیکھئے! ۳۹۹ ج ۲۔

نوٹ: ''تاریخ جامعہ'' کے آخر میں چند قصائد و مراثی نقل کئے گئے ہیں، ان میں سے مولانا احمد حسن صاحب کے متعلق جو مراثی و مدحیہ اشعار ہیں' ان کو نقل کیا جاتا ہے۔ محشی

نتیجۂ فکر از: حضرت فضلی مشہدی
یکے از رفقاء حضرت مرحوم سملکی

....

بر وفات حسرت آیات مولانا احمد حسن بھام سملکی رحمہ اللہ

ہے سبق آموز عبرت خیز دنیا کا چلن
بے زوال و لا فنا ہے ذات باری ذوالمنن
گل ہوئی وہ شمع صد افسوس ہے کہ جس کے سبب
بن گئی اندھیر خانہ دوستوں کی انجمن
نام تھا احمد حسن اور بھام تھا جن کا لقب
قوم کے پیچھے کھپایا جس نے اپنا جان و تن
خادمِ اہل وطن تھے مولوی احمد حسن
ماہر علم شریعت زینتِ بزمِ سخن
طالب علمانہ وہ ہندوستان میں پھرتے رہے
رہنمائی کے لئے ملتے تھے شیخ و برہمن
جب سیاحت سے تھکے ماندے ہوئے ہیں آپ تب
کانپور آخر ہوا ان کے لئے مثل وطن

بعد اس کے شہر دہلی میں رہے ہیں مدتوں
یعنی وہ دہلی جو واقع ہے بدریائے جمن
کتنی تکلیفیں اٹھائیں جستجوئے علم میں
منزلیں تحصیل کی بیشک ہیں ایسی ہی کٹھن
اپنی بستی کے لئے کی وقف ساری عمر کو
آپ حاصل کر چکے جس وقت کہ ہر علم وفن
ازپئے تعلیم دین تھے بانی دارالعلوم
موضع ڈابھیل سملک میں جو تھا خود کا وطن
منہمک تھے اس کی خاطر روز وشب حد سے سوا
عزم افریقہ کیا پھر چھوڑ کر فرزند و زن
جابجا اس کے ہی ذکر وفکر میں مصروف تھے
راہ میں اس کے لئے کیا کیا سہے رنج ومحن
سب سے یکساں گفتگو تھی سیٹھ ہو یا ہو فقیر
خیر خواہی سب کی تھی مدنظر سر و علن
قلب میں تھا درد علم دین کی ترویج کا
بچوں کی تعلیم کے رکھتے تھے سینہ میں لگن
سادگی سے ملبس تھے تصنع سے بری
ان کے جیسے اور کم دیکھے گئے اہل زمن
قوم کی وہ خدمتیں کی ہیں کہ جس کی شرح سے

واقعی سچ کہہ رہا ہوں بند ہے میرا دہن
انتقال پر ملال صادق الاخلاص سے
آج ثابت ہوگئی دنیا مجھے دار الحزن
حق کی مرضی یوں ہی تھی کیا کیجئے جز صبر کے
سامنے تقدیر کے بیکار ہے سارا جتن
گیارہویں ماہ محرم روز پنج شنبہ کا تھا
قبل مغرب چھپ گیا زیر زمین ان کا بدن
الٰہی مغفرت کی چادریں ان پر چڑھا
وقف اس کے واسطے کر اپنی رحمت کے چمن
مصرع تاریخ فضلی مشہدی نے یوں کہا
جنتی تھے مولوی عالم ہمہ احمد حسن
۱۳۳۷ھ

....

لہ ایضا درفارسی

....

حسرت و صد حیف افسوس کر دار المحن
راہی ملک بقاء شد مولوی احمد حسن

بود از قوم بواہر بھام آمد عرف والے
خیر خواہی کرد بہر قوم خود از جان وتن

بود نیک مرد نیک سیرت عالم ومحنت گزیں
سعی بیحد کرد در ترویج دیں وعلم وفن

فکر سال رحلتش چوں کرد فضلی مشہدی
گفت ہاتف صبر کن غمگین چرا باید شدن

اول یٰسین و آخر ہود خواں بہر ثواب
تاردانش شاد گرداند خدائے ذو المنن

ہر دو ایں یا مصرع آئندہ ضم کن بہر سال — یازدہ ماہ محرم فوت شد احمد حسن

یا اور دال کے عدد: ۱۵ — ۱۳۲۲

۱۳۲۲
۱۵
....
۱۳۳۷

....

(منح الافکار علی تذکار الاخیار) از: قاری محمد یامین صاحب

والشیخ احمد حسن فی ارض گجرات کھولاء من الاعیان احسانا

انہی محسنین ملت اکابر کی طرح مولانا احمد سملکی بانی جامعہ ڈابھیل بھی سرزمین گجرات میں تھے

من قد اقام لنشر الدین جامعة حین البریة تبغی الحق خذلانا

جنہوں نے اشاعتِ دین کے لئے جامعہ کی بنیاد رکھی جب کہ لوگ دین حق کو پس پشت ڈالے ہوئے تھے

فقام اسّسہا واللّٰہ ناصرہ فیما اراد رجاء منہ رضوانا

آپ نے جامعہ کی بنیاد رکھی اور اللہ آپ کا مددگار تھا اللہ تعالی کی رضا حاصل کرنے کے لئے

ما صدہ کبر شبت لہ ھمم عما تصدی لہ والوقت قد حانا

آپ کو مقصد کی تکمیل سے بڑھاپے نے نہیں روکا، ہمت جوان تھی، اور وقت قیام جامعہ بھی آچکا تھا

قد مات مغتریاً للّٰہ مرتحلا حتی اتیح دیار الغرب اوطانا

آپ نے اس سلسلہ میں اللہ کے لئے سفر کرتے ہوئے غربت کی موت پائی حتی کہ افریقہ کو اپنا دائمی وطن بنایا

طوبی لمن قد سعی مسعاہ فی زمن اوسنَّ خیرا لدین اللّٰہ معوانا

مبارک ہیں وہ لوگ جوان کی سی کسی زمانہ میں سعی کریں یا اللہ کے دین کی مدد کے لئے کوئی سنت حسنہ جاری کریں

من جاء ھا طالبا لغنم مؤمّلہ من العلوم کشرب الماء ریّانا

جو بھی جامعہ آئے گا علم کے گوہر مراد سے اپنے دامن کو بھر کر سیراب واپس ہوگا

فاللّٰہ یسکنہ فی دار رحمتہ دار النعیم ثواباً ثم غفرانا

اللہ تعالی ان کی مغفرت فرما کر جوار رحمت اور جنت النعیم میں جگہ عنایت فرمائے

وثم یُھنی مقیلا طیبا حسنا کما یھنی کرام الوفد ضیفانا

اور وہاں پاکیزہ اچھی خوابگاہ کی بشارت عطا فرمائے جیسا کہ قابل احترام مہمانوں کو بشارت دی جاتی ہے

القصیدہ فی مدح مولانا احمدحسن السملکی

از: قاری محمد یامین صاحب سہارنپوری، مدرس شعبہ تجوید جامعہ ڈابھیل

ایا عین جودی بالدموع السواجم   علی موت شیخ باھر المجد کارم

اے آنکھ! شیخ مکرم کی موت پر اشک رواں بہا، جن کی بزرگی ظاہر تھی

حمید نشا فی خدمة الدین مخلصاً   فقام بجد ثم صدق العزائم

جو قابل تعریف مخلص خادم دین تھے، محنت وجانفشانی سے خدمت دین کی

منیف نبیل بارع متورع   حریص علی الطاعات للّٰہ صارم

بزرگ مرتبہ، شریف، کامل پرہیزگار، طاعات کے حریص اور اللہ کی طرف مائل تھے

دُجی منکرات الشرع زالت بنورہ   فبسط انور العلی والمکارم

ان کے نور سے منکرات کی تاریکی دور ہوئی، اورانہوں نے بلندی اور شرافتوں کے نور کو عام کیا

حمی الملة البیضاء فی طول عمرہ   ولم یال جھداً فی احتمال العظائم

زندگی بھر حامل ملت بیضاء رہے، بڑے بڑے کام کے انجام دینے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی

سما بجمال ثم نفس شھامة   وشید ارکان الھدی والمعالم

تیز فہمی اور جمال میں بلند مرتبہ تھے، ہدایت کے ارکان ونقوش راہ کو بلند کیا

نسیم الصبا بلّغ الیہ تادّبا   تحیاتنا من کل بر و اثم

اے بادصبا! ادب کے ساتھ ان تک ہمارے سلام ہر نیک وبد کی طرف سے پہونچا دے

سری فیضہ شرقا وغرباً وکم لہ   من الخلق داع مخلص الحب دائم

ان کا فیض مشرق ومغرب میں عام ہوا، بہت سی مخلوق ان سے سچی محبت کرنے والی دعا گو ہے

مدی الدھر تبقی باقیات مآثرا   ولا سیما للدین مثل الدعائم

ان کے دینی کارنامے ایک زمانہ تک بلند ستون کے مانند باقی رہیں گے

لوی جنبه عن کل غر مکابر وصبّر من صافاه عند التراحم

آپ نے ہرنا تجربہ کار معاند سے روگردانی کی، جس سے محبت کی پریشانی کے وقت اس کو تسلی دی

کذی منصب التجدیدا مضی عزیمه فما خاف غیر الحق لومة لائم

ایک مجدد کی طرح ارادے میں پختہ، خدا کے سوا کسی ملامت گر کی ملامت سے نہیں ڈرتے

یهون علی عبد منیب مصمّم امور صعام لا ترام لرائم

ایسے باعزیمت مخلص بندے پر ایسے مشکل کام بھی آسان ہو جاتے ہیں، جن کا قصد نہیں کیا جاتا

فذاک النبیل الشیخ احمد حسن له ثناء جمیل حل کل الاقالم

وہ بزرگ مولانا احمد حسن ہیں، ان کی تعریف ہر جگہ کی جارہی ہے

فجازاه رب العالمین بلطفه جزاء یوفّی من لدن خیر راحم

رب العالمین ان کو اپنے فضل سے اپنی شان کے مطابق پورا پورا بدلہ عطا فرمائے

واکرم مثواه من الخلد مرضیا بجاه النبی المصطفی ذی المراحم

ان کو راضی کرتے ہوئے جنت الخلد میں نبی پاک ﷺ کے طفیل معزز مقام عطا کرے

فصلّی علیه الله ربی وسلّما الی ماجلا الاشجان صدح الحمائم

اخیر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ پر جب تک کبوتر شاخوں پر بولتے رہیں رحمت کاملہ نازل فرماتا رہے

﴿۸﴾

حضرت مولانا احمد بزرگ صاحب

ولادت: ......۱۲۹۸ھ۔

وفات: ......۱۳۷۱ھ۔

ماہنامہ ''دارالعلوم'' دیوبند جمادی الثانی ۱۳۷۱ھ

....

مہتمم صاحب کے تین وصف ہیں، جن سے بہت متأثر ہوں: ایک قلت تکلف وتواضع، کہ یہ اس زمانہ میں بہت کم ہے۔ یہ اصل میں صحابہ کرام کا وصف خاص تھا ''کانوا اعمقھم علما واقلھم تکلفاً وابرھم قلوباً''۔ دوسرا وصف اخلاص ہے، جو تمام اعمال حسنہ کی روح ہے۔ یہ وصف بھی اس زمانہ میں تقریباً نایاب ہے۔ تیسرا وصف یہ ہے کہ مہتمم صاحب کو دینی علوم کے احیاء وابقاء کا جو قلبی شغف وشوق ہے، وہ بھی اس زمانہ کے نوادر سے ہے۔

(از: شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی)

حضرت مولانا احمد بزرگ صاحب مرحوم

داغِ فراق صحبت شب کی جلی ہوئی
ایک شمع رہ گئی تھی سووہ بھی خموش ہے

وفات

حضرت مولانا احمد بزرگ صاحب مہتمم سابق جامعہ اسلامیہ ڈابھیل ۵؍ربیع الاول ۱۳۷۱ھ سہ شنبہ وچہارشنبہ کی درمیانی رات میں ایک بجے راہی ملک عدم ہوکر غریق رحمت حق ہوگئے،''انا للہ وانا الیہ راجعون''۔

ولادت

ولادت ظن غالب کی بناپر ۱۲۹۸ھ ہے۔احمد نام تھا۔اوربچپن سے بزرگ [1] لقب تھا۔

والدصاحب

والدصاحب کا نام ابراہیم [2] عرف نانا،اوروہ پیر کے لقب سے مشہور تھے۔سملک کے باشندے تھے۔معمولی طورپر پڑھے لکھے اورزراعت پیشہ تھے۔اللہ والوں کی صحبت میں اٹھتے بیٹھتے تھے،اس لئے دیندار تھے،صوم وصلوۃ کے پابند تھے،علماء اوردرویشوں اوربزرگوں سے عقیدت ومحبت رکھتے تھے،اورانہی کی خدمت کرتے تھے۔اس کی برکت تھی کہ اللہ نے ایک بزرگ بیٹا عنایت فرمایا‘جس سے قوم وخاندان کا نام چمکا۔

---

[1]...... بالائے سرش زہوش مندی می تافت ستارۂ بلندی

[2]......آپ کا انتقال غالبا ۱۳۲۳ھ میں ہوا‘اس وقت آپ کے فرزند مولانا بزرگ حضرت گنگوہی کی خدمت میں تھے۔

تعلیم

قرآن مجید ناظرہ ختم کرنے کے بعد اردو پڑھی، اور فارسی جناب مولوی سید امیر میاں صاحب سملکی مقیم نوساری سے پڑھ رہے تھے کہ لاجپور میں قدیم مدرسہ اسلامیہ کا جدید دور حضرت مولانا احمد میاں صاحب مرحوم خلف الصدق حضرت شاہ صوفی سلیمان صاحب کے ہاتھ سے شروع ہوا۔ مولانا نے درس نظامیہ کے طور پر للہ فی اللہ درس دینا شروع کیا، جس سے مقام اور اطراف وجوانب کے تشنہ کام طلبہ کا اجتماع شروع ہوا۔ یہ ۱۳۱۴ھ کا زمانہ تھا۔

فارسی گلستاں وبوستاں پڑھنے کے بعد ۱۳۱۵ھ کے محرم میں ۱۴؍طلبہ کی ایک جماعت نے تحصیل عربی کے سلسلہ میں میزان شروع کی۔

رفقاء درس

مولانا احمد بزرگ صاحب، مولانا احمد حسن صاحب، بانی جامعہ اسلامیہ ڈابھیل مولانا احمد درویش مرحوم، [۱] جناب حاجی ابراہیم میاں صاحب، [۲] مولانا ابراہیم پٹیل مرحوم، [۳] مولانا محمد یوسف صاحب مرحوم [۴] وغیرہ کے ساتھ یہ ننگ تلامذہ راقم الحروف [۵] بھی اسی جماعت میں شریک تھا۔

حضرت الاستاذ کے علمی ذوق وطرز تعلیم وشفقت نے طلبہ میں تحصیل علم کا ولولہ پیدا

۱......مولانا کے حالات کے لئے دیکھئے! ص۶۳۔

۲......مولانا کے حالات کے لئے دیکھئے! ص۶۳۔

۳......مولانا کے حالات کے لئے دیکھئے! ص۶۳۔

۴......مولانا کے حالات کے لئے دیکھئے ”ذکر صالحین“ ص۲۹۱ ج۲۔

۵......مولانا کے حالات کے لئے دیکھئے ”ذکر صالحین“ ص۸۹ ج۴۔ اور جلد:۳۔

کر دیا تھا۔ کامل چار سال کی مسلسل اور باقاعدہ تعلیم کا یہ اثر ہوا کہ یہ جماعت صرف ونحو سے فراغت کے بعد فقہ میں ''ہدایہ اولین'' حدیث میں ''مشکوۃ شریف'' اصول فقہ میں ''نورالانوار'' منطق میں ''شرح تہذیب'' تک پہنچ گئی۔ اس کے بعد مدرسہ میں کچھ تعطل پیدا ہوگیا۔

بنابریں شوال ۱۸ھ میں مولانا بزرگ صاحب دارالعلوم دیوبند چلے گئے۔ ۲۲ھ تک چار سال دارالعلوم دیوبند میں رہ کر سند فراغ حاصل کی۔ علوم وفنون کی جملہ درس نظامیہ کی کتابیں مفتی اعظم حضرت مولانا عزیز الرحمٰن صاحب [۱] وحضرت مولانا حافظ محمد احمد

---

[۱]...... حضرت مولانا عزیز الرحمٰن صاحب: دارالعلوم دیوبند کے مفتی اعظم، زہد وتقوی، دین و دانش، علم و عمل کے پیکر، عارف باللہ، صاحب باطن بزرگ تھے۔ ۱۲۹۵ھ میں دارالعلوم سے فراغت حاصل کی۔ مولانا یعقوب صاحب نانوتوی، مولانا سید احمد دہلوی، شیخ الہند سے شرف تلمذ حاصل تھا۔ فراغت کے بعد کچھ عرصہ دیوبند میں معین المدرس رہے، ساتھ ہی افتاء کی خدمت بھی مولانا یعقوب صاحب کی زیر نگرانی کی۔ پھر کچھ عرصہ میرٹھ میں درس وتدریس میں مصروف رہے۔ ۱۳۰۹ھ میں اکابر دارالعلوم نے نائب مہتمم کے عہدے پر آپ کا انتخاب کیا، ایک سال بعد مفتی ومدرس ہوگئے۔ افتاء کے ساتھ حدیث و تفسیر وفقہ کے چند اسباق آپ سے متعلق رہتے۔ فقہ میں آپ کا مقام بہت بلند تھا۔ بقول علامہ کشمیری کے: ''اب سے ایک صدی پہلے تک اس شان کا فقیہ النفس علماء کی جماعت میں نظر نہیں آتا''۔ ۴۰ رسال کے قریب آپ نے دارالافتاء کی خدمات جلیلہ انجام دیں۔ آپ کے فتاوی کی تعداد ایک لاکھ اٹھارہ ہزار کے قریب ہے۔ علومِ ظاہری کے ساتھ علومِ باطنی میں بلند مقام حاصل تھا۔ مولانا رفیع الدین صاحب سے خلافت حاصل تھی۔ حضرت حاجی صاحب نے بھی آپ کو مجاز فرمایا تھا۔ خدمت خلق کا یہ حال تھا کہ محلّہ کی عورتوں کا بازار سے سودا سلف لاتے۔ آخری عمر میں جامعہ اسلامیہ ڈابھیل تشریف لے گئے۔ ڈابھیل سے واپسی پر طبیعت علیل ہوگئی، علاج کیا مگر افاقہ نہ ہوسکا، وقت موعود آچکا تھا۔ ۱۷ر جمادی الثانی ۱۳۴۷ھ مطابق ۱۹۲۷ء کی شب میں داعی اجل کو لبیک کہا، طاب اللہ ثراہ وجعل الجنۃ مثواہ۔

صاحب صدر مہتمم ۱؎ مولانا حبیب الرحمٰن صاحب نائب مہتمم ۲؎ و مولانا غلام رسول

۱؎......مولانا محمد احمد صاحب: آپ حضرت نانوتوی کے فرزند رشید تھے۔ حضرت شیخ الہند و مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتوی سے شرف تلمذ حاصل تھا۔ دورۂ حدیث گنگوہ پہنچ کر حضرت گنگوہی کے حلقہ درس میں پورا کیا۔ علمی صلاحیت بہت عمدہ تھی۔ انتظامی خداداد صلاحیتیں ضرب المثل تھیں۔ آپ کے دور اہتمام میں دار العلوم نے عظیم الشان ترقی کی۔ آپ نے ۴۵/سال دار العلوم کی خدمات انجام دیں، ابتدائی دس سال تدریس میں اور ۳۵/سال اہتمام کے فرائض انجام دیئے۔ درس و تدریس کا جو مشغلہ شروع سے قائم ہوا تھا، زمانہ اہتمام میں بھی بند نہ ہوا۔ ''مسلم شریف، مشکوۃ، جلالین، مختصر المعانی'' وغیرہ کتابیں نہایت اہتمام و شوق سے پڑھاتے۔ تقریر نہایت صاف اور علمی معلومات سے پر ہوتی۔ اپنے والد ماجد کے خاص علوم و مضامین پر کافی عبور تھا۔ برطانوی حکومت کی طرف سے آپ کو ''شمس العلماء'' کا خطاب ملا، مگر دار العلوم دیوبند کی حریت پسندانہ مسلک کی بنا پر اسے واپس کر دیا۔ نظام دکن نے موصوف کو ریاست حیدرآباد میں مفتیٔ اعظم کے عہدہ پر مقرر کیا۔ حکومت آصفیہ کے اس بڑے دینی منصب پر تقریباً ۳/سال فائز رہے۔ حیدرآباد دکن سے دیوبند تشریف لاتے ہوئے ریل ہی میں وفات پائی اور ''من مات فی السفر فھو شھید'' میں داخل ہوگئے۔ یہ واقعہ ۳/جمادی الاول ۱۳۴۷ھ کا ہے۔ نظام حیدرآباد کی خصوصی فرمائش پر ''خطۂ صالحین'' (حیدرآباد کا مخصوص قبرستان ہے) میں دفن ہوئے۔

۲؎......مولانا حبیب الرحمٰن صاحب: خانوادۂ عثمانی کے چشم و چراغ اور حضرت گنگوہی کے خادم خاص تھے۔ اول سے آخر تک دار العلوم میں علوم کی تکمیل کی۔ آپ ایک متبحر عالم، عربی زبان کے زبردست ادیب تھے۔ انتظامی صلاحیت بدرجۂ اتم تھی۔ حضرت الحاج عابد حسین صاحب کے عہد میں دیوبند میں ہنگامہ ہوا، ایک مہتمم کی ضرورت پیش آئی، حضرت گنگوہی سے عرض کیا تو فرمایا کہ: ہمارے اس تنکے کو لے جاؤ، یہ امنڈنے والے سیلاب کو روکے گا''۔ ''قلندر ہر چہ گوید دیدہ گوید'' اس بیدار مغز منتظم نے دار العلوم کے شعبہ کو منظّم و مستحکم کر دیا۔ دار العلوم کی ترقی میں آپ کی خداداد صلاحیتوں کا بڑا دخل ہے۔ حضرت شاہ کشمیری کے عہد کا ہنگامہ آپ ہی کے دور میں ہوا، اس نازک موقع پر آپ کے عزم و استقلال نے دار العلوم کی کشتی کو ڈگمگانے سے بچالیا۔ ملکی سیاست آپ کی گھٹی میں پڑی ہوئی تھی۔ ''قصیدہ لامیۃ المعجزات، تعلیمات اسلام، اشاعت اسلام، رحمۃ للعالمین'' وغیرہ تصانیف یادگار ہیں۔ ۴/رجب ۱۳۴۸ھ مطابق ۱۹۲۹ء کی شب میں اس جہاں فانی سے رحلت فرمائی۔

صاحب [۱] سے پڑھیں، اور دورۂ حدیث حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب [۲] سے پڑھ کر فارغ التحصیل ہوئے۔ [۳]

۱..... مولانا غلام رسول صاحب ہزاروی: دارالعلوم دیوبند کے قدیم استاذ' شباب سے شیب تک کا زمانہ دارالعلوم کی تدریس میں صرف کر دیا، بلکہ لحد بھی دیوبند میں تلاش کی۔ عجیب وغریب مزاج اور سادہ لوح عالم تھے۔ تلامذہ سے نہایت بے تکلفی سے ملتے۔ طلبہ کہتے کہ آپ عربی و فارسی میں تقریر نہیں کر سکتے، آپ کے شاگرد حضرت کشمیری تو عربی' فارسی میں تقریر کرتے ہیں۔ مرحوم کی عربی و فارسی میں تقریر شروع ہو جاتی۔ فرماتے: کئی زبانوں کا ماہر ہوں جس میں اردو بھی ہے۔ مفتی محمود صاحب نے عرض کیا اردو جانتے ہو تو ''کریلا اور نیم چڑھا'' کا مطلب بتلائے؟ کچھ دیر خاموشی کے بعد فرمایا: ''اور'' حرف عطف نے کام خراب کر دیا ورنہ بات صاف تھی' کریلا نیم پر چڑھ گیا۔ اس سادگی سے طلبہ اور ذمہ داران مدرسہ خوب لطف لیتے۔ علوم عقلیہ ونقلیہ کے حافظ اور جامع العلوم تھے۔ جیب میں ایک پرچی رکھتے، جس پر اپنے تلامذہ سے ایصال ثواب کی مقدار متعین کرا کر دستخط لے لیا کرتے۔ آپ کے تلامذہ میں بڑے بڑے نامور علماء شامل ہیں۔ ۱۸؍محرم ۱۳۳۷ھ میں وفات پائی، اللھم ارحمہ۔

۲..... حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب: آپ حضرت نانوتوی کے تلمیذ رشید تھے۔ دارالعلوم کے سب سے پہلے طالب علم، ۱۲۹۰ھ مطابق ۱۸۷۳ء میں دستار فضیلت حاصل کی۔ حضرت حاجی صاحب سے خلافت بھی حاصل تھی۔ دارالعلوم کے تیسرے صدر مدرس مقرر ہوئے۔ ۲۵؍سال مسلسل اس عہدہ پر فائز رہے۔ ۸۶۰؍طلبہ آپ سے حدیث پڑھ کر فارغ التحصیل ہوئے۔ سیاست میں بھی رہے۔ دیوبند اور علی گڑھ کے مابین بعد کو بڑی حد تک کم کرنا آپ کا نمایاں کارنامہ ہے۔ کئی مفید تصانیف ہیں۔ حضرت تھانوی، حضرت کشمیری، علامہ عثمانی، حضرت مدنی، مفتی کفایت اللہ صاحب، مولانا اصغر حسین صاحب دیوبندی، مولانا سندھی، مولانا حبیب الرحمٰن، مولانا اعزاز علی صاحب، جیسے مشاہیر علم و فضل آپ کے تلامذہ میں شامل ہیں۔ ۱۸؍ربیع الاول ۱۳۳۹ھ مطابق ۱۹۲۰ھ میں واصل بحق ہوئے۔ مقبرہ قاسمی میں سپرد خاک ہے۔

۳..... ''تاریخ دارالعلوم دیوبند'' ص ۹۶ ج ۲۔ اور اس کی اتباع میں ''تاریخ جامعہ'' ص ۲۷۵ ر میں آپ کا سن فراغ ۱۳۲۱ھ لکھا گیا ہے۔ اور تاریخ کے تتبع سے یہی صحیح معلوم ہوتا ہے، واللہ اعلم۔

بیعت

۲۲ھ کے آخر میں حضرت قطب الوقت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہ [۱] کی خدمت اقدس میں حاضر ہوکر بیعت سے سرفراز ہوئے، اور حضرت شیخ کی خدمت میں آپ کے وصال تک تقریباً آٹھ نو مہینے حضرت کی تلقین وتعلیم کے مطابق ذکر وفکر شغل اور مجاہدہ و ریاضت کرتے رہے، یہاں تک کہ مرشد اعظم کا: ۸/ جمادی الآخر کو وصال ہوجانے کے بعد بادل ناخواستہ وطن تشریف لائے [۲] اور تازیست اوراد ووظائف اور معمولات کے پابند رہے۔

دارالعلوم دیوبند کے ۱۳۲۸ھ کے بڑے جلسے [۳] میں ۲۸/ سال کے فارغ شدہ علماء

---

[۱]......حضرت اقدس گنگوہی کے حالات کے لئے دیکھئے! ص ۳۹۹ ج ۲۔

[۲]......مولانا بزرگ حضرت گنگوہی کی وفات کے بعد مجبوراً گھر تشریف لائے، ورنہ آپ نے طے کرلیا تھا کہ علوم ظاہری و باطنی کی تکمیل کے بغیر وطن کی طرف مراجعت نہیں کروں گا، اس درمیان والد ماجد کا انتقال ہوگیا اور مولانا کو اس بات کی اطلاع دی گئی اور درخواست کی گئی کہ اب گھر پر کوئی دیکھ بھال کرنے والا نہیں، آپ تشریف لے آویں، مگر آپ نے اس حادثۂ فاجعہ کو بھی وطن سے دور رہ کر برداشت کرلیا۔ دو چھوٹی بہنیں تھیں، جن کی بعض رشتہ داروں نے کفالت و پرورش کرلی۔

ایک بات یہاں اور قابل ذکر ہے کہ مولانا بزرگ فراغت سے قبل ہی دوران تعلیم حضرت گنگوہی سے بیعت ہوگئے تھے اور کچھ وقت رہ کر بحصول اجازت وطن واپس آگئے اور پھر معقولات کی کچھ کتابیں پڑھنے کی غرض سے ٹونک تشریف لے گئے، ابھی ایک ہفتہ ہی گذرا تھا کہ ایک خواب دیکھا کہ: ''ایک بہت بڑا دریا ہے جس کو انہوں نے ایک دم میں عبور کرلیا ہے، اس دریا کے پرلے کنارے پر حضرت مولانا گنگوہی کھڑے تھے اور ان کو اپنی طرف بلا رہے تھے''۔ یہ خواب دیکھ کر جب آنکھ کھلی تو دل میں ایک وحشت اور گھبراہٹ موجود تھی، آخر وہاں سے چل دیئے اور دیوبند آئے، یہاں ایک سال رہ کر ساری بقیہ کتابیں ختم کیں۔ (تذکرۃ الرشید ص ۳۸ ج ۲)

[۳]......دارالعلوم دیوبند میں ۱۳۰۱ھ کے بعد کچھ اتفاقات کی وجہ سے ۲۶/ سالوں تک مسلسل جلسۂ دستار

کو دستار فضیلت دی گئی' جو حضرات جلسہ میں حاضر نہ ہو سکے انہیں پہنچائی گئی، چنانچہ مولانا بزرگ صاحب کو دستار فضیلت بذریعۂ پارسل جہانسبرگ (جنوبی افریقہ کا ایک شہر ہے) پہنچائی گئی، مولانا کا قیام چند سال افریقہ میں بھی رہا۔

سفر رنگون

اس کے بعد وطن پہنچ کر مولانا احمد حسن صاحب کے معاون بن کر جامعہ کی خدمت کرتے رہے۔ ۳۵ھ مطابق ۱۷ء میں مولانا حکیم محمد ابراہیم صاحب راندیری کی فہمائش و طلبی پر رنگون میں سورتی جامع مسجد کے پہلے مفتی مقرر ہو کر رنگون تشریف لے گئے۔ تین سالہ قیام میں افتاء' وعظ' درس قرآن وتفسیر کا فیض پہنچایا۔

مولانا کے زمانہ قیام رنگون میں خواجہ کمال الدین مبلغ جماعت احمدیہ قادیان کی آمد سے

بندی نہ ہو سکا، ان کی تلافی کے لئے ۶/۷/۸/ربیع الآخر ۱۴۲۸ھ میں عظیم الشان جلسۂ دستار بندی منعقد ہوا' اس کی عظمت کا اندازہ اس بات سے ہو سکتا ہے کہ قرب و جوار کے دیہات وقصبات سے آنے والوں کے علاوہ ملک کے دور دراز سے آنے والوں کی تعداد تیس ہزار سے اوپر تھی۔ جلسے کے دوران میں عجیب طرح کی اسلامی شان نمایاں تھی۔ دار العلوم کے مغربی جانب تالاب کے کنارہ دور تک خیموں کا طویل سلسلہ پھیلا ہوا تھا۔ نماز کے لئے خیموں کے سامنے میدان میں ہزاروں آدمیوں کی بڑی بڑی صفیں قائم ہو جاتی تھیں۔ راتوں کو ذکر و شغل کی آواز سے جنگل گونجتا تھا۔ ہر شخص کو برکت اور روحانی مسرت محسوس ہوتی تھی۔ جلسے کے ایام میں بعض صلحاء نے آپ ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ آپ اہل مجلس سے مصافحہ فرما رہے ہیں۔ اس طرح کے بے شمار خواب جلسے سے قبل اور جلسے کے دوران لوگوں نے دیکھے۔ ایک بزرگ جو لوگوں سے بالکل الگ تھلک رہتے تھے اور کسی سے بات کرنا پسند نہ کرتے تھے، جلسے سے قبل دیوبند آئے، جلسے کی ہر چیز کو بغور دیکھتے رہے۔ نہایت مستعدی سے ہر وقت چلتے' پھرتے رہتے تھے۔ اور جلسہ ختم ہوتے ہی یہاں سے چلے گئے' لوگوں کا خیال ہے کہ یہ جلسے کی خدمت کے لئے روحانی طور پر مامور تھے۔ (تاریخ دار العلوم ص ۲۲۲ ج ۲)

رنگون میں قادیانیت کے فتنہ کو دبانے کے لئے حضرت مولانا عبدالشکور صاحب لکھنوی رنگون بلائے گئے، اور اس فتنہ کے قلع قمع میں خوب خوب کام کیا۔ اس واقعہ کی پوری تفصیل ''صیحۂ رنگون'' نامی ایک کتاب میں شائع ہوئی ہے، ۱؎ اس فتنہ کی مدافعت کی سعی وجدوجہد اور کتب تفاسیر کے حوالوں کی تلاش اور دیگر مالی سرمایہ ومصارف کی فراہمی وغیرہ کا سہرا مولانا بزرگ صاحب کے سر بندھا، جزاه الله تعالى عن جميع المسلمين خير الجزاء۔

۱۳۴۶ھ مطابق ۱۹۲۷ء دارالعلوم دیوبند میں منتظمین مدرسہ ومدرسین میں کچھ اختلاف ہوا، ۲؎ جس کا انجام یہ ہوا کہ ایک جماعت علماء وطلباء کی دارالعلوم سے علیحدہ ہوگئی، ان

۱؎..... یہ کتاب مولانا بزرگ ہی نے تصنیف فرمائی ہے۔ اس کا پورا نام ''صیحۂ رنگون بر پیروان دجال زبوں''۔ کتاب ۱۴۶ر صفحات پر مشتمل ہے۔ حال میں اس کا نیا ایڈیشن بھی شائع ہوگیا ہے۔

۲؎..... ۴۶ کا یہ اختلاف حدیث نبوی ''اختلاف امتی رحمة'' کے مصداق اس نتیجہ خیر پر منتج ہوا تھا کہ حق تعالی کے فضل وکرم سے دارالعلوم کا فیضان علمی اس جماعت کے ذریعہ صوبۂ گجرات وکاٹھیا واڑ میں دیر تک اور دور تک پھیلا۔ قیصر

اس اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ ۱۳۴۴ھ کے اواخر میں دارالعلوم دیوبند کے طلباء کو ناظم مطبخ مولوی گل محمد مرحوم سے کچھ شکایت پیدا ہوئی، بنابریں طلبہ نے انہیں شعبان میں سالانہ امتحان کے موقع پر عین دار الامتحان میں زدوکوب کیا۔ اس جرم میں پانچ طلبہ کا اخراج عمل میں آیا۔ اس اخراج سے طلبہ کی ایک بڑی جماعت میں ہیجان پیدا ہوگیا، مگر سالانہ امتحان کے بعد عام تعطیل ہوجانے سے یہ ہنگامہ فرد ہوگیا۔ ۱۳۴۵ھ میں پھر اس طرح کی کچھ شکایتیں پیدا ہوئیں اور اب کی دفعہ طلبہ کو اکابر اساتذہ: حضرت علامہ انور شاہ صاحب کشمیری، حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب عثمانی، حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی، حضرت مولانا سراج احمد صاحب رشیدی، کی تائیدات بھی حاصل ہوگئیں، اور شاہ صاحب نے دارالعلوم کی مسجد میں اوائل شعبان ۴۵ھ میں دومرتبہ طلبہ کے مطالبات کی تائید میں تقریر بھی فرمائی۔ یہ اختلاف جو تقریبا دو سال سے جاری تھا' دب دب کر نمایاں ہوجاتا تھا۔ ذی قعدہ ۴۵ھ میں حضرت شاہ صاحب اپنے وطن کشمیر تشریف لے گئے، ماہ صفر ۴۶ھ کے وسط میں وہیں سے استعفاء بھیج دیا۔ ۲ر ربیع الاول کو

طلبہ میں فخر خاندان مولانا محمد میاں صاحب سملکی بھی تھے، جو حضرت شیخ المحد ثین مولانا سید محمد انور شاہ صاحب کی شیدائی طلبہ میں سے تھے۔ مولانا محمد میاں صاحب نے حسب صوابدید مولانا احمد بزرگ صاحب اس مقدس جماعت کو ڈابھیل بلانے کا مصمم قصد کر لیا۔ اور مولانا محمد میاں صاحب اور مولانا بزرگ صاحب کی مخلصانہ سعی سے جناب حاجی موسی میاں صاحب اور جناب سیٹھ حاجی یوسف ابراہیم گارڈی صاحب اور دو عالی ہمت اور نیک تاجروں نے اس نعمت غیر مترقبہ کو بطیّب خاطر منظور کیا، اور اپنی عالی حوصلگی سے بتوفیق یزدانی اس مقدس جماعت کو ڈابھیل مدعو کرنے کے جملہ مصارف کا انتظام کر دیا، اور فوری ووقتی ضرورت یعنی کتب خانہ کے لئے ایک کثیر اور گراں قدر رقم عنایت فرمائی، [۱] اور دائمی

دیوبند واپس تشریف لائے، مستعفی ہو چکے تھے، اس لئے درس شروع نہیں فرمایا۔ طلبہ نے اسٹرائک کر دی جو دس دن تک جاری رہی۔ سنت اللہ یوں ہی جاری ہے کہ اللہ کی زمین جب پیاسی جب ہوتی ہے اور کرۂ ارض کی ہر شئی تشنگی کی شدت سے پانی کے لئے بیتاب ہو جاتی ہے تو سمندر میں تلاطم اور تموج کا ایک طوفان برپا ہوتا ہے جس سے بخارات اٹھتے ہیں اوپر جاتے ہیں اور بادل کی شکل اختیار کرتے ہیں، اور ابر رحمت بن کر باران رحمت برسانے لگتے ہیں، ٹھیک اسی طرح علامہ شبیر احمد عثمانی کے لفظوں میں (۱۳۵۵ھ میں دارالعلوم کے ایک عام اجتماع میں بیان فرماتے ہوئے بلیغ انداز میں فرمایا:)

''دارالعلوم کے علمی سمندر میں ایک طوفان جوش پر تلاطم اٹھا اور اس کی موجیں ایک دوسرے سے ٹکرائیں، اس تموج اور تلاطم میں کچھ نقصانات بھی پہنچے، مگر یہاں سے بخارات کے جو بادل اٹھے وہ ابر رحمت بن کر گجرات کی اس دور افتادہ سرزمین پر جا کر برسے' جو علم اور رسول اللہ ﷺ کی سنتوں سے محروم اور بے بہرہ تھی۔ علماء دیوبند کے وہاں پہنچ جانے سے ڈابھیل میں وہ عظیم الشان مدرسہ وجود میں آیا جس کے علمی فیضان سے آج گجرات کا چپہ چپہ سیراب ہو رہا ہے، اور گجرات کا بدعت کدہ بحمد اللہ آج قرآن وسنت کی روشنی سے منور ہے''۔

(ماخوذ ''تاریخ دارالعلوم دیوبند'': ص ۲۶۹ تا ۲۷۳ ج ۱، ملخصاً ''تاریخ جامعہ'' ص ۳۵)

[۱]......ساتھ ہی حاجی یوسف گارڈی صاحب نے دس ہزار کی مالیت کی کتابیں' جن کی تعداد ایک ہزار نو سو

اخراجات کے لئے ماہوار ایک ایک ہزار روپیہ مقرر کر دیا، ۱؎ اور ان سر برآوردہ علماء وصلحاء ومہمانان رسول ﷺ کی ایک بڑی جماعت دارالعلوم دیوبند کے مرکز سے ہٹ کر ڈابھیل آ گئی، اور فیوض وبرکات وعلوم نبویہ کا ایک اور چشمہ جامعہ اسلامیہ سے بہنے لگا۔ یہ کام کتنا عظیم تھا جو خدا نے اس مخلص ومرنجان مرنج بزرگ کے زمانۂ اہتمام میں اہل گجرات کی قسمت میں لکھ دیا تھا، اس کا اندازہ ذیل کے واقعات سے کیجئے!

غالبًا مولانا شبلی نعمانی نے کسی مقالہ میں علامہ بحرالعلوم لکھنوی کے حالات میں لکھا ہے کہ لکھنؤ میں مخالف عنصر سے اختلاف کی بناء پر علامہ بحرالعلوم بہت دل برداشتہ ہو گئے تھے، اخیر میں آپ نے ترک وطن کا ارادہ کر لیا، شدہ شدہ اس ارادہ کی اطلاع نواب فیض اللہ خاں والی ریاست رامپور کے کان تک پہنچی، نواب صاحب نے ازراہ قدردانی علامہ بحر العلوم کو تیس طلبہ کی ایک جماعت کے ساتھ رامپور بلوالیا۔ آپ کے لئے نقد وظیفہ مقرر کر دیا اور طلبہ کے خورد ونوش کا انتظام ریاست کی طرف سے کیا۔ علامہ نے تدریس کا شغل جاری رکھا۔ مولانا شبلی تحریر فرماتے ہیں کہ ایک سال کے بعد ریاست اس بار کو اٹھا نہ سکی۔ اس کی تائید ''تذکرہ علماء ہند'' فارسی سے ہوتی ہے، جس کے چند جملے یہ ہیں:

''لیکن بوجہ قلت کفاف مولانا برخاستہ می بود''

جس سے بحرالعلوم کا دل اچاٹ ہو گیا، اس کی اطلاع نواب والا جاہ محمد علی خان والی

چودہ (۱۹۱۴) تھی' بطور عاریت عنایت فرمائیں۔

۱؎...... ان ہر دو فیاضوں نے حسب وعدہ ایک ایک ہزار روپے ماہانہ عنایت فرمائے اور برابر بارہ سال تک دیتے رہے۔

اسی طرح جامعہ میں اساتذہ کے قیام کے لئے کوئی جگہ نہ تھی، حاجی یوسف اسماعیل میاں' رئیس سملک نے اپنی وسیع اور عالی شان کوٹھی (جس میں اس وقت مجلس خدام الدین سملک کی آفس ہے) خالی کر دی۔ (تاریخ جامعہ ص ۴۱ و ۴۲)

صوبہ کرناٹک و مدراس کو ہوئی، والا جاہ نے ازراہ قدردانی قاصد خاص کے ساتھ ضروری مصارف راہ وغیرہ بھیج کر بحرالعلوم کو مدراس بلوالیا، اور ملک العلماء اور بحرالعلوم کے خطاب سے معزز فرمایا۔ اس واقعہ کو ذہن میں رکھئے! اور دوسرا واقعہ بطور لطیفہ کے سنئے۔

دارالعلوم کے اختلاف کے زمانہ میں کاتب الحروف ایک روز راندیر میں جناب حافظ صالح صاحب خطیب مسجد چناروا‌ڑ کے دولت خانہ پر ایک مجمع میں حاضر تھا۔ مجمع میں مولانا حکیم محمد ابراہیم صاحب، مولانا محمد حسین صاحب مرحوم، مفتی مہدی حسن صاحب، جناب حکیم ببر علی صاحب مرحوم، جناب سیٹھ قاسم پیپرڈی صاحب مرحوم، سیٹھ قاسم سورتی صاحب وغیرہ حضرات شریک جلسہ تھے۔ دارالعلوم کے اختلاف کا ذکر چھڑا ہوا تھا، کسی صاحب نے مولانا محمد حسین صاحب بانی مدرسہ محمدیہ سے خصوصاً اور مجمع کے اہل خیر حضرات سے عموماً درخواست کے لہجہ میں کہا کہ اتنی بڑی علماء اور طلباء کی جماعت کو راندیر کے باہمت اہل خیر مدعو کر سکتے ہیں، اور کثیر اخراجات کا بار اٹھا سکتے ہیں، اہل راندیر کو ہمت کرنی چاہئے، مجمع ساکت تھا، کسی نے کچھ جواب نہ دیا، اس کے بعد مولانا محمد حسین مرحوم [1] نے مسکراتے

[1] ..... حضرت مولانا محمد حسین صاحب راندیری: آپ کی ولادت راندیر میں ۱۳۱۰ھ میں ہوئی۔ فارسی و ابتدائی عربی کی تعلیم اپنے والد محترم مولانا قاری اسماعیل صاحب سے حاصل کرنے کے بعد مدرسہ امینیہ دہلی میں داخلہ لیا، اور ۱۳۳۳ھ میں سند فراغت حاصل کی۔ اس کے بعد دیوبند تشریف لے گئے اور حضرت شیخ الہند کی خدمت میں رہ کر فیوض علمیہ وعملیہ سے مستفید ہوئے۔ فراغت کے کچھ عرصہ بعد اپنے بڑے بھائی مولانا حکیم ابراہیم صاحب اور حافظ احمد صاحب کی معیت میں ۲۰/فروری ۱۹۱۷ مطابق ۱۳۳۵ھ میں جامعہ حسینیہ محمدیہ عربیہ کی بنیاد ڈالی۔

تعلیم کے ساتھ آپ کی تبلیغی محنت جاری، قریہ قریہ سفر کر کے دعوت وتبلیغ کا فریضہ انجام دی۔ آپ کا انداز بیان اتنا عمدہ تھا کہ دور دور سے لوگ حاضر ہو کر آپ کے وعظ ونصائح سے مستفید ہوئے۔

قلبی امراض و بخار کے شدید حملہ کے بعد ۱۰/رجب المرجب ۱۳۵۱ھ مطابق ۱۹۳۲ء میں راندیر میں

ہوئے فرمایا کہ: ''واقع میں یہ کام بڑی سعادت کا ہے، لیکن ہاتھی کا پیٹ کون بھرے؟ ہاتھی کا پیٹ بھرنا آسان کام نہیں، یہ تو ریاستوں کے بس کی بات ہے'' انتھی۔

ایک خواب

اس سعادت عظمی کا حصول قضاوقدر نے سرزمین گجرات کے ایک کوردہ کے حصہ میں لکھ دیا تھا۔ اب قضا وقدر کے فیصلے کے اشارے سعید روح کو عالم رویا میں ہونے شروع ہوئے۔ مولانا احمد بزرگ صاحب نے انہی دنوں میں ایک خواب دیکھا (یہ خواب مولوی عبدالحق ابن حاجی ابراہیم میاں صاحب نے مجھے حال میں سنایا) کہ سملک میں چوراہے پر ایک بڑ کے درخت (اب یہ بڑ نہیں ہے) کے زیرسایہ حضور ﷺ کا جسد اطہر محوخواب ہے ، اور مولانا احمد حسن صاحب مرحوم بانی مدرسہ جامعہ اسلامیہ حضور ﷺ کے جسد اطہر کے پاس کھڑے ہیں، میں مسجد جانے کے ارادے سے گھر سے نکل کر شاہ راہ عام پر پہنچا تو مولانا احمد حسن صاحب نے مجھے آواز دی کہ مولوی احمد یہاں آو! میں پاس پہنچا تو مولوی صاحب نے فرمایا کہ: حضور ﷺ کے جسد مبارک کو پہنچانے میں میری مدد کرو، چنانچہ ہم دونوں نے حضور ﷺ کے جسم اقدس کو اٹھا کر مولوی احمد حسن صاحب کے گھر میں ایک بستر پر لٹادیا، اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی، انتھی۔

علوم نبویہ کے ماہرین کو بلانے کی دھن تو لگی ہوئی تھی، تگ ودو جاری تھی، دعوت نامے پہنچ چکے تھے۔

رویائے صادقہ نے شوق وہمت میں کافی اضافہ فرمادیا۔ جماعت علماء کو رضامند کرنے اور پوری جماعت کے ساتھ ڈابھیل لانے کے لئے مولانا احمد بزرگ صاحب اور حاجی

وفات پائی۔ نماز جنازہ یادگار سلف حضرت مولانا سید اصغر حسین صاحب نے پڑھائی۔

ابراہیم صاحب دیوبند تشریف لے گئے، اور اللہ کے فضل وکرم سے مشاہیر علماء ومستعد طلباء کا یہ کثیر ومقدس مجمع سرزمین گجرات کے لئے باعث خیر وبرکت وموجب فیض عظیم ہوا۔ مولانا احمد بزرگ صاحب کی قبر کو اللہ منور اور ٹھنڈا رکھے سعید روح تھی، سعادت ازلی حاصل کر کے رحمت حق میں پیوستہ ہوگئی، کیسی نیک کمائیاں تھیں، جو گجرات سے لے کر ہندو بیرون ہند کابل، بخارا، یمن وحجاز تک فیض پہنچانے کا ذریعہ بنیں۔ اس وقت جامعہ کی رونق، لائق ومستعد، مختلف دیار کے طلبہ کا ہجوم، قابل دید تھا۔

اوصاف وکمالات

مولانا احمد بزرگ صاحب سیدھے سادے بھولے بھالے بزرگ تھے۔ تکلف وتصنع مطلق نہیں تھا۔ لباس موٹا پہنتے تھے۔ کفایت شعار تھے۔ فضول خرچی سے متحرز تھے۔ سادہ خوراک تھے، جو سامنے آیا شوق سے کھایا، مرغن ولذیذ کھانے بھی خوب سیر ہو کر شوق سے کھاتے تھے۔ ہاضمہ قوی تھا۔ قویٰ بہت مضبوط تھے۔ بہت ہی بے تکلف، سادہ وضع بزرگ تھے۔ چالاکی، عیاری، بناوٹ اور اظہار شان سے کوسوں دور رہے۔ ذاکر شاغل تھے۔ تہجد کے نہایت پابند تھے۔ سفر میں بھی تہجد ناغہ نہیں ہونے دیتے تھے۔ تہجد کے بعد ذکر جہر کا معمول تھا، جو عمر بھر باقی رہا۔

بڑی عمر میں حفظ کلام اللہ کی دولت کئی سال کی محنت کے بعد حاصل کی۔ خواب اکثر سچے دیکھتے تھے۔ [۱] تعبیر رؤیا میں اللہ نے ایک خاص ملکہ نصیب فرمایا تھا۔ اکثر تعبیر بہت

[۱]...... حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب میرٹھی نے: ''تذکرۃ الرشید'' میں مولانا بزرگ کے متعدد خواب ذکر فرمائے ہیں۔ ایک جگہ رقمطراز ہیں: ''مولوی احمد بزرگ صاحب سملک ضلع سورت کے رہنے والے تھے، جس قدر دن میں علوم شرعیہ پڑھتے تھے، اسی وقت سے اللہ کا نام سیکھنے کی دل میں طلب تھی، اور چونکہ جوان صالح تھے، اس لئے رویاء صالحہ نظر آتی تھیں۔ (ص۳۰۹ ج۲)

صادق اور صحیح نکلتی تھی۔ حضور ﷺ کے جسدِ اطہر کے اٹھانے کے خواب کی تعبیر علوم نبویہ کے حاملین کے تشریف لانے کے بعد یہ فرماتے تھے کہ: مولانا احمد حسن صاحب کے معنوی مکان مدرسہ میں میری امداد سے علوم نبویہ کے حاملین بلائے گئے۔ تعبیر گویا حضرت یوسف علیٰ نبینا صلوات اللہ علیہ کے الفاظ ﴿ هٰذا تاويل رؤياى من قبل قد جعلها ربى حقا ﴾ کا صحیح مصداق ہے۔ نماز نہایت خضوع وخشوع سے پڑھتے تھے۔

باوجود سیدھے سادے ہونے کے اچھے منتظم تھے۔ امانت دار تھے۔ کئی مخلص احباب مقیم افریقہ کی بمبئی کی املاک کا انتظام بذاتِ خود کرتے تھے۔ حساب کتاب بہت صاف رکھتے تھے۔ خداترس تھے۔ متبع سنت تھے۔ حضور ﷺ کی زیارت عالم رؤیا میں بارہا نصیب ہوئی۔ [۱] حضور ﷺ کی روح پرفتوح سے روحانی فیض اکثر حاصل ہوتا رہا۔

حج

تین حج نصیب ہوئے۔ فرماتے تھے کہ ۱۳۶۸ھ کے حج کے بعد زیارت روضۂ اقدس سے جدائی کے بعد بہت گریہ طاری ہوا، اس کے بعد خواب میں حضور ﷺ نے تسلی فرمائی

[۱]...... استاذی مولانا فضل الرحمٰن صاحب اعظمی مدظلہ ''تاریخ جامعہ'' میں تحریر فرماتے ہیں کہ: ''رؤیائے صادقہ بہت ہوتے تھے۔ رسول اکرم ﷺ کی زیارت منامی بکثرت ہوا کرتی تھی۔ اپنی بیاض میں ۳۵/واقعات 'زیارت کے' تاریخ کے ساتھ لکھے ہیں۔ ایک دفعہ ''بخاری شریف'' کے درس میں آنکھ لگ گئی تو سرورِ دوعالم ﷺ کی زیارت ہوگئی، اس کو آپ نے وہیں ''بخاری شریف'' کے صفحہ پر تحریر فرمالیا، اخیر زمانے میں فرماتے تھے کہ اب مجھ کو خواب کی بھی ضرورت نہیں' جب مراقبہ کرتا ہوں' زیارت کرلیتا ہوں۔

دل کے آئینہ میں ہے تصویرِ یار جب ذرا گردن جھکائی دیکھ لی

نوٹ:...... مولانا بزرگ صاحب کے تفصیلی حالات کے لئے دیکھئے! ''حیات احمد'' ص ۳۶۶ ج ۲۔

کہ ''احمد! آئندہ سال بھی ہماری زیارت کروگے'' چنانچہ ۱۳۲۹ھ میں داعیہ شدید پیدا ہوا' اور حج کے بعد روضۂ اقدس پر حاضر ہوئے۔ اس سفر میں بہت کچھ فیوضات حضور ﷺ کی روحانیت مقدسہ سے نصیب ہوئے۔ یہ واقعات مرحوم نے اپنی خاص بیاض میں قلم بند کئے ہیں' جو راقم الحروف نے بھی بذات خود دیکھے ہیں۔ یہ جملہ برکات حضرت قطب الوقت مولانا رشید احمد صاحب محدث گنگوہی قدس سرہ کی صحبت کا نتیجہ تھیں۔ [۱] حضرت پیرومرشد کی دعاء کا فیض تھا کہ اللہ نے دینی نعمتوں کے ساتھ دنیاوی برکات بھی نصیب فرمائے۔ فراخ دستی وخوش حالی میں عمر کا اکثر حصہ گزرا۔ حضرت کے وصال کے بعد وقتاً فوقتاً حضرت حکیم الامت کے در دولت پر حاضر ہوکر فیوض ظاہری وباطنی سے مستفید ہوتے رہے۔

خلافت

اخیر میں شیخ الاسلام والمسلمین سیدنا مولانا حسین احمد مدنی نے ۱۳۶۹ھ میں مولانا کو مجاز طریقت بنا کر ڈابھیل سملک کے ایک مجمع عام میں اعلان فرما کر خلافت سے سرفراز فرمایا، الحمد للہ علی ذالک ، برّد اللّٰہ مضجعہ ونوّر اللّٰہ مرقدہ۔

---

[۱]...... مولانا بزرگ حضرت گنگوہی کے وصال سے ایک دن پہلے ایک خواب دیکھا۔ مولانا قبل دوپہر خانقاہ میں اپنے حجرہ کے اندر آرام فرمارہے تھے کہ خواب میں امام ربانی تشریف لائے اور آپ کے سارے بدن پر ہاتھ پھیر کر یوں ارشاد فرمایا: احمد! میں تمہارے بدن پر ہاتھ پھیرتا ہوں اور تم کو اللہ تعالی مال دے گا۔ مولانا بزرگ نے عرض کیا کہ حضرت بندہ کو مال نہیں چاہئے، آپ بندہ کے لئے دعا فرمائے اور آخرت میں مجھے اپنے ساتھ رکھے۔ حضرت نے اس کے جواب میں یہ کلمات ارشاد فرمائے: ''احمد! ہمارے ساتھ آخرت میں وہی شخص رہے گا جو اللہ تعالی کی اطاعت کرے گا اور فخر عالم ﷺ کا اتباع کرے گا، اور سنت پر عمل کرے گا۔ اور جو شخص بدعت کرے گا، اور اتباع آنحضرت ﷺ سے باز رہے گا وہ شخص قیامت میں ہمارے ساتھ نہ ہوگا، اگر چہ کیسا ہی ہمارا قریب کا ہو اور ہمارا ہو''۔ اس کے بعد آنکھ کھل گئی۔ (تذکرۃ الرشید ص۱۵۲ ج۲)

﴿۹﴾

حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب راندیری

ولادت:......۱۳۰۱ھ۔

وفات:......۱۳۷۳ھ۔

ماہنامہ ''دارالعلوم'' دیوبند، جمادی الثانی ۱۳۷۴ھ

....

حق تو یہ ہے کہ باری تعالی نے برہما کے مسلمانوں کے لئے مولانا ابراہیم صاحب کو ایک کرشمۂ رحمت اور مولانا عبدالحئی صاحب مرحوم کا سچا جانشین بنا کر بھیج دیا ہے۔آپ کی مخلصانہ کوششوں سے سینکڑوں دینی کام انجام پذیر ہوتے رہے' اور ہر دینی ضرورت پر آپ کی نظر پڑتی رہتی ہے۔(از:مفتی اعظم برما حضرت مولانا مفتی مرغوب احمد صاحب)

حضرت مولانا حکیم محمد ابراہیم صاحب راندیری رحمہ اللہ

یارانِ تیز گام نے منزل کا جالیا

ہم محوِ نالۂ جرسِ کارواں رہے

وفات

آپ ۲؍شعبان المعظم ۱۳۷۳ھ مطابق ۶؍اپریل ۱۹۵۴ء بروز سہ شنبہ بوقت ظہر اس ناپائدار دنیا سے عالم بقا کو تشریف لے گئے، رحمہ اللہ ، وبرد اللہ مضجعہ ، ونوّر اللّٰہ۔

ولادت

تخمیناً آپ کی ولادت ۱۳۰۱ھ قصبہ راندیر ضلع سورت کے ایک علمی گھرانے اور متدین خاندان میں ہوئی۔

تعلیم

ہوش سنبھالنے کے بعد خاندان کے دستور کے موافق قرآن مجید کا حفظ شروع کرایا گیا، جوں جوں عمر بڑھتی گئی، اردو گجراتی کی ضروری تعلیم کا سلسلہ ساتھ رہا۔ حفظ کلام مجید کے بعد فارسی و عربی کی ابتدائی کتابیں اپنے والد ماجد مولانا قاری اسماعیل صاحب سے پڑھنے کے بعد مدرسہ امینیہ دہلی میں کئی سال رہ کر مفتی اعظم مولانا کفایت اللہ صاحب و مولانا ضیاء الحق صاحب دیوبندی و مولانا محمد قاسم صاحب دیوبندی وغیرہ اساتذہ سے علوم دینیہ وفنون کی درسی کتابیں پوری کیں۔

اور پھر دو سال دارالعلوم دیوبند میں قیام فرما کر حضرت خاتم المحدثین شیخ الہند مولانا محمود الحسن صدر مدرس کی خدمت میں رہ کر دوبارہ دورۂ حدیث پڑھ کر ان کے فیوض علمیہ

وعملیہ سے دامن مراد کو پر کیا۔ ۱۳۲۸ھ کے جلسۂ دستار بندی میں آپ کو دستار فضیلت عطا ہوئی۔

دارالعلوم دیوبند سے فارغ ہونے کے بعد دہلی کے مشہور و نامور طبیب حکیم محمد رضی الدین صاحب خان بہادر سے فن طب کی کتب درسیہ پڑھیں، اوران کے مطب میں بیٹھ کر علاج ومعالجہ وتشخیص امراض وغیرہ عملی ضروریات کی مشق بہم پہونچائی اور بعد حصول سند وتکمیل طب آپ وطن تشریف لائے۔

سفر رنگون

اور کچھ عرصہ کے بعد اپنے ضلع کے صدر 'سورت' محلّہ نانپورہ میں مطب کا سلسلہ جاری کیا۔ سورت میں آپ کا مطب تھوڑے ہی عرصہ میں کامیاب ہو چلا تھا کہ رنگون میں ۱۳۳۱ھ مطابق ۱۹۱۳ء میں مولانا حافظ عبدالحئ صاحب کفلیتوی خطیب سورتی جامع مسجد کی وفات پر وہاں کے بعض مخلصین واحباب نے مولانا کو سورتی جامع مسجد کی امامت وخطابت کے لئے مدعو کیا، آپ اس بارگراں کو اٹھاتے ہوئے گھبراتے تھے، لیکن احباب کے اصرار پر متوکلاً علی اللہ جانے کا قصد کرلیا اور معہ اپنے تمام سامان مطب کے رنگون تشریف لے گئے۔

تقریباً پندرہ سال سے زیادہ عرصہ تک جامع مسجد کی خطابت کا ذمہ دارانہ عہدہ نہایت خوش اسلوبی سے انجام دیا۔ رنگون کی سورتی جامع مسجد ایک مال دار مسجد ہے۔ مسجد کے خطیب وامام کو معقول وگراں قدر تنخواہ دی جاتی ہے، لیکن باوجود منتظمین مسجد کے بے حد اصرار کے مولانا نے امامت کی تنخواہ لینی گوارا نہیں کی اور ''الولد سر لابیہ '' کا پورا نمونہ دکھا دیا۔

مطب

مولانا نے اپنی معاش اور ضروریات زندگی کے لئے رنگون میں اعلی پیانے پر مطب جاری رکھا، اور آزادانہ طور پر اس شریف پیشے سے خدا کے فضل وکرم سے نہایت عزت و احترام وقار کے ساتھ مسلمانان رنگون کو اپنے ظاہری و باطنی فیوض سے مالا مال فرماتے ہوئے زندگی بسر فرمائی۔

مولانا مرحوم کو اپنے مشائخ کرام کی طویل صحبت کی برکت سے اتباع سنت کا عشق اور بدعات اور بے اصل رسومات سے طبعی تنفر پیدا ہو گیا تھا۔

مولانا کو قدرت نے ملک برہما کا وسیع میدان اصلاحی جدوجہد کے لئے عطا فرمایا۔ اب آپ کی زندگی کا ایک نیا دور شروع ہوا، تو آپ نے رنگون و برہما کے مسلمانوں کو خالص منہاج سنت پر چلانے کے لئے امکانی جدوجہد وپیہم سعی شروع فرمائی اور وعظ ونصیحت کے ساتھ ساتھ دینی کتابوں کے تراجم اور مفید رسائل کی اشاعت بالخصوص حضرت حکیم الامت کے مواعظ اہل خیر کی طرف سے منگوا کر کثیر تعداد میں مفت تقسیم کرائے۔ اس سلسلہ میں دو ضخیم کتابیں "الجواھر الزواھر ترجمہ البصائر" اور "مجالس الابرار" کی ہزاروں جلدیں اہل خیر کی طرف سے زر خطیر صرف فرما کر مفت تقسیم کی گئیں، جزاھم اللہ تعالی خیر الجزاء۔

مولانا مرحوم اور کاتب الحروف مرغوب احمد کی طالب علمی کا زمانہ دہلی میں ایک ساتھ رہا ہے، اس لئے میرا تعلق مولانا سے بہت قریبی رہا ہے، اور میں نے برسوں برما میں ساتھ رہ کر دیکھا ہے، اس لئے بلا مبالغہ کہہ سکتا ہوں کہ خدا تعالی نے رنگون و برما کے مسلمانوں کے لئے مولانا ابراہیم صاحب کو ایک کرشمۂ رحمت اور مولانا عبد الحئی صاحب کا سچا جانشین

بنا کر بھیج دیا تھا، جس نے دینی خیر خواہی کے بے پناہ جذبے اور پیہم عمل وسعی سے مسلمانان برہما کی کایا پلٹ دی، ہر دینی ضرورت پر آپ کی نظر پڑتی رہی اور اس طرح سینکڑوں دینی کام بحسن وخوبی انجام پاتے رہے۔

رنگون میں آپ کی خدمات

رنگون میں آپ کے مشورے سے اکثر اسکولوں، اور مکاتب و مدارس میں دینی تعلیم کے معقول انتظام کی غرض سے دیندار تعلیمی تجربہ رکھنے والے علماء کا تقرر ہوا، جس سے دنیاوی تعلیم کے ساتھ دینی تعلیم کا خاطر خواہ انتظام کیا گیا اور اس طریقہ سے مسلم نونہالوں کے عقائد کی حفاظت کی گئی۔

اسی غرض ومقصد کو پورا کرنے کے لئے کتاب ''تعلیم الاسلام'' حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب نے مولانا کی درخواست پر متعدد نمبروں میں تالیف فرمائی' جو ہندوستان و برہما کے اکثر دینی مدارس ومکاتیب میں داخل درس ہے، اور جس کا فیض عام ہے۔

ایک اسلامی انجمن کی درخواست پر مولانا کے حسب ارشاد ''توحید الاسلام'' نامی کتاب راقم الحروف نے لکھ کر مولانا کی طرف سے پیش کی، جس میں توحید باری تعالی کے عقلی ونقلی شواہد و دلائل کا ایک خاصہ مفید مواد جمع کر دیا گیا ہے۔ اس کتاب کا خلاصہ برمی زبان میں وقتاً فوقتاً انجمن کی طرف سے شائع ہوتا رہا۔ مولانا کی تحریک پر اسے طبع کرا کر مدارس اسلامیہ ہند کے منتہی طلبہ پر بطور انعام تقسیم کیا گیا۔

اسی سلسلہ میں مولانا عبدالحق صاحب حقانی کی کتاب ''عقائد الاسلام'' کے کئی سو نسخے خرید کرا کر مدارس عربیہ کے طلبہ میں مفت تقسیم کئے گئے۔

چنانچہ دوسو جلدیں جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں طلبہ کو انعام میں دینے کے لئے ۱۳۴۷ھ

کے جلسہ میں دی گئیں۔

آپ نے رنگون کے قیام کے زمانہ میں رنگون و برما میں علماء وفضلاء کو جمع کرنے کی تحریک کی۔ سب سے پیشتر راقم الحروف کو (جو کلکتہ میں ۱۹۱۴ء میں تجارت کے سلسلہ میں مقیم تھا) مجبور کیا کہ کاروبار ختم کر کے رنگون آجاؤں، چنانچہ ۱۹۱۶ء میں مجھے رنگون بلوالیا، اور مرحوم عارف ابراہیم معلم صاحب سے ان کے مرحوم بزرگوں کے اوقاف سے وقف کے مکان، واقع مغل اسٹریٹ میں ''مدرسہ تعلیم الدین معلمیہ'' کے نام سے ایک عربی مدرسہ کا افتتاح کرایا، اور سب سے پہلا مدرس مجھے مقرر کیا، اور مقامی و بیرونی ضرورتوں کا لحاظ رکھتے ہوئے مدرسہ میں فتوی نویسی کا ایک شعبہ قائم کیا گیا، یہ خدمت بھی اول ہی اول فقیر ہی کو نصیب ہوئی۔

مولانا مرحوم کے حسب صوابدید وسیع پیمانے پر مدرسہ میں کتب خانہ (لائبریری) کا وجود عمل میں آیا۔ مرحوم معلم صاحب نے گراں قدر رقم صرف فرما کر عربی، فارسی، اردو کا بہترین کتب خانہ قائم کیا، جس میں ہر علم وفن کی تقریباً پانچ ہزار کتابیں درج رجسٹر ہوئیں۔

مدرسہ میں علاوہ درس وتدریس کے فتوی نویسی کا سلسلہ جاری تھا۔ اس کے بعد دار الافتاء کو ایک مستقل ادارہ بنانے کی غرض سے سورتی جامع مسجد میں دار الافتاء کا قیام عمل میں آیا، اور ۱۹۱۸ء میں مولانا احمد بزرگ صاحب کو مفتی کے عہدے پر بلوالیا گیا۔ تین سال کے بعد مولانا بزرگ صاحب علیحدہ ہوئے تو مولانا علی محمد صاحب تراجوی بلوائے گئے۔ اس طرح ۱۹۳۶ء تک متعدد مفتیان عظام کی آمد ورفت کا سلسلہ رہا۔ [۱]

[۱]...... مولانا علی محمد صاحب تراجوی دسمبر ۲۲ء تک رہے۔ پھر جون ۲۳ء سے حضرت مولانا مفتی غلام نبی تاراپوری صاحب جولائی ۲۴ء تک خدمت دیتے رہے۔ اس کے بعد ستمبر ۲۴ء سے مولانا صدیق صاحب بڑوڈوی ستمبر ۲۵ء تک رہے۔ آپ کے بعد جون ۲۶ء سے ۳۵ء تک حضرت مولانا مفتی اسماعیل

۱۹۳۶ء میں راقم الحروف کے حوالے یہ خدمت ہوئی، جس کو فقیر نے ۱۹۴۱ء کی جنگ جاپان تک انجام دیا۔ یہ جملہ فیوض مولانا کی بافیض وبابرکت زندگی کے ثمرات تھے، جو ظہور میں آئے اور اب بھی آرہے ہیں۔

مولانا ہی کے مشورے سے مخیّر اور علم دوست تاجروں نے وقتاً فوقتاً ہندوستان کے مشاہیر علماء حقانی اور اخیار امت بزرگوں کو رنگون تشریف لانے کی دعوت دی' جسے شرف قبولیت نصیب ہوا۔۱۹۲۰ء میں حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ حاجی محمد یوسف صاحب اینڈ کو' کی دعوت پر معہ اپنے مخصوص خدام کے صعوبت سفر برداشت فرما کر تشریف لائے۔

۱۹۲۴ء میں حضرت شیخ الاسلام مولانا مدنی اور مولانا سید مرتضی حسن صاحب ومولانا احمد سعید صاحب معہ چند مبلغین کے ایک انجمن کی دعوت پر تشریف لائے۔

۱۹۲۶ء میں حضرت مولانا خلیل احمد صاحب مہاجر مدنی وحافظ مولانا عبداللطیف صاحب مہتمم مدرسہ' حاجی محمد یوسف صاحب مرحوم کی دعوت پر تشریف لائے۔

۱۹۳۱ء میں جمعیۃ العلماء صوبہ برما کی دعوت پر جامعہ اسلامیہ ڈابھیل کے اکابر حضرت سید المحدثین مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری صاحب، ورئیس المتکلمین مولانا شبیر احمد عثمانی، مولانا احمد بزرگ صاحب صدر مہتمم جامعہ کو دعوت دے کر رنگون بلوایا گیا۔

بسم اللہ صاحب نے اس عہدہ کو سنبھالا۔ مفتی بسم اللہ صاحب کے بعد دسمبر ۳۵ء سے اپریل تک ۳۶ء تک حضرت مولانا عبدالخالق صاحب افتاء کا کام انجام دیتے رہے۔ ان کے بعد ۹/جون ۳۶ء سے حضرت مفتی مرغوب احمد صاحب لاجپوری اس منصب پر فائز ہوئے۔ (ماخوذ ''المحمود'' محرم ۱۳۵۸ھ)

۱۹۵۲ء سے ۱۹۶۲ء تک حضرت مولانا مفتی اسماعیل گورا صاحب راندیری نے رنگون میں افتاء کی خدمت انجام دی۔ (تاریخ راندیر)

حاجی محمد یوسف صاحب مرحوم وحاجی داؤد ہاشم صاحب مرحوم کے خاص مہمان ہوکر حضرت یادگار سلف مولانا سید اصغر حسین میاں صاحب کا ورود مسعود کئی مرتبہ رنگون و برما میں ہوا۔

۱۹۳۸ء میں حضرت علامہ مفتی اعظم ہند مولانا محمد کفایت اللہ صاحب وسحبان الہند مولانا احمد سعید صاحب دہلوی، حاجی محمد یوسف اینڈ کمپنی اور حاجی داؤد ہاشم صاحب کی خاص دعوت پر تشریف لائے، اور مستقل دو ماہ قیام رہا۔ حاجی داؤد ہاشم صاحب مرحوم نے مہمان نوازی کا حق ادا کردیا۔

وقتاً فوقتاً ان صلحاء امت وخطبائے ملت کے ورود مسعود سے علم وعرفان کی بارش صوبہ برما میں ہوتی رہی اور ان کے مواعظ حسنہ سے مسلمانوں کے تشنہ قلوب سیراب ہوتے رہے یہ جملہ برکات وفیوض مولانا مرحوم کی سعی کا نتیجہ تھے۔

۱۹۳۲ء مولانا محمد حسین صاحب مرحوم کے انتقال کے بعد رنگون سے واپس آکر آپ نے جامعہ کا انتظام سنبھالا، اور اسے بام ترقی پر پہونچانے کے لئے آپ نے پوری سعی فرمائی، اور آخری عمر تک اس کی بقاء اور استحکام کے لئے کوشاں رہے۔

آپ تقریباً آٹھ دس سال [1] تک دارالعلوم دیوبند کی مجلس شوری کے صوبہ بمبئی کی طرف سے رکن رہے۔ آخیر عمر میں بوجہ اسفار بعیدہ رکنیت سے مستعفی ہوگئے۔

آپ حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب اور حضرت مفتی اعظم مولانا کفایت اللہ صاحب کے خاص جاں نثاروں میں تھے۔ حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب کی انقلابی تحریک (جو ریشمی خطوط کے نام سے مشہور ہے) میں بھی مالی امداد دیتے رہے۔

---

[1]...... آپ بارہ سال ۱۳۵۵ھ سے ۱۳۶۷ھ تک دارالعلوم دیوبند کی مجلس شوری کے ممبر رہے۔
(تاریخ دارالعلوم دیوبند ص ۱۰۵)

مکہ معظمہ کی موتمر عالم اسلامی میں علی برادران اور حضرت مفتی صاحب اور دیگر اراکین جمعیۃ کے ساتھ آپ بھی شریک تھے۔

مولانا مرحوم نے جامعہ کا مکمل نظم اپنے فرزند مولانا حافظ محمد سعید صاحب [۱] اور اپنے مخلص عزیز حافظ احمد صاحب کے سپرد کر دیا تھا' جو جامعہ کو اپنے حسن انتظام سے بام ترقی پر لانے کی ہر امکانی سعی فرما رہے ہیں۔

---

[۱]......حضرت مولانا محمد سعید صاحب راندیری: راندیر جامعہ کے مہتمم' محدث' مفسر' فقیہ مولانا محمد سعید صاحب کی ولادت رمضان ۱۳۲۷ھ مطابق ۱۹۰۹ء میں ہوئی۔ تعلیم جامعہ راندیر میں حاصل کی۔ فراغت کے بعد دارالعلوم دیوبند کا قصد کیا اور حضرت مدنی سے استفادہ کیا۔ حضرت شاہ صاحب سے بھی شرف تلمذ حاصل تھا۔ دیوبند کے بعد دہلی جا کر مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب سے فتوی نویسی کی مشق کی۔ فراغت کے بعد جامعہ میں تدریسی خدمات انجام دیں، اور فقہ وحدیث کی اعلی کتابوں کی تدریس کے ساتھ اہتمام و انتظام کی ذمہ داریاں بھی سنبھالیں۔ جامعہ میں اہتمام کی حیثیت سے: ۴۲ رسال تک آپ نے بحسن وخوبی کام کیا۔ مولانا بڑی خوبیوں کے مالک تھے۔ عجیب سادہ طبیعت رکھتے تھے۔ باہوش عالم تھے۔ وعظ وتقریر بہت پر اثر فرماتے۔ حضرت مسیح الامت سے خلافت بھی حاصل تھی، مگر اخفاء کا یہ عالم کہ شیخ کی سوانح میں خلفاء کی فہرست سے لوگوں کو خلافت کا علم ہوا۔ آپ کے فتاوی مختصر مگر جامع ہوتے تھے۔ طلبہ کی تربیت پر پوری نگاہ رکھتے، حقیقی اولاد سے زیادہ طلبہ پر شفقت فرماتے۔ ۱۳ ذی قعدہ ۱۳۹۶ھ مطابق ۱۹۷۶ء بروز شنبہ وفات پائی۔ لوگوں کے ہجوم کی وجہ سے نماز جنازہ کرکٹ کے ایک وسیع میدان میں ادا کی گئی۔

''خدا بخشے بڑی خوبیاں تھیں مرنے والے میں''

حضرت مولانا محمد یوسف ماما صاحب کفلیتوی مدظلہم

ولادت:......۶؍شعبان المعظم ۱۳۵۹ھ مطابق ۷؍ستمبر ۱۹۴۰ء۔

مرغوب احمد لاجپوری

ناشر......جامعۃ القراءات، کفلیتہ

حضرت مولانا محمد یوسف ماما صاحب مدظلہم

حضرت مولانا کی پیدائش ضلع سورت کے ایک چھوٹے سے قریہ ''کفلیتہ'' میں ۶؍ شعبان المعظم:۱۳۵۹ھ مطابق ۷؍ستمبر ۱۹۴۰ء میں ہوئی۔ والدہ کا انتقال بچپن میں ہی ہوگیا تھا،اس لئے مادری شفقت سے محرومی کی پرورش اور آزمائشی دور میں طفلی زمانہ گذرا۔

ابتدائی تعلیم گاؤں میں ہوئی۔ساتھ ہی گجراتی زبان کی تعلیم حاصل کی۔ جامعہ ڈابھیل میں تین سال رہ حفظ قرآن مجید کی تکمیل کی۔حفظ کے بعد ایک ناقابل تحریر واقعہ کی وجہ سے ڈابھیل ترک کرکے گجرات کی ایک قدیم دینی درسگاہ ''مفتاح العلوم تراج'' میں داخلہ لیا اور تین سال رہ کر عربی سوم تک کی کتابیں پڑھیں۔ یہاں آپ کو فخر گجرات حضرت مولانا محمد علی صاحب تراجوی رحمہ اللہ کی زیرنگرانی حصول تعلیم کی سعادت وصحبت غیر مترقبہ بھی نصیب ہوئی۔موصوف نے حضرت کی صحبت سے خوب فائدہ اٹھایا۔ پھر دارالعلوم دیوبند میں داخل ہوئے اور پانچ سال کا عرصہ گذار کر شعبان:۱۳۸۵ھ مطابق دسمبر:۱۹۶۵ء میں سند فراغت حاصل کی۔ حضرت مولانا ابراہیم صاحب بلیاوی ،حضرت مولانا فخر الدین صاحب،حضرت مولانا انظر شاہ صاحب کشمیری اور حضرت مولانا سالم صاحب قاسمی رحمہم اللہ جیسے اساطین علم سے اکتساب فیض کا موقع میسر ہوا۔حضرت مولانا سعید احمد صاحب پالنپوری مدظلہم ،حضرت مولانا ولی رحمانی مدظلہم ، جیسے اصحاب علم وفضل رفقاء درس میں شامل ہیں۔

فراغت کے بعد دوسال ''نوساری'' میں تدریسی خدمت انجام دی۔ پھر مدرسہ ''مفتاح العلوم تراج'' میں دوسال تک درس نظامی کی کتابیں پڑھائیں۔۱۹۷۱ء میں مولانا اہل باٹلی کی دعوت پر برطانیہ تشریف لائے اور جمعہ مسجد باٹلی میں ۷؍۸؍سال تک

امامت وتدریس کے فرائض انجام دیئے۔

ایک طویل عرصہ برطانیہ کے مشہور قصبہ ڈیوز بری تبلیغی مرکز کے ادارہ میں تدریسی خدمات بھی انجام دیں۔ان سالوں میں شرح وقایہ، شرح تہذیب، تیسر المنطق، مختصر المعانی، مؤطا وغیرہ کا درس دیا۔مولانا مرکز کے ابتدائی اساتذہ میں سے تھے، یہ وہ وقت تھا جب سواری کے اس قدر انتظامات بھی نہیں تھے جو آج ہیں، اس لئے بڑی مشقت ومحنت سے بس کا سفر کر کے اور کئی دفعہ دو دو مرتبہ بس تبدیل کر کے پہنچتے۔تدریس کے ساتھ ساتھ ناظم کتب خانہ کی حیثیت سے بھی مولانا کی خدمات ناقابل فراموش ہیں، سالہا سال مولانا نے اس خدمت کو بھی بحسن وخوبی نبھایا۔پھر امتحانات کے نگران اعلی کے منصب پر بھی فائز رہ کر اس مشکل ترین ذمہ داری کو جس محنت ومشقت سے اور اپنے اوقات کی قربانی کے ساتھ موصوف نے انجام دیا، اس کے مناظر راقم کی آنکھوں کے سامنے ہیں۔ مجھے مولانا کے زمانہ میں مرکز پر ایک سال طالب علمی کا زمانہ اور چھ سال مدرس کی حیثیت سے خدمت کا موقع ملا، راقم نے خود دیکھا کہ موصوف رات میں اپنے کام سے فارغ ہو کر مرکز تشریف لاتے اور امتحان کے پرچے، رجسٹر وغیرہ کا محنت طلب کام اپنے قیمتی اوقات میں بڑے انہماک اور ذوق وشوق سے انجام دیتے۔اللہ تعالی مولانا کو ان خدمات کا دارین میں بہترین بدلہ نصیب فرمائے۔اور انشاء اللہ مجھے اللہ تعالی کی قدردان ذات سے قوی امید ہے کہ ان خدمات کا آخرت میں اجر عظیم نصیب ہوگا۔

مولانا طبعاً خوش مزاج ہیں، اس لئے طلبہ آپ سے خوب مانوس ہو جاتے۔آپ کا درس خشک درس ہی نہ تھا بلکہ لطائف، حکایات، نصائح اور تجربہ کے بے شمار واقعات سے پُر دلچسپی سے بھرا ہوا اور معلومات افزا ہوتا۔اس وقت بھی ایک لڑکیوں کے مدرسہ میں آپ کو

’’جلالین شریف‘‘اور’’بخاری شریف‘‘ کے کچھ حصے‘ وغیرہ جیسی اہم کتابوں کی تدریس کی سعادت عظمی حاصل ہے۔

راقم الحروف کو مولانا کے ساتھ ایک طویل عرصہ سے سفر وحضر میں معیت کے مواقع ملے، بہت قریب سے آپ کو دیکھنے کا موقع ملا، طبیعت میں انتہائی سادگی، مثالی تواضع، بڑائی کا نام ونشان نہیں۔ راقم نے بہت کم آپ جیسے بے ضرر انسان دیکھے۔ ہمیشہ اپنے چھوٹوں کو آگے بڑھانے کا جزبہ اپنے اندر پایا۔ جس مجلس میں آپ موجود ہوتے اس کا رنگ ہی نرالہ ہوتا۔ گاہے گاہے اہل مجلس کو عجیب چٹکلے سے ہنسا کر مجلس کو باغ و بہار بنا دیتے۔ دنیا کے حالات سے بھی مولانا برابر باخبر رہتے ہیں۔ بکثرت مولانا کی زبان پر بے اختیار اپنی مجالس میں دعا:’’اللهم انی اسالک الخیر کله و اعوذ بک من الشر کله‘‘ کا ورد جاری ہوجاتا۔ اردو کے بہترین ادیب ہیں، ساتھ ہی گجراتی زبان پر بھی اتنا عبور ہیں کہ گجراتی زبان کا ماہر پروفیسر بھی جب آپ سے ملتا ہے تو حیران رہ جاتا ہے۔ اردو و گجراتی تحریر پر بھی آپ کو بڑی قدرت حاصل ہے۔ راقم نے کئی مرتبہ موصوف سے درخواست کی آپ ’’حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ کے مشہور زمانہ اور مفید وعام وخاص تفسیر ’’معارف القرآن‘‘ اور حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی رحمہ اللہ کی مبقول و بے حد مؤثر کتاب ’’معارف الحدیث‘‘ کا گجراتی میں ترجمہ فرمادیں تو یقیناً آپ کے لئے یہ ایک عظیم صدقۂ جاریہ ہوجائے گا، مگر مولانا کی عاجزانہ وتواضعانہ طبیعت کے سامنے اس درخواست کی پذیرائی نہ ہوسکی۔ اب تو ان دونوں کتابوں کا گجراتی ترجمہ ہوچکا ہے۔ اب بھی میری مولانا سے درخواست ہے کہ فقہ کی معتبر ومشہور اور بکثرت جزئیات پر حاوی تصنیف ’’عمدۃ الفقہ‘‘ کا ترجمہ گجراتی میں کردیا جائے تو اہل گجرات پر احسان عظیم ہوگا۔

مولانا کو اللہ تعالیٰ نے بڑی ذہانت سے نوازا تھا، ساتھ محنت وتوجہ سے دور طالب علمی گذارا، اچھی استعداد کے مالک ہیں۔ کلام اللہ شریف بھی بہت پختہ یاد ہے، روزانہ بلا ناغہ تلاوت کا معمول اب تک برابر جاری ہے۔ مختلف زبانوں کے لغات کی تحقیق مولانا کا خاص ذوق ہے۔ کبھی کبھی اس موضوع پر بات فرماتے ہیں تو سامعین حیران ہوکر مولانا کا چہرہ تکتے رہ جاتے ہیں۔

مولانا نے بڑی محنت سے حضرت مولانا علی میاں صاحب ندوی رحمہ اللہ کی مقبول زمانہ کتاب ''قصص النبیین'' کے پانچوں حصوں کا اردو میں ترجمہ فرمایا۔ اس ترجمہ کی خوبی یہ ہے کہ بین القوسین ایسے الفاظ اس عمدگی سے شامل کئے گئے ہیں کہ جس سے ترجمہ نے لفظی ومحاوری دونوں کی رعایت حاصل کر لی ہے۔ بہت کم ترجمے اس کے طرح کے دیکھنے کے ملے، جن میں دونوں وصف آ گئے ہوں۔ راقم الحروف نے حضرت مولانا کے حکم پر پانچوں حصوں کے ترجمے پر گہری نظر ڈالی اور کئی مواقع پر ترمیم وواضافہ بھی کیا، موصوف کی وسعت ظرفی ہے کہ راقم کی ترمیمات کو بلا کسی رد وقدح کے قبول فرمایا۔ اللہ کرے کہ وہ ترجمہ جلد از جلد شائع ہوکر امت کے ہاتھوں میں پہنچے۔ اللہ تعالیٰ سے میری دلی دعا ہے کہ وہ بے نیاز ذات اپنے خزانہ سے اس کی اشاعت کا غیبی نظام فرمادے۔[۱]

---

[۱]...... یہاں بطور جملہ معترضہ اس بات کا اظہار بھی مناسب ہی نہیں ضروری سمجھتا ہوں کہ ہماری قوم اپنوں کے کارناموں کو اجاگر کرنے میں بخیل سے بخیل تر واقع ہوئی ہے، جن جگہوں پر خرچ کی نہ ضرورت اور نہ ان کو محتاجگی، ایسی جگہوں پر دل کھول کر خرچ کریں گے۔ ہمارے بعض علماء اپنی طبعی شرافت کی وجہ نہ اپنے کاموں کا راگ گاتے پھرتے ہیں، نہ اشتہار بازی، نہ ہر مجلس میں اپنی تعریف، نہ زبانی سوال، نہ حرص وطمع، ایسے حضرات کے بیشمار علمی کارنامے کاغذوں میں پڑے ہوئے ہیں یا دیمک کی نظر ہو چکے ہیں۔ راقم کو اس کا بڑا تجربہ ہوا اور برابر ہو رہا ہے۔ کچھ تو مجھے عوام سے زیادہ اپنے علماء

حضرت مولانا مفتی اسماعیل صاحب کچھولوی مدظلہم کے فتاوی ''فتاوی دینیہ'' کے نام سے چار ضخیم جلدوں میں شائع ہوئے ہیں، اس کی ترتیب وکمپوزنگ وغیرہ کا اہم ترین اور وقت طلب کام بھی موصوف نے بڑی عمدگی سے پورا فرمایا۔ یقیناً (انشاءاللہ) یہ فتاوی بھی مولانا کے لئے ذخیرۂ آخرت ہیں۔ اب ''فتاوی دینیہ'' پانچ ضخیم جلدیں میں اردو میں شائع ہورہی ہیں، ان جلدوں کی کمپوزنگ کی اصلاح' فتاوی پر نمبرات وغیرہ امور پر بھی مولانا نے مثالی محنت فرمائی ہے۔ اللہ تعالی دارین میں اجر عظیم عطا فرمائے۔

موصوف اپنے اہل قریہ علماء ومعاصرین واساتذہ کا مختصر مختصر تذکرہ بھی ترتیب دے رہے ہیں، کئی صفحات تو ہوچکے ہیں۔ اللہ کرے یہ کا بھی مکمل ہوکر امت کے ہاتھوں تک پہنچے۔

مولانا موصوف نے حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب مدظلہم کے وہ دروس وخطبات جو موصوف نے ۱۹۸۵ء میں برطانیہ کے سفر میں علماء کی مجلس میں دیئے تھے کو کیسٹ کے ذریعے بڑی محنت سے کاغذ پر منتقل فرمایا۔ راقم الحروف کو مولانا کے حکم سے اس مسودہ کے مطالعہ کی سعادت بھی نصیب ہوئی۔ وہ خطبات ودروس ''ماقل ودل'' کا صحیح مصداق اور علماء وطلبہ کے لئے خاصے کی چیز ہے۔ ''مجلس ختم نبوت'' کی طرف سے اس کی اشاعت کا انتظام ہورہا ہے، انشاءاللہ یہ کتاب اپنے موضوع پر یہ ایک مفید اور کارآمد ثابت ہوگی۔ بڑا اچھا ہوا کہ حضرت مولانا منور صاحب سورتی مدظلہم نے اس پر نظر ثانی فرما کر عنوانات سے مزین کرکے اس سے استفادے کو آسان سے آسان تر بنا دیا۔ اللہ تعالی ہر دو حضرات کو

سے بھی اس کی شکایت کرنی ہے کہ آپ حضرات اپنے معتقدین واحباب کو بہت سی جگہوں پر خرچ کی نشاندہی کرتے ہیں کیا کبھی آپ کے ذہن میں ان مخلص علماء کے کاموں کا خیال نہیں آتا یا آتا تو ہے مگر؟۔

دارین میں بہتر سے بہتر بدلہ نصیب فرمائے، آمین۔

رفیق محترم حضرت مولانا منور صاحب سورتی مدظلہم (صاحب بزم منور) کا حکم ہوا کہ میں مختصراً ہی سہی حضرت مولانا محمد یوسف صاحب مدظلہم کے کچھ حالات لکھ کر جلد از جلد ارسال کروں، موصوف کے حکم کی تعمیل میں مختصر حالات بعجلت لکھے گئے ہیں۔

مرغوب احمد لاجپوری

یکم شعبان المعظم ۱۴۳۳ھ مطابق ۲۲/ جون ۲۰۱۲ء،

بروز جمعہ

حضرت مولانا مفتی اسماعیل صاحب کچھولوی مدظلہ اور خدمت برطانیہ

ولادت:......۲۷/اپریل ۱۹۴۳ء۔

مرغوب احمد لاجپوری

ناشر: جامعۃ القراءات، کفلیتہ

حضرت مولانا مفتی اسماعیل صاحب کچھولوی مدظلہ [۱]

برطانیہ کی سرزمین پر علماء اور مبلغین کی ایک معتد بہ تعداد موجود تھی' مگر تجربہ کار اور ماہر مفتی کی ضرورت ہنوز باقی تھی، اللہ تعالی نے مفتی صاحب کا سفر و قیام یہاں مقدر فرما دیا۔ کئی مواقع پر فوری ضرورت پڑی تو آپ نے علماء کی ایک جماعت کے ساتھ اس مسئلہ پر تفصیلی فتوی تحریر فرمایا' اور بروقت امت کی ضرورت کو پورا فرمایا۔ مثال میں کئی فتاوی پیش کئے جاسکتے ہیں۔ ''مشتے نمونہ از خروارے'' چند یہ ہیں:

باٹلی کے دونوجوان ہندوستان کے فساد میں ظلما شہید کر دیئے گئے' اور ان مظلوموں کی نعش تک نہ مل سکی۔ کیا ان کی موت کو یقینی مان کر ان کی بیوی کے لئے عدت و نکاح ثانی کی اجازت کا فتوی دیا جائے یا نہیں؟ اس مسئلہ میں مفقود کے اہل خانہ نے رابطہ کیا' تو مفتی صاحب نے فوری طور پر اہل علم کی ایک جماعت کے ساتھ مسئلہ کے تمام پہلو پر غور وخوض کر کے تفصیلی فتوی لکھا اور ان کی پوری رہنمائی فرمائی۔ اس فتوی پر اکابر اہل افتاء نے مہر تصدیق بھی ثبت فرمائی۔

رمضان المبارک میں بچے تراویح میں بکثرت شرکت کرتے ہیں' اور والدین کی صحیح تربیت نہ ہونے کی وجہ سے مسجد کا احترام تو کیا کرتے' ان کے شور شغف سے بڑے حضرات کے لئے نماز وتراویح کا پڑھنا دوبھر ہوجاتا ہے' تو کیا ان بچوں کو بڑوں کے ساتھ صف میں کھڑا کرنا جائز ہے یا نہیں؟ مفتی صاحب نے اس پر بھی فوری فتوی لکھ کر امت کی رہنمائی فرمائی۔ وہ فتوی نہ صرف برطانیہ بلکہ دوسرے ملک تک کی مساجد میں چسپاں کیا گیا

---

[۱]...... یہ حضرت مفتی صاحب مدظلہ کے مستقل حالات نہیں ہیں، بلکہ رفیق محترم مفتی عبدالقیوم صاحب راجکوٹی زیدمجدہ (معین مفتی جامعہ اسلامیہ ڈابھیل) کے حکم کی تعمیل میں لکھا گیا ایک مختصر مضمون ہے۔

برطانیہ میں کورٹ کی طلاق کا کیا حکم ہے؟ کب نافذ ہوتی ہے؟ عدت کب سے شروع ہوتی ہے؟ وغیرہ پر آپ نے یہاں کے کورٹ کے قوانین کی اصطلاح اور پوری معلومات کے بعد ایک مفصل فتوی لکھا، جس کا انگریزی میں بھی ترجمہ ہوا' جو اشتہار کی شکل میں بڑی مقدار میں شائع ہوا۔ حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالنپوری مدظلہ نے اس کو پڑھا اور اس پر تائیدی دستخط کیئے۔ اس فتوی کو حضرت مولانا یعقوب صاحب قاسمی مدظلہ نے اپنی کتاب ''اسلامی قانون' نکاح وطلاق'' کے صفحہ:۱۵۲ر پر من وعن شامل کرلیا ہے۔ [۱]

مردہ کی منتقلی اور ایک ملک سے دوسرے ملک نعش لیجانے کا حکم اور اس کی قباحت کے متعلق بھی ایک فتوی لکھا۔

موبائیل فون پر گھنٹی کی رنگ کے بجائے اذان یا کلمہ یا قرآن کریم کی آیت کا رواج عام ہوگیا ہے' اس پر ایک استفتاء کا جواب لکھا' اور اس کے عدم جواز کا فتوی تحریر فرمایا۔

''المجلس الاروبی للافتاء والبحوث'' کی رکنیت

یہ ایک حقیقت ہے کہ قرآن مجید اور احادیث مبارکہ میں زندگی گذارنے کے تمام مسائل کا صریح حکم موجود نہیں' اس لئے کہ ''النصوص معدودة والحوادث ممدودة'' کہ نصوص محدود ہیں اور حوادث وپیش آمدہ مسائل غیر محدود۔ اسی لئے علماء امت نے ہر دور میں نصوص کی روشنی میں ایسے مسائل کا حل تلاش کیا جس کا صریح حکم نصوص میں موجود نہیں، اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ متقدمین کے علوم کی مثال اب نایاب ہے۔ اس

---

[۱]..... حضرت مولانا مفتی رضاء الحق صاحب مدظلہم نے بھی اپنے مشہور فتاوی ''فتاوی دارالعلوم زکریا'' میں حضرت مفتی اسماعیل صاحب مدظلہم کے اسی فتوی کے حوالہ سے فتوی تحریر فرمایا۔
(فتاوی دارالعلوم زکریا ص۲۷۴ ج۴، فسخ وتفریق کا بیان۔ مطبوعہ دیوبند)

لئے اس زمانہ میں نئے مسائل کے متعلق کسی انفرادی رائے سے بہتر یہ ہے کہ اہل علم و ارباب افتاء اجتماعی طور پر غور وفکر کے بعد کسی رائے کو قائم کریں۔اور یہ کوئی نئ ایجاد و بدعت نہیں۔حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں جب کہ ایسے سوالات سامنے آئیں جن سے اب تک مسلمانوں کا معاشرہ نا آشنا تھا' تو اجتماعی اجتہاد کی راہ اختیار فرمائی، اور باہمی مشوروں سے ان کا حل تلاش کیا۔پھر مدینہ منورہ کے فقہاء سبعہ' اورامام اعظم ابوحنیفہ رحمہم اللہ کا چالیس افراد کو جمع کر کے مسائل کا حل کرنا اس کی مثالیں ہیں۔ بلکہ خود حدیث پاک میں اس کی تعلیم موجود ہے۔حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس استفسار پر کہ کوئی نیا مسئلہ درپیش ہو اور قرآن وحدیث میں اس کے متعلق صریح جواب نہ ملے تو کیا کرنا چاہئے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''شاورا فيه الفقهاء والعابدين ولا تمضوا فيه رأى خاصة''۔[1]

(رواه الطبرانی فی الاوسط ، ورجاله موثوقون من اهل الصحيح ، مجمع الزوائد للهيثمی ص۴۲۴ ج۱)

یعنی دین کی سمجھ رکھنے والوں اور عبادت گذاروں سے مشورہ کرلیا کرو اور کسی انفرادی رائے پر فیصلہ نہ کرنا۔

[1]......عن علی رضی الله عنه قال : قلت : يا رسول الله ! ان نزل بنا امرٌ ليس فيه بيان امر ولا نهی فما تأمرنی ؟ قال : شاوِروا فيه الفقهاء و العابدين ولا تمضوا فيه رأى خاصة۔

ترجمہ:......حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ: اگر ہمیں کوئی معاملہ ایسا پیش آجائے جس کے بارے میں (قرآن وسنت میں) نہ کوئی حکم موجود ہو نہ ممانعت تو اس بارے میں آپ مجھے کیا حکم فرماتے ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ: فقہاء اور عابدین سے مشورہ کرو، اور اپنی رائے سے فیصلہ نہ کرو۔

(طبرانی (اوسط) ص۴۴۱ ج۱، رقم الحدیث:۱۶۱۸۔مجمع الزوائد ص۱۷۸ ج۱، باب الاجماع ، رقم الحدیث:۱۷۵۹)

اس دور میں بھی اسلاف کے اسی عمل کو زندہ رکھنے کے لئے ''فقہ اسلامی مکہ مکرمہ' فقہ اسلامی جدہ' فقہ اکیڈمی انڈیا وغیرہ کا قیام عمل میں آیا' اسی کی مثال ''المجلس الاروبی للافتاء والبحوث '' بھی ہے جو عالم اسلام کے عظیم مدبر وفقیہ عالم شیخ یوسف قرضاوی حفظہ اللہ کی صدارت میں :۲۲/ذی قعدہ ۱۴۱۷ھ مطابق ۳۰/مارچ ۱۹۹۷ء کو وجود میں آئی۔

اس مجلس کی رکنیت میں مختلف یورپی ممالک کے :۳۲/افراد شامل ہیں۔جس میں علماء دیوبند کی طرف سے مفتی صاحب واحد شخص ہیں' اور غالبا احناف کی طرف سے بھی۔اس مجلس کے کئی سیمینار یورپ کے ملکوں میں ہو چکے ہیں،جس میں آپ برابر شرکت فرماتے ہیں۔

یہاں اس بات کا اظہار بھی مناسب ہے کہ اس مجلس کے کئی فیصلے سے آپ کو کلی اتفاق نہیں' اور کئی مرتبہ آپ نے اس کی رکنیت سے استعفاء کا ارداہ بھی کیا' مگر احباب کے اصرار پر اس ارادہ کو مجبورا ملتوی کر دیا۔مجلس اروبی کے فتاوی اور قرارداد شائع ہو چکی ہیں۔

ہر مہینے علماء کی مجلس کا انعقاد

آپ نے اولا براڈ فورڈ میں علماء کو اس بات پر تیار کیا کہ ہمیں ہر مہینہ میں کسی دن جمع ہونا چاہئے اور مسائل پر بحث وغیرہ کر کے جو مسائل معلوم نہ ہوں ان کو معلوم کرنا چاہئے۔ اس سے ایک تو یہ فائدہ ہوگا علماء آپس میں مل بیٹھنے کا اہتمام کریں گے' ایک دوسرے کے علوم سے مستفید ہوں گے، اور جو مسائل ان کو عوام کی طرف سے پوچھے جاتے ہیں ان کا جواب دینا آسان ہوگا ، بلکہ ہر عالم کا جواب ایک ہی ہوگا۔الحمد للہ آپ کی یہ محنت مفید ثابت ہوئی' اور مہینہ کی پہلی بدھ کو یہ اجتماع شروع ہو گیا۔

پھر آپ کی توجہ سے اسی قسم کا اجتماع باٹلی میں بھی ہر مہینہ کی دوسری سنیچر کو شروع ہوا۔

جس میں صرف فقہی مسائل پر بحث و مذاکرہ ہوتا ہے۔ اللہ کرے اس طرح کا اجتماع پورے برطانیہ کے ہر شہر میں شروع ہو، اگر یہ سلسلہ پورے برطانیہ میں شروع ہو جائے تو انشاء اللہ اس کا فائدہ علماء خود محسوس فرمائیں گے۔

آپ کی اس محنت کا فائدہ یہ بھی ہوا کہ جب کبھی ہنگامی حالات آئیں، تو یہی اہل علم کسی جگہ جمع ہوئے، اور اس کے حل کے لئے کوشش کی، مثلاً لندن میں خودکش بم دھماکہ کے بعد مسلمانان برطانیہ جس ذہنی پریشانی میں مبتلا ہوئے، اور علماء دیوبند خاص طور پر، تو آپ نے علماء کو جمع کر کے اس کے متعلق رہنمائی فرمائی کہ علماء سے اس موضوع پر سوال ہو تو کس طرح جواب دیا جائے، انٹرویو ہو تو بات کس انداز سے کی جائے وغیرہ، الحمدللہ اس سے بھی علماء کو فائدہ ہوا۔

بغیر کرنٹ کے مرغی کو ذبح کرنے کا مسئلہ

برطانیہ میں حلال گوشت کا مسئلہ کئی مرتبہ اٹھا۔ ایک مرتبہ آپ نے ذبح خانوں کا جائزہ لیا، تو محسوس کیا کہ مرغی کے ذبح کا طریقہ شریعت کے بتائے طریقے سے میل نہیں کھاتا، اور زندہ مرغی کو کرنٹ دیئے جانے کا طریقہ نہ صرف یہ کہ جانوروں کے ساتھ بے رحمی ہے، بلکہ بعض مرتبہ مرغی ذبح سے پہلے ہی مردہ ہو چکی ہوتی ہے۔ آپ نے اس مسئلہ پر پوری توجہ دی، اور کھل کر اپنے خیالات کا اظہار کیا، فتوی لکھا۔

براڈفورڈ میں ایک اہم مجلس ہوئی جس میں راقم بھی شریک تھا، اس کی داستان بہت طویل اور ناقابل تحریر ہے، اس وقت میں نے مفتی صاحب کا جو جوش اور بات کو قوت کے ساتھ کہنے کا انداز، اور بلا خوف اظہار حق کا جو رویہ دیکھا، سچ ہے میں خود سہم سا گیا۔ بہت کھل کر آپ نے اس میں ذبح خانوں کے مالکوں کے سامنے بلا خوف لومۃ لائم اس بات کا

اظہار کیا کہ مرغی کو ذبح سے پہلے کرنٹ دینے میں صرف اور صرف مذبح خانوں کے مالکوں کا مالی فائدہ ہے' اور یہ حضرات اپنے مالی نفع کے خاطر اسلام کے احسن طریقہ کو چھوڑ کر دوسرا غیر شرعی طریقہ اختیار کئے ہوئے ہیں' اور اپنے مطلب کے لئے حکومت کے قوانین کا سہارا لیتے ہیں' حالانکہ حکومت کی طرف سے اس مسئلہ میں یہودیوں اور مسلمانوں کو رخصت دی گئی ہے۔ مجلس کے بعد آپ نے ''ایک اہم اور ضروری درخواست'' کے عنوان سے علماء کی تنظیموں سے' عوام سے' سلاٹر ہاؤس کے مالکوں سے صحیح طریقہ پر ذبح کرنے کی ترغیب دی اور اپیل کی۔

نماز عشاء کا وقت

برطانیہ میں نماز عشاء اور صبح صادق کے اوقات کا مسئلہ ایک معرکۃ الآراء مسئلہ بنا ہوا ہے، اس موضوع پر حضرت مولانا یعقوب صاحب قاسمی مدظلہ کی تفصیلی کتاب بھی موجود ہے۔ مفتی صاحب نے اس مسئلہ میں علماء براڈ فورڈ کو جمع کر کے اس پر تحقیق کرنے اور اسے صحیح کرنے کی ترغیب دی۔ علماء باٹلی سے کئی مرتبہ بات فرمائی، اور یہ طے پایا کہ حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ کو بلا کر عشاء کے وقت کا فیصلہ کرایا جائے، چنانچہ ان کو دعوت دی گئی' آپ تشریف لائے' علماء کا ایک اجتماع منعقد کیا گیا' حضرت نے علماء سے پوری بات سنی' ان کے دلائل سنے' مگر کچھ اور حضرات سے ملنا چاہتے تھے، اس لئے کوئی فیصلہ نہیں فرمایا' اور ابتک وہ مسئلہ حضرت کے فیصلہ کا منتظر ہے۔

مفتی صاحب مدظلہ نے ان کے سامنے یہ بات بھی رکھی کہ یہاں کے علماء اس سلسلہ میں ایک فتوی لکھے اور آپ پر ارسال کریں' آپ اس پر تصدیقی دستخط فرما دیں، چنانچہ مفتی صاحب نے ایک فتوی لکھا' اسے حضرت کی خدمت میں ارسال کیا گیا' دیکھو اس کا کیا

جواب آتا ہے؟ ہاں اس فتوی کی حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالنپوری مدظلہ نے تائید فرمادی ہیں۔اس فتوی کا خلاصہ یہ ہے کہ برطانیہ میں موسم سرما میں سات ماہ کے لئے عشاء کا وقت شفق احمر (یعنی ۱۵/ڈگری) پر اور بقیہ پانچ مہینے سبع اللیل (رات کا ساتوں حصہ) ہوگا۔انشاءاللہ یہ فتوی اہل برطانیہ کے لئے بلا مشقت و بلا حرج قابل عمل ہوگا۔

''مفیدالمسلمین'' کی تالیف

الحمدللہ برطانیہ میں انگریزی بولنے' لکھنے والے علماء اب بڑی تعداد میں موجود ہیں' اور مختلف شعبوں میں دین کی خدمات بھی کررہے ہیں' لیکن یہ عجیب بات ہے کہ ایک ایسا کام جوان علماء کے ہاتھ انجام پانا چاہئے تھا' جنہیں انگریزی زبان سے واقفیت ہے' مگر وہ کام اللہ تعالی نے مفتی صاحب سے لیا۔ وہ یہ کہ ''مفیدالمسلمین'' کے نام سے ایک ایسا رسالہ ترتیب دیا جس میں نماز' ضروری دعائیں وغیرہ کو عربی میں لکھ کر ساتھ ہی انگریزی تحریر میں بھی ان کو نقل کیا گیا ہے' اس سے ان بچوں کے لئے جنہیں عربی یا اردو نہیں آتی' آسانی ہوگئی ،ساتھ ہی ان نومسلم حضرات کے لئے جو عربی سے ناواقف ہیں نماز وغیرہ ضروری چیزیں سیکھنے میں بے انتہا مدد ملی۔الحمدللہ اس کے کئی ایڈیشن طبع ہوئے۔بعد میں الحاج عبد القادر فاتی والا صاحب مدظلہ نے اسے گجراتی ادب کی رعایت کرتے ہوئے عمدہ گجراتی ترجمہ سے آراستہ کیا' وہ بھی بڑی مقدار میں شائع ہوا۔

چند متفرق باتیں

مفتی صاحب کی چند خصوصیات جو مجھے نظر آئیں' ان میں ایک یہ کہ آپ فتوی کے جواب میں بالکل جلد بازی نہیں فرماتے ، اطمینان سے بہت غور کرکے جواب دیتے ہیں' اور یہ بھی دیکھا جس مسئلہ میں آپ کو تحقیق نہیں ہوتی بلا تکلف کہہ دیا کہ دیکھ کر بتاؤں گا۔کئی

مجلس میں مجھ جیسے طفل مکتب سے پوچھا کہ بتاؤ تیری کیا رائے ہے؟ کبھی راقم نے صحیح جواب دیا تو حوصلہ افزائی کے ساتھ قبول فرمایا۔ ایک مرتبہ ایسے ہی کسی بات پر میں نے کہا: میں کیا جواب دوں گا' نہ میں نے افتاء کیا' نہ کسی مفتی کی خدمت میں رہا، تو فرمایا: میں تجھے مفتی کی سند دیتا ہوں۔ اکثر اہم مسائل میں انفرادی جواب کے بجائے چند اہل علم کے ساتھ بیٹھ کر ان کی رائے معلوم کر کے پھر جواب تحریر فرماتے۔ کئی جوابات میں اپنوں سے چھوٹے بلکہ شاگردوں کے دستخط کروائے۔

رمضان المبارک کا خصوصی اہتمام کرتے ہیں۔ کئی رمضان تو حرمین شریفین میں گذرے، اگر برطانیہ میں رمضان گذارنا ہو تو پورے مہینہ کا اعتکاف فرماتے ہیں۔ میں نے نہیں دیکھا کہ مفتی صاحب کا رمضان کبھی گھر پر گذارا ہو۔

ایک مرتبہ راقم رمضان سے پہلے آپ کے گھر گیا' چونکہ مجھے رمضان میں عمرہ کا سفر کرنا تھا' میں نے دعا کی درخواست کی۔ حضرت مولانا عبد الرؤف صاحب لاجپوری مدظلہ کی زبان سے آپ کے متعلق کوئی تعریفی جملے نکلے۔ میں نے دیکھا کہ مفتی صاحب فوراً آبدیدہ ہو گئے' اور فرمایا کہ: اگر قبولیت ہوتی تو حرمین شریفین میں رمضان نہ گذارتا' اور اوپر سے بلاوا نہ آتا۔

یہ چند باتیں ایک ہی مجلس میں رفیق محترم مولانا مفتی عبد القیوم صاحب راجکوٹی مدظلہ کے اصرار و حکم پر لکھدی گئی ہیں، اللہ تعالی قبول فرمائے' اور راقم و ناظرین کے لئے ذریعۂ عمل بنائے، آمین۔

مرغوب احمد لاجپوری

۶ رجمادی الاولی ۱۴۲۷ھ مطابق: ۳ رجون ۲۰۰۶، بروز سنیچر

ذکرِ اعظمی

ولادت:......۱۴؍صفر ۱۳۶۶ھ مطابق: ۷؍جنوری ۱۹۴۷ء۔

یعنی حضرۃ الاستاذ مولانا فضل الرحمٰن صاحب اعظمی مدظلہم کے مختصر حالات وراقم کے نام لکھے گئے مکتوبات کا مجموعہ۔

مرغوب احمد لاجپوری

ناشر: جامعۃ القراءات، کفلیۃ

حضرۃ الاستاذ مولانا فضل الرحمٰن صاحب اعظمی دامت برکاتہم

اللہ تعالی کے انعامات میں سے ایک نعمت عظمی یہ بھی اس ناقدرے وگنہگار کو ملی کہ ایسے ایسے اساتذۂ باکمال سے شرف تلمذ حاصل رہا، جن کی علمی صلاحیت وقابلیت، تقوی و طہارت، اخلاص وللّٰہیت وغیرہ اوصاف پر کوئی صاحب قلم لکھنے کا ارادہ کرے تو یقیناً ایک ضخیم جلد تیار کرسکتا ہے۔

حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب مدظلہم کی شخصیت بھی ایسے ہی باکمال اساتذہ میں سے ہیں، جن کی تبحر علمی، ہرفن میں مہارت، علم میں گہرائی وگیرائی اور خداداد طرز تفہیم کہ کند سے کند ذہن بھی ذرا توجہ سے کتاب کو سمجھ سکے۔ یہ وہ اوصاف ہیں جن کی حضرت کے تمام ہی تلامذہ شہادت دے سکتے ہیں۔

راقم الحروف کو حضرت سے دس سے زائد کتابیں پڑھنے کا موقع ملا، برطانیہ کے اسفار میں کئی مرتبہ شرف صحبت میسر رہی، دوتین دفعہ چوبیس گھنٹے کی معیت نصیب ہوئی۔ الحمد للہ آپ کی عقیدت ومحبت میں اضافہ ہی ہوتا گیا، حالانکہ بعض حضرات کے ساتھ غائبانہ عقیدت تھی، ان کی علمی وبزرگی کا سکہ دل ودماغ میں جما ہوا تھا، مگر قریب سے دیکھنے اور سفر وحضر کی صحبت نے اس عقیدت کو یکسر ہی ختم کردیا یا کم تو کرکے ہی چھوڑا۔

حضرت مدظلہ نرے علوم ظاہری سے آراستہ نہیں، بلکہ اللہ تعالی نے آپ کو علوم ظاہری کے ساتھ باطنی علوم سے بھی مالا مال فرمایا ہے۔ تواضع وانکساری، اعمال واذکار کا اہتمام و پابندی، آہ وبکا وگریہ وزاری جیسے اوصاف کا ان آنکھوں نے متعدد مرتبہ مشاہدہ کیا۔

ایک مرتبہ برطانیہ کے سفر میں راقم لندن میں تھا، حضرت سفر عمرہ کے لئے روانہ ہورہے تھے، احباب نے رخصت کے وقت دعا کی درخواست کی، حضرت مدظلہ نے بڑے الحاح و

گریہ سے دعا فرمائی۔ رقت کا یہ عالم تھا دعا کے الفاظ کی ادائیگی مشکل ہوگئی، جملہ حاضرین بھی روتے نظر آئے۔ اس دعا کی کیفیت کا اثر وسماں اب تک دماغ میں محفوظ ہے۔ بزرگوں کے حالات میں ان کی دعا کے عنوان سے جو باتیں پڑھی تھیں وہ میں نے حضرت کی دعا میں دیکھی۔

تواضع کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ راقم نے ''سفینۃ البلغاء'' کی اردو شرح پر مقدمہ کی درخواست کی تو حضرت نے مقدمہ تحریر فرما کر ارسال فرمایا اور گرامی نامہ میں لکھا کہ: ''میرا نام جس طرح لکھا ہے اسی طرح رہنے دینا، اس میں مولانا وغیرہ لکھنے کی ضرورت نہیں، ہاں کوئی غلطی یا بھول ہو تو اصلاح کر لینا''۔

شرح سفینہ اور حضرت کی رہنمائی

راقم الحروف پر حضرت کی شفقت وعنایت ہمیشہ رہی، خصوصا سفینہ کی شرح کے وقت حضرت نے جو رہنمائی وحوصلہ افزائی فرمائی' وہ تا حیات یاد رہے گی۔ میں نے ایک نا قابل ذکر واقعہ کی وجہ سے ''سفینۃ البلغاء'' پر کام کرنے کا ارادہ کیا، اللہ تعالی توفیق سے کچھ کام ہوا، مگر مجھے اپنی علمی کم مائیگی کی وجہ سے بے اطمینانی تھی اور یہ تقاضہ تھا کہ اس پر اپنے اساتذہ میں سے کوئی نظر ثانی فرمائیں، چنانچہ اس کام کے لئے نظر انتخاب حضرت مولانا مدظلہ پر پڑی اور واقعہ یہ ہے کہ حضرت کے علاوہ کوئی نظر نہیں آرہا تھا۔ وجہ یہ تھی کہ کئی حضرات نے نہ تو سفینہ دیکھی تھی نہ پڑھی نہ پڑھائی اور حضرت نے کئی سال ''جامعہ اسلامیہ ڈابھیل'' میں یہ کتاب پڑھائی۔

کیفیت درس

یہاں اس بات کا ذکر نا مناسب نہ ہوگا کہ حضرت مدظلہم کے درس کے متعلق کچھ لکھ

دوں۔حضرت کی تدریسی مقبولیت ایک مسلم حقیقت ہے،طلبہ تقسیم کتب کے نقشے میں جن کتابوں کا انتساب حضرت کے نام کے ساتھ دیکھتے خوش ہوجاتے کہ ہماری فلاں کتاب حضرت کے پاس ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ حضرت کے درس میں طلبہ کو ذرا بھی اکتاہٹ محسوس نہ ہوتی۔کسی بھی فن کی کتاب ہو عجیب انداز سے پڑھاتے۔شروع سال ہی سے اسباق کا وہ اہتمام ہوتا کہ اخیری سال میں دورودوڑ کی نوبت نہ آتی۔

سفینہ کے سبق میں تمرینات ومختلف اشعار کا اتنا دلچسپ ترجمہ وتشریح بیان فرماتے کہ طلبہ کے چہرے پر مسکراہٹ ہی مسکراہٹ رہتی اور گھنٹی بجتی تب پتہ چلتا وقت ختم ہوگیا ہے۔ درس میں طلبہ کی محویت قابل دید ہوتی۔انداز تکلم وتفہیم اس قدر پیارا ہوتا کہ طلبہ کی چاہت ہوتی کہ وقت میں وسعت ہو کہ مزید لطف اندوز ہونے کا موقع ملے۔

خیر یہ چند باتیں تو بطور جملۂ معترضہ کے زیر قلم آگئیں۔سفینہ کی شرح کے متعلق عرض کر رہا تھا کہ اس وقت حضرت کی شفقت کتنی رہی۔راقم سفینہ کے کچھ صفحات پر کام کرتا اور حضرت کی خدمت میں بھیجتا،آپ اس پر بغور نظر فرماتے ،اصلاح فرماتے ،مفید مشورے دیتے ،اس طرح پوری شرح کی آپ نے اصلاح فرمائی۔حقیقت یہ ہے کہ اگر حضرت کی اس پر نظر نہ ہوتی تو یہ شرح قابل اشاعت نہ ہوتی۔

شرح کی تکمیل کے بعد راقم کی درخواست پر وقیع مقدمہ بھی تحریر فرمایا، جو شرح کے شروع میں شائع ہو چکا ہے۔شرح کا نام ’’تحفۃ الطلباء شرح اردو سفینۃ البلغاء‘‘ حضرت ہی کا تجویز فرمودہ ہے۔میں نے حضرت کی خدمت میں لکھا تھا کہ: شرح کا نام ’’خزینۃ الطلباء شرح اردو سفینۃ البلغاء‘‘ سوچا ہے،اگر مناسب ہو تو تائید فرمادیں یا کوئی اور مناسب نام

تحریر فرمادیں، اس پر حضرت نے تحریر فرمایا کہ:

''اور کتاب کا نام اگر پسند ہوتو ''تحفۃ الطلباء شرح اردو سفینۃ البلغاء'' یا ''دلیل الطلباء شرح اردو سفینۃ البلغاء'' یا ''دلالۃ الطلباء شرح اردو سفینۃ البلغاء'' اس وقت ذہن میں آتا ہے''۔

حضرت مولانا مدظلہم نے باوجود تدریسی، تصنیفی، تقریری، دعوتی اسفار وغیرہ مصروفیات کے قیمتی وقت نکال کر پوری شرح کی اصلاح فرمائی، جزاہم اللہ تعالی احسن الجزاء۔ اور یہ کام اس وقت انجام دیا جب حضرت کا ذوق بدل چکا تھا۔ ڈابھیل کے زمانہ میں یا اس کتاب کی تدریس کے وقت یہ کام آسان تھا، مگر اب تو حضرت کا مشغلہ حدیث وتفسیر کا ہو چکا تھا۔ ایک گرامی نامہ میں اس طرف اشارہ بھی فرمایا کہ:

''اس کام کے شروع کرنے سے خوشی ہوئی، اس سے انشاء اللہ استعداد میں ترقی ہوگی، میں جتنی مدد کرسکوں گا ضرور کروں گا، مجھے بھی فائدہ ہوگا، اب تو میرا ذوق بدل چکا ہے''۔

دعوت وتبلیغ سے تعلق

حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمہ اللہ والی محنت' دعوت وتبلیغ کے ساتھ وابستگی ڈابھیل سے ہی دیکھی تھی، مگر افریقہ جانے کے بعد اس میں اضافہ ہوتا گیا۔ اب تو حضرت جنوبی افریقہ میں دعوت وتبلیغ کے اہم رکن کی حیثیت رکھتے ہیں۔ بیان وتقریر اکثر دعوت ہی کے موضوع پر فرماتے ہیں۔ قرآن وحدیث سے کام کو سمجھانا اور امت میں دین کی طلب پیدا کرنا' مولانا کا مقصد زندگی بن گیا ہے۔

تحقیقی ذوق

حضرت مدظلہ کا ایک خاص قابل تقلید وصف تحقیق بھی ہے، مسائل دینیہ ہو یا معمولات

یومیہ، تصنیف وتالیف ہو یا وعظ وتقریر، ہمیشہ محقق بات فرماتے اور لکھتے ۔ مجھے بھی یہ نصیحت فرمائی: ’’جب بھی کوئی بات لکھو با حوالہ لکھو، بغیر حوالہ کی بات میں کوئی وزن نہیں‘‘۔

حضرت مدظلہ کی تصانیف میں یہ بات دیکھی جاسکتی ہے کہ فقہ واحادیث کی کتابوں کے صفحات نمبر، بلکہ مطبع تک کے ذکر کا اہتمام ہوتا ہے۔

اسی تحقیق کا نتیجہ ہے کہ بعض وہ باتیں جو امت میں عام ہوگئی ،مگر اس کی تحقیق جتنی ہونی چاہئے تھی نہ ہوسکی، اس پر حضرت مدظلہ نے پوری تحقیق سے قلم اٹھایا اور اس کے صحیح موقف کو ثابت کیا، مثلا:

پندرہویں شعبان کا روزہ امت کے عوام تو عوام' خواص تک اس کی سنیت کے قائل، بلکہ بیان میں بھی اس کی ترغیب سنت ہونے کے ناتے دیتے ہوئے نظر آئے۔ مولانا مدظلہ نے محدثین کے اقوال اور علماء متأخرین کے اقتباسات نقل کر کے اسے واضح کیا کہ یہ روزہ نہ مسنون ہے نہ مستحب۔ صرف ’’ابن ماجہ‘‘ کی ایک حدیث میں اس کا ذکر ہے اور وہ روایت نہایت درجہ ضعیف ، پھر اس راوی کے متعلق محدثین کے اقوال کو جمع کر کے اسے شائع فرمایا۔

اسی طرح ایک مجلس میں فرمایا کہ: کھانے پہلے ’’ بسم اللہ وعلی برکۃ اللہ ‘‘ جو دعا مشہور ہے، اس کے الفاظ حدیث کی کتابوں میں تلاش کر رہا ہوں، مگر ابھی تک نہیں ملے۔

ایک سفر میں راقم نے عرض کیا کہ: ’’حصن حصین‘‘ میں یہ الفاظ ہیں اور ’’حاکم‘‘ کا حوالہ دیا ہے، فرمایا: ’’حاکم‘‘ میں یہ الفاظ نہیں ہیں، میں نے مختلف نسخوں میں تحقیق کی۔

ایک موقع پر حضرت کے ساتھ کھانے کا اتفاق ہوا، حضرت نے فرمایا: کھانے کے بعد کی دعا کیا ہے؟ راقم نے مشہور دعا پڑھی، اس پر فرمایا کہ: اس دعا میں ’’من‘‘ کا لفظ حدیث

شریف میں نہیں مل رہا ہے، تو بھی تلاش کر، راقم نے تلاش کیا تو واقعی اب تک نہیں ملا۔ مختلف کتب احادیث میں یہ الفاظ ہیں: ''الحمد للہ الذی اطعمنا و سقانا و جعلنا مسلمین''۔

ایک مجلس میں فرمایا کہ: اردو زبان میں موضوع احادیث پر کوئی کتاب ہونی چاہئے جس میں موضوع احادیث کی نشاندہی کی گئی ہو، پھر فرمایا: ماہنامہ رسائل میں ہر ایک ایسی حدیث پر تحقیق کر کے مضمون شائع کرنے ضرورت ہے جس میں وہ احادیث جو زبان زد ہیں مگر ثابت نہیں، کی تحقیق ہو۔

راقم کی ایک درخواست

حضرت استاذ مدظلہ کی علمی و تصنیفی صلاحیت و قابلیت کی وجہ سے راقم نے آپ سے یہ درخواست کی کہ: حضرت مولانا بنوری رحمہ اللہ کی نامکمل شرح ''معارف السنن'' اور حضرت مولانا یوسف صاحب کاندھلوی رحمہ اللہ کی ''امانی الاحبار'' کے تکملہ کی طرف توجہ فرمائیں، کیا بعید ہے کہ اللہ تعالی اس مبارک کام کی تکمیل آپ کے ذریعہ فرمادیں۔ مجھے یقین ہے کہ حضرت اس کی تکمیل کا ارادہ فرمالیں تو انشاء اللہ بحسن وخوبی یہ کام پایہ تکمیل تک پہنچ سکتا ہے۔ حضرت نے میری درخواست پر تحریر فرمایا:

''معارف السنن'' اور ''امانی الاحبار'' کی تکمیل کی بات میرے بس کے باہر ہے ''من آنم کہ من دانم'' پھر بھی دعا کرنا، شاید اللہ تعالی کام لے لیں تو میں تیار ہوں''۔

یہاں اس بات کا ذکر بھی کرتا چلوں کہ ناظرین اسے استاذ کے تعلق اور حسن عقیدت پر محمول کرلے کہ اتنے بڑے کام کی درخواست خوامخواہ کرلی، حالانکہ اس طرح کی درخواست محدث عصر حضرت مولانا عبدالرشید صاحب نعمانی رحمہ اللہ نے حضرت سے فرمائی۔

سند ''رسالۃ الاوائل''

حضرت استاذ مدظلہ کو جن اساتذہ سے احادیث کی اجازت حاصل ہے، اس کی پوری سند آپ کی کتاب ''هدية الاحوذى لطالب الترمذى'' (ص۱۱۹) اور ''هدية الدرارى لطالب صحيح البخارى'' (ص۲۰۱) پر دیکھی جاسکتی ہے۔ آپ کو ''رسالة الاوائل'' (للمحدث الفقیہ الشیخ محمد سعید بن سنبل المکی رحمہ اللہ) کی اجازت محدث کبیر حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اعظمی رحمہ اللہ سے حاصل ہے۔ راقم الحروف نے حضرت کے سامنے ایک ہی مجلس میں یہ رسالہ مولانا یوسف دروان صاحب اور مولانا سعید احمد پٹیل صاحب کے ساتھ مکمل سنا، قرأت کی ذمہ داری مولانا یوسف صاحب دروان نے نبھائی۔

حضرت مدظلہ نے راقم کو بھی اس کی اجازت مرحمت فرمائی جو درج ذیل ہے:

بسم الله الرحمن الرحيم

حامدا و مصليا و مسلما ، اما بعد ،

فقد قرئ هذه الرسالة عليّ ، واخونا الفاضل مرغوب احمد كان حاضرا عند قرأتها ، فاجزته بمثل ما اجازنى شيخى المحدث الاعظمى رحمه الله ،

فضل الرحمن الاعظمى ، النازل فى بريطانيه

۲۸ / رمضان ۱۴۱۹ ھ

یہ چند سطریں اس لئے لکھدیں کہ ناظرین میں ارباب ذوق اگر حدیث کی اجازت لینا چاہے تو وہ حضرت کی حیات طیبہ میں اس نعمت سے باریاب ہوسکے۔

ایک مبارک بشارت

شیخ زہیر بن الناصر اپنے کچھ احباب کے ساتھ مسجد نبوی ﷺ میں قدمین شریفین کی

جانب صفہ کے پیچھے بین العشائین' حضرت سے حدیث شریف پڑھ رہے تھے، اسی وقت شیخ زہیر کے صاحبزادے اپنے گھر میں آرام کررہے تھے، انہوں نے آپ ﷺ کی خواب میں زیارت فرمائی، آپ ﷺ ارشاد فرمارہے ہیں:

''میری مسجد میں درس ہورہا ہے اور آپ سورہے ہیں''

اچانک آنکھ کھلی تو اپنے ساتھی کے ساتھ مسجد نبوی میں حاضر ہوئے، دیکھا کہ حضرت کا درس جاری ہے، درس کے اختتام پر اپنے والد سے اس خواب کا ذکر کیا، انہوں نے حضرت کو سنایا' سنتے ہی آپ کی آنکھوں سے آنسوں جاری ہوگئے۔ (روایت: مفتی اسحٰق بھانا صاحب)

حضرت کی شان میں ایک عربی نظم

مولانا طہٰ صاحب نے حضرت کی توصیف میں ایک عربی نظم کہی ہے ؎

سلام الله عليكم ثم رحمته ... مولانا فضل الرحمن ايها الاعظمى

شيخ الحديث اطال الله عمركم ... تحىٰ العلوم بكم حياة محترم

جزاكم الله عن جنوب افريقيا ... خيرا لما فاض لها عنكم من نعم

قد كان علم الحديث عندنا ميتا ... فجئت تنفخ فيه الروح بالقلم

وبدروس على الصحيح متقنة ... تنور القلب مع اثارة الهمم

لله درّ فقيه حافظ ثقة ... داعية للهدى ينبوع للحكم

من ذا الذى ينكر الفضل العظيم له ... والفضل اشهر من نار على علم

فهل ترى له صاحبى نظيرا هنا ... يشارك الشيخ فيما فيه من شيم

ولا يحزنك الذى بدا من افواههم ... اذ لا يبالى الملىء بمرا المعدوم

يا ايها القوم قوموا ناصرين له ... وشاهدين له بالمنصب الاعظم

واسقطوا یاء النسب من نسبته وقولوا : اعظم اهل العلم کلهم
ان رمت تذکر فی زمانک عالما متضلعا فابدأ بذکر الاعظمی
ولی الحدیث فصار شیخ شیوخه والقلب منه الی التألّه ینتمی
زادوه ایذاء فزاد تحملا الله اکبر هکذا الخلق السمی

ترجمہ: شیخ الحدیث مولانا فضل الرحمٰن اعظمی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔

اللہ تعالیٰ آپ کی عمر میں برکت عطا فرمائے کہ آپ کے ذریعہ علوم احترام کے ساتھ زندہ ہورہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ جنوبی افریقہ والوں کی طرف سے آپ کو جزاء خیر عطا فرمائے کہ آپ کے ذریعہ بہت سی نعمتوں سے یہ ملک فیض یاب ہوا۔

ہمارے ملک میں علم حدیث مردہ تھا، آپ نے آکر اس میں روح پھونکنا شروع کیا قلم کے ذریعہ۔

اور صحیح بخاری کے مظبوط دروس کے ذریعہ، جن سے دل منور ہوتے ہیں اور ہمتیں بڑھتی ہیں۔

کیا ہی اچھے فقیہ اور معتبر حافظ حدیث ٗہدایت کے داعی اور حکمتوں کے چشمہ۔

کون آپ کے فضل عظیم کا انکار کرتا ہے؟ حالانکہ آپ کا فضل اس آگ سے زیادہ مشہور ہے جو پہاڑ پر (مسافروں کے اکرام کے لئے) جلائی جاتی ہے۔

اے میرے ساتھی! کیا تم کو شیخ کا کوئی نظیر نظر آتا ہے، جو بلند صفات میں شیخ کا شریک ہوسکے؟

لوگوں کی زبان سے نکلی ہوئی بات سے آپ غمگین نہ ہوں، کیونکہ مالدار کو فقیر کی کڑوی

بات کی پرواہ نہیں ہوتی۔

اے لوگو! شیخ کی مدد اور آپ کے بلند مقام کی گواہی دینے کے لئے کھڑے ہو جاؤ۔

اور آپ کی نسبت ''اعظمی'' سے یاءِ نسبت گرا کر کہو: ''اعظم اهل العلم کلهم'' ۔

اگر تم کو اپنے زمانہ کے کسی زبردست عالم کے ذکر کرنے کا ارادہ ہو تو شیخ اعظمی سے ابتدا کرو۔

جنہوں نے خدمت حدیث کی ذمہ داری کو سنبھالا اور شیخ الشیوخ بن گئے، اور دل ان سے عبادت کی طرف مائل ہوتا ہے۔

لوگوں نے آپ کو خوب تکلیف دی، تو آپ نے خوب تحمل کیا، اللہ اکبر! بلند اخلاق ایسے ہی ہوتے ہیں۔

مختلف علمی سوالات اور ان کے جوابات

راقم نے مختلف مجلسوں میں اور متعدد مرتبہ بذریعۂ خط حضرت سے حدیث وتفسیر وغیرہ کے متعلق سوالات کئے، حضرت کے جوابات جو محفوظ ہیں، ان کو نقل کرتا ہوں تا کہ نظرین بھی مستفید ہو سکے۔ سوال و جواب کے عنوان سے ان کو نقل کرتا ہوں:

س:...... ''الموت جسر یوصل الحبیب الی الحبیب'' یہ حدیث ہے؟

ج:...... اس کا حدیث ہونا مجھے معلوم نہیں، شاید ایک مقولہ ہے اور معنی صحیح ہے۔ [۱]

س:...... رسول اللہ ﷺ نے دعا فرمائی کہ: الٰہی جو شخص میرے رسول ہونے کا اعتقاد رکھے موت اس کو محبوب بنا دے۔ اس حدیث کا حوالہ مطلوب ہے؟

---

[۱]...... حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی رحمہ اللہ نے بھی یہی لکھا ہے کہ: یہ بزرگوں کا مقولہ ہے۔ (تفسیر عزیزی ص ۱۷۵ ج ۴، سورۂ عبس، تحت آیت: ثم اماته)

ج:......اللھم حبب الموت الی من یعلم انی رسولک ، طبرانی عن ابی مالک۔ ضعیف حدیث ہے۔(فیض القدیر شرح جامع الصغیر للسیوطی،ص۱۱۱ج۲)

س:......’’لاصلوۃ بحضور القلب‘‘ حدیث ہے؟

ج:......اس کا حدیث ہونا مجھے معلوم نہیں،لیکن ﴿ قد افلح المؤمنون الذین ھم فی صلوتھم خاشعون ﴾ سے یہ مفہوم اخذ ہوتا ہے،اوران حدیثوں سے بھی جن میں کھانے کی خواہش یا پیشاب پاخانے کے تقاضے کے وقت نماز سے روکا گیا ہے۔

س:......’’لایدخل الجنة دیوث ، قیل یا رسول الله ! ومن الدیوث ؟ قال : الذی تزنی امراته وھو یعلم بھا‘‘ الخ۔اس حدیث کا حوالہ یا اس مضمون کی حدیث کہاں ہے؟

ج:......’’ ثلا ثة لا یدخلون الجنة ولا ینظر الله الیھم یوم القیامة : الدیوث‘‘ وفی روایة ’’ والذی یقر فی اھله الخبث ‘‘ وفی روایة ’’ لا یدخل الجنة دیوث ‘‘ والدیوث القنزع وھو الذی لا غیرة له۔(تفسیر ابن کثیر،سورۂ نور،الزانیة لا ینکحھا الا زان او مشرک)

س:......’’وضو سے صغیرہ گناہ معاف ہوتے ہیں اور آخرت میں اس کی برکت سے بڑے مرتبے نصیب ہوں گے اور وضو سے تمام بدن کے گناہ معاف ہوتے ہیں‘‘ کیا یہ حدیث ہے؟

ج:......وضو سے گناہوں کا معاف ہونا صحیح حدیثوں میں آیا ہے۔’’مشکوۃ‘‘ میں بھی ایسی حدیثیں موجود ہیں۔ان گناہوں سے مراد صغائر ہیں۔علماء نے یہ طے کیا ہے کہ عبادات سے صغائر ہی معاف ہوتے ہیں۔نماز کی فضیلت میں ’’ ما اجتنب الکبائر ‘‘ آیا ہوا ہے، تمام بدن کے گناہوں کی معافی جب کہ ’’بسم اللہ‘‘ پڑھ کر وضو کیا ہو، بیہقی، دار قطنی کی ضعیف حدیثوں میں مذکور ہے۔ترمذی کے حاشیہ میں ’’بسم اللہ‘‘ کے بیان میں بھی یہ مذکور ہیں۔

س:.......سجدہ میں جاتے ہوئے ہاتھ گھٹنے پر رکھے یا چھوڑ کر جائے؟ اس کی صراحت حدیث میں ہے؟

ج:.......سنن بیہقی ص۱۰۰ ج۲ رمیں ہے: سجدہ جاتے ہوئے ہاتھ گھٹنے پر رکھیں۔

مسجد میں نماز جنازہ کے متعلق ایک صاحب کا سوال اور پُر لطف جواب

ایک اہل حدیث نے راقم سے سوال کیا کہ مسجد میں نماز جنازہ جائز ہے یا نہیں؟ راقم نے کہا: امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک بغیر مجبوری کے مکروہ ہے۔ وہ کہنے لگا: مسجد حرام اور مسجد نبوی میں نماز جنازہ ہوسکتی ہے، اور احناف کی مسجد میں نہیں ہوسکتی؟ میں نے کہا: مسجد حرام اور مسجد نبوی کا عمل حجت ہے؟ فورا کہنے لگا یقیناً، میں نے کہا: مسجد حرام اور مسجد نبوی میں تراویح بیس ہوتی ہے اور وہاں کا عمل حجت ہے تو آپ بیس کیوں نہیں پڑھتے؟ ایک دم خاموش۔ یہ جواب میں نے حضرت مدظلہم ہی سے سنا تھا، وقت پر خوب کام آ گیا۔

اتباع سنت

حضرت مدظلہم کو سفر وحضر میں دیکھنے کا جب جب بھی موقع ملا، یہ بات محسوس ہوئی کہ آپ کی زندگی میں سنت کا خوب اہتمام ہے، سنتوں کی تحقیق فرما کر اس پر عمل فرماتے اور دوسروں تک پہنچاتے ہیں۔ بعض وہ سنتیں جو بالکل متروک تھیں یا بہت کم عمل میں تھیں، اس پر تقریر وتحریر میں تنبیہ فرمائی اور اسے کافی حد تک زندہ کیا۔ مثلاً:

قومہ اور جلسہ میں تعدیل ارکان جو نہ یہ کہ سنت ہے بلکہ فقہاء نے اس کے وجوب کی صراحت فرمائی ہے، مولانا مدظلہم نے اس پر تحقیقی رسالہ لکھا اور اکثر وعظ میں بھی اس پر توجہ دلائی، حضرت کی برکت سے کئی حضرات نے اس کوتاہی سے نجات پائی۔ جلسہ اور قومہ کی وہ دعائیں جو احادیث میں مروی ہیں اسے شائع کر کے خواب عام فرمایا تا کہ اس دعا کی

پابندی سے قومہ وجلسہ صحیح ادا ہو جائے۔

قومہ کی دعا یہ ہے: ''اللھم ربنا لک الحمد ملأ السمٰوات والارض وملأ ما شئت من شئی بعد''۔

ایک روایت میں اس طرح ہے: ''ربنا ولک الحمد ملأ السمٰوات وملأ والارض وملأ ما بینھما و ملأ ما شئت من بعد''۔ [1]

ناظرین سے درخواست ہے کہ حضرت والا کے دو رسالے ''نماز کی پابندی اور اس کی حفاظت'' اور ''قومہ وجلسہ میں اطمینان کا وجوب اور ان دونوں میں اذکار کا ثبوت'' کا ضرور مطالعہ فرمائیں، خصوصا ائمہ وعلماء تاکہ وہ اپنی اور تمام مصلیوں کی نماز صحیح کروا سکے۔

سجدہ میں دونوں ایڑیوں کا ملانا

اسی طرح یہ سنت بھی تقریبا متروک ہوگئی تھی کہ حالت سجدہ میں پاؤں کی دونوں ایڑیوں کو ملایا جائے۔ مولانا رقمطراز ہیں:

''(سجدہ کی) ایک سنت یہ بھی ہے کہ پاؤں کی دونوں ایڑیوں کو ملالیا جائے''۔

(صحیح ابن خزیمہ ص ۳۲۸ ج ۱۔ اعلاء السنن ص ۳۲ ج ۳)

اس کا طریقہ یہ ہوگا کہ دونوں پاؤں قریب کر لئے جائیں اور ٹخنے اور ایڑیاں ملا لی جائیں، دونوں پاؤں سیدھے کھڑے ہوں، انگلیاں قبلہ کی طرف متوجہ ہوں۔

(نماز کی پابندی اور اس کی حفاظت ص ۴۰)

---

[1]...... مسلم، باب ما یقول اذا رفع راسه من الرکوع، کتاب الصلوة، رقم الحدیث: ۴۷۸/۴۷۷، ابوداؤد، باب الدعاء بین السجدتین، کتاب الصلوة، رقم الحدیث: ۸۵۰۔ ترمذی، باب ما یقول بین السجدتین، کتاب الصلوة، رقم الحدیث: ۲۸۴۔ ابن ماجه، باب ما یقول بین السجدتین، کتاب الصلوة، رقم الحدیث: ۸۹۷۔

حضرت مولانا مدظلہم نے تقریر وتحریر اور مختلف مجالس میں اس سنت کے احیاء کی طرف توجہ دلائی۔ الحمدللہ کئی حضرات کو اس پر عمل کرتے دیکھا گیا۔

یہاں ایک واقعہ کا ذکر کرنا مناسب سمجھتا ہوں:

حضرت مولانا احمد نقشبندی کا ایک واقعہ

حضرت مولانا غلام محی الدین صاحب متبحر اہل حدیث عالم تھے۔ ان کا ایک کتب خانہ بھی تھا۔ ہمیشہ تقوی اور اعتدال کی راہ پر گامزن رہتے۔ حضرت (مولانا احمد خانصاحب) کی خدمت میں خانقاہ سراجیہ تشریف لائے اور چار پانچ روزہ قیام کے دوران اپنا تعارف تک نہ کروایا۔ رخصت ہوتے وقت اتنا کہا کہ: آپ کا باطنی معاملہ جو اللہ تعالی کے ساتھ ہے اسے تو آپ ہی بہتر جانتے ہوں گے۔ میں نے تو یہ دیکھا ہے کہ نماز اور اس کے واجبات کی ادائیگی میں آپ کا عمل کامل طور پر سنت مطہرہ کے مطابق ہے، اور اس سلسلہ میں آپ کی ذات مجدد کی حیثیت رکھتی ہے، البتہ آپ کا سجدے کی حالت میں ایڑیوں کا جوڑنا کتب احادیث سے ثابت نہیں۔ حضرت نے فورا ''بیہقی'' منگوا کر درج ذیل حدیث پیش کی جس سے وہ مطمئن ہو گئے:

'' عن عروة بن الزبير يقول : قالت عائشة زوج النبی صلى الله عليه وسلم : فقدت رسول الله صلى الله عليه وسلم وكان معی علی فراشی ، فوجدته ساجدا راصا عقبيه مستقبلا باطراف اصابعه القبلة ، فسمعته يقول : اعوذ برضاک من سخطک وعفوک من عقوبتک وبک منک اثنی عليک لا ابلغ كل ما فيک ''

الی آخر الحديث۔ (السنن الكبرى مع الجوهر النقی للامام البيهقی رحمه الله ، كتاب الصلوة ص۱۱۶ج۲، باب ما جاء فی ضم العقبين فی السجود)

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ: میں نے (ایک رات) بستر پر رسول اللہ ﷺ کو نہ پایا، حالانکہ آپ ﷺ میرے پاس ہی لیٹے ہوئے تھے، پس میں نے آپ ﷺ کو اس حالت میں پایا کہ آپ ﷺ سجدے میں تھے اور آپ ﷺ کے دونوں پاؤں کی ایڑیاں ایک دوسری کے ساتھ مضبوطی سے ملی ہوئی تھیں اور پاؤں کی انگلیوں کا رخ قبلہ کی جانب تھا، پس میں نے سنا کہ آپ ﷺ یہ دعا فرما رہے تھے: (اے اللہ!) میں تیری ناراضگی سے رضا کی، تیرے عذاب سے تیرے عفو کی اور تجھ سے تیری پناہ کا طلب گار ہوں۔ تیری حمد وثنا کرتا ہوں اور تیرے اوصاف کا احاطہ نہیں کرسکتا۔ آخر حدیث تک۔ (بیس مردان حق ص ۵۳۵ ج ۱)

حضرت مدظلہم کی مختصر سوانح صاحبزادۂ محترم مولانا عتیق الرحمٰن صاحب نے ''مختصر سوانح مولانا فضل الرحمٰن صاحب اعظمی مدظلہ'' کے نام سے مرتب کی ہے، جو طبع ہو چکی ہے۔ مزید حالات کے لئے اس کا مطالعہ کیا جائے۔

نوٹ:...... راقم نے حضرت والا کے حالات پر یہ مضمون، صاحبزادۂ محترم مفتی عتیق الرحمٰن صاحب اعظمی سلمہ کی درخواست پر لکھا تھا، اس کا اکثر حصہ حضرت کی سوانح میں شائع ہو چکا ہے۔ اب اس مضمون کے آخر میں حضرت مدظلہم کے مکتوبات جو راقم کے نام تھے ان کو بھی شامل اشاعت کردیا گیا ہے۔

مکاتیب: حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب اعظمی بنام مرتب

بسم الله الرحمن الرحيم

عزیز گرامی قدر مولوی مرغوب احمد سلمہ

السلام عليكم ورحمة الله وبركاته

میں بھی جملہ متعلقین کے ساتھ خیریت سے ہوں۔اجتماع بالکل قریب آ گیا ہے، بہت مشغولی ہوگی، مدرسہ ہونے کی وجہ سے میرا آنا مشکل ہے۔

یہ آپ کے دو خطوط کا جواب ہے۔سفینہ کا کاغذ اور دوسرے چار صفحات کا جواب ارسال ہے۔

مقدمہ کا آپ مطالبہ کر رہے ہیں،اس سے مراد فصاحت و بلاغت کے موضوع پر کوئی مقدمہ؟ یا یہ کہ میں نے نظر ثانی کی ہے اس سے متعلق کچھ لکھنا؟ کیا مولانا ثمیر الدین صاحب والے حصہ کے بغیر شرح چھپوا دیں گے؟ انشاءاللہ مختصر کچھ لکھ دوں گا۔خیال تھا کہ اسی کے ساتھ بھیج دوں گا،لیکن بقرہ عید کی تعطیل بھی ختم ہوگئی اور کچھ لکھ نہ سکا۔آپ کے جواب کے بعد کچھ لکھ دوں گا۔فن کے متعلق کچھ باتیں تو کتاب میں خود موجود ہیں،شاید دوسرے امر سے متعلق کچھ لکھنا ہو۔دیگر احوال قابل شکر ہیں۔

شفیق الرحمٰن سلمہ نے دو مہینہ بے کار رہنے کے بعد ہمارے مدرسہ ہی میں کام شروع کر دیا ہے،حفظ میں جگہ مل گئی ہے،اللہ تعالی استقامت نصیب فرمائے۔

اجتماع کے انتظامات اور دیگر امور میں اللہ تعالی سہولت فرمائیں اور مقصد میں کامیابی نصیب فرمائیں،والسلام۔ فضل الرحمٰن اعظمی

۲۲رذی الحجہ ۱۴ھ مطابق ۳رجون ۹۴ء، جمعہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عزیز مولوی مرغوب احمد سلمہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بحمدہ تعالیٰ خیریت سے ہوں۔تمہارا خط معہ ہدایا ایک طالب علم کے بدست وصول ہوئے، جو ڈیوزبری سے یہاں پڑھنے کے لئے آیا ہوا ہے،ساتھ میں جو ہدایا وصول ہوئے ان کا بہت بہت شکریہ،جزاکم اللہ۔

خیریت اور بچی کی ولادت سے خوشی ہوئی،اللہ تعالیٰ عمر دراز اور ابنات حسن مع عمل صالح عطا فرمائے، والدین کی آنکھوں کی ٹھنڈک اور دل کا سرور بنائے۔

واقعۃً یہ اللہ کا فضل ہے کہ دین سے اس قدر تعلق عطا فرمایا کہ صبح وشام تعلیم وتدریس کی توفیق عطا فرمائی۔اللہ تعالیٰ ’’سفینۃ الخیرات‘‘ کی اشاعت آسان فرمائے۔

رمضان المبارک کے متعلق ابھی تک کچھ فیصلہ نہیں ہوسکا ہے،اللہ تعالیٰ نے ملاقات مقدر فرمائی تو ضرور آجانا ہوجائے گا،دعا کریں،میرا بھی جی یو۔کے میں بہت لگا تھا، خواہش بھی ہے،لیکن ع ما کل ما یتمنی المرء یدرکہ

میں بھی دعا کا خواستگار ہوں۔والسلام

فضل الرحمٰن اعظمی

۲۰؍جنوری ۱۹۹۱ء،۴؍رجب ۱۴۱۱ھ،

اتوار

بسم الله الرحمن الرحيم

عزیز مولوی مرغوب احمد سلمہ

السلام عليكم ورحمة الله وبركاته

بحمدہ تعالیٰ خیریت سے ہوں۔ تمہارا خط ملا، ساتھ میں سفینہ کے متعلق کچھ کام بھی۔ اب اسباق شروع ہوگئے ہیں، بوقت فرصت دیکھ کر واپس بھیجوں گا۔ اللہ تعالیٰ اس کام کو مکمل کرادیں تو کچھ فائدہ طلبہ کو ہوجائے گا۔

اس کام کے شروع کرنے سے خوشی ہوئی، اس سے انشاء اللہ استعداد میں ترقی ہوگی۔ میں جتنی مدد کرسکوں گا ضرور کروں گا، مجھے بھی فائدہ ہوگا۔ اب تو میرا ذوق بدل گیا ہے۔ پہلے بھی یہ کتاب پوری حل نہیں ہوئی تھی تاہم جو بھی ہوسکے کردوں گا۔ بقیہ کام دوسرے علماء پورا کردیں گے۔

۱۳؍جنوری جدہ کے لئے روانہ ہوا تھا، جہاز بہت لیٹ تھا تو ایک ہوٹل میں رکھا تھا، پھر شام کو روانگی ہوئی۔ رنگون کی کارگذاری سے خوشی ہوئی۔ جو احباب واپس جارہے ہیں یہاں کی کارگذاری سنادیں گے۔ دعائے خیر میں یاد رکھنا۔ والسلام

فضل الرحمٰن اعظمی

۱۳؍اپریل ۹۳ء ۲۰؍شوال ۱۴۱۳ھ

منگل

بسم الله الرحمن الرحیم

عزیز مولوی مرغوب احمد سلمہ

السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته

میں بحمدہ تعالیٰ جملہ متعلقین کے ساتھ خیریت سے ہوں۔

ایک خط روانہ کیا ہے ملا ہوگا۔امید کہ تم بھی خیریت سے ہوں گے۔

اپنی سمجھ کے مطابق سفینہ کی شرح میں اصلاح کی ہے، جو سمجھ میں آئے قبول کرنا ورنہ نہیں۔آئندہ بشرط فرصت انشاء اللہ مدد کروں گا، بھیجتے رہنا۔سفینہ پر کوئی چیز تیار ہوجائے تو طلبہ اور بعض مدرسین کے لئے بھی سہولت ہوجائے گی، انشاء اللہ۔[1]

دعائے خیر میں یاد رکھنا۔جاننے والوں کو سلام، والسلام۔

فضل الرحمٰن اعظمی

[1]......کئی مکتوبات میں سفینہ کا تذکرہ ہے۔اس سے مراد یہ ہے راقم نے مولانا ثمیر الدین صاحب مدظلہ کے ساتھ مل کر درس نظامی کی مشہور کتاب ''سفینة البلغاء'' کی اردو شرح لکھی تھی، جسے حضرت نے من و عن بغور ملاحظہ فرمایا، کئی جگہ اصلاح فرمائی اور اس پر تفصیلی مقدمہ تحریر فرمایا۔الحمدللہ وہ ''تحفة الطلباء شرح اردو سفینة البلغاء'' کے نام سے شائع ہوچکی ہے۔اللہ تعالیٰ اسے قبول فرما کر ذخیرۂ آخرت بنائے، آمین۔مرغوب احمد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عزیز مولوی مرغوب احمد سلمہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید کی خیریت سے ہوں گے، میں بھی بحمدہ تعالیٰ خیریت سے ہوں۔

تمہارا خط یکم جولائی کو ملا تھا، فرصت تو نہیں تھی، لیکن جلدی میں تین صفحات کا مقدمہ لکھ دیا ہے۔ صاف کرکے کاتب کو دینا، خالی جگہ پر کر لینا، یعنی مدرسہ کا نام، مولانا ثمیر الدین صاحب کی مسجد کا نام لکھ لینا۔ میرا نام جس طرح لکھا ہے اسی طرح رہنے دینا، اس میں مولانا وغیرہ لکھنے کی ضرورت نہیں۔ ہاں کوئی غلطی یا بھول ہو تو اصلاح کر لینا۔ مولانا ثمیر الدین صاحب کا کام تھوڑا تھوڑا دیکھ رہا ہوں۔

جمعہ کو آصف بھائی کی جماعت واپس جا رہی ہے، جتنا ہو جائے گا انشاءاللہ بھیج دوں گا۔ یہ خط بلیک برن کی جماعت کے ساتھ بھیج رہا ہوں۔

تمہاری کارگذاری بھی پڑھی، دوسروں کو بھی دی، ماشاءاللہ اچھی ہے۔[1]

بقیہ حالات بحمدہ تعالیٰ بخیر ہیں۔ والسلام۔

فضل الرحمٰن اعظمی

۳۰/صفر ۱۴۱۵ھ ۸/اگست ۹۴ء

---

[1]......راقم نے ڈیوزبری کے عالمی اجتماع کی تفصیلی کارگذاری لکھی تھی، جو ماہنامہ ''الفاروق'' کراچی، ذیقعدہ ۱۴۱۵ھ۔ ماہنامہ ''الہلال'' مانچسٹر، ستمبر ۱۹۹۴ء۔ ''الجمعیۃ'' دہلی، ۸/۲ ستمبر ۱۹۹۴ء اور حضرت مولانا محمد عمر صاحب پالنپوری رحمہ اللہ کی سوانح میں شائع ہو چکی ہے۔ اس کی طرف اشارہ ہے۔

بسم الله الرحمن الرحيم

از: فضل الرحمٰن اعظمی

عزیز مولوی مرغوب احمد سلمہ

السلام علیکم ورحمة الله وبركاته

امید کہ خیریت سے ہوگے، میں بھی جملہ متعلقین کے ساتھ خیریت سے ہوں۔

اس سے قبل شرح سفینہ کے لئے مختصر مقدمہ اور مولانا ثمیر الدین صاحب کے حصہ کا کچھ حصہ دیکھ کر لیسٹر کی ایک جماعت کے ساتھ بھیجا ہے، اس میں فارسی اشعار کا ترجمہ بھی تھا۔[1]

اب یہ مکمل کر کے بھیج رہا ہوں۔ مجھے موقع نہیں ملا کہ اپنی اصلاح پر نظر ثانی کرسکوں، اس لئے سبقت قلم وغیرہ ہوگی۔

گول گول نشان کا مطلب یہ ہے کہ مجھے پسند نہیں آیا، یا تو کوئی غلطی ہوگی یا ترتیب ٹھیک نہیں۔ کہیں اردو محاورہ کا لحاظ کر کے تبدیلی کی ہے۔

میری رائے یہ بھی ہے کہ پوری کتاب پر اعراب لگایا جائے، اور کتابت کی اصلاح خوب اہتمام سے کی جائے۔

---

[1]...... فارسی اشعار کے ترجمہ کا مطلب یہ ہے کہ راقم نے اپنے جد امجد حضرت مولانا مفتی مرغوب احمد صاحب لاجپوری رحمہ اللہ کی تصنیف ''جمع الاربعین فی تعلیم الدین'' پر حاشیہ کے وقت اس بات کا بھی اہتمام کیا کہ کتاب میں جتنے فارسی اشعار ہیں ان کا اردو میں ترجمہ بھی ہوجائے۔ مجھے معلوم تھا کہ حضرت کو اللہ تعالیٰ نے فارسی پر بھی مکمل عبور عطا فرمایا ہے، اس لئے میں نے حضرت کی خدمت میں وہ اشعار لکھ کر درخواست کی کہ آپ ان اشعار کا اردو میں ترجمہ فرمادیں۔ اللہ تعالیٰ حضرت کو جزاء خیر عطا فرمائے کہ آپ نے تمام اشعار کا عمدہ ترجمہ فرمادیا، جنہیں راقم نے دادا رحمہ اللہ کی تصنیف کے حاشیہ میں شامل کرلیا ہے۔

میں نے مقدمہ میں یہ بھی لکھ دیا ہے کہ میں نے اصلاح کی پوری کوشش کی ہے، لیکن مجھے معلوم نہیں کہ پوری اصلاحات کو آپ نے قبول کیا ہے یا نہیں؟ کہیں کہیں اختلاف بھی ہوسکتا ہے تو میرا یہ جملہ اس وقت صحیح ہوگا جب کہ میری اصلاحات قبول نہ ہوں، اگر ایسا نہ ہوتو پھر وہ جملہ مقدمہ سے نکال دینا چاہئے۔

دیگر احوال قابل شکر ہیں۔ یہاں ستمبر میں اجتماع ہو رہا ہے، اس کی محنت ہو رہی ہے، اس وقت میں جماعت میں ہوں اور مرکز سے یہ خط لکھ رہا ہوں، فکر ہو رہی ہے، دعا کرنا اللہ تعالی آسان فرمائے۔

ستمبر کے آخر میں دو ہفتہ کی تعطیل ہو رہی ہے، میں بھی کہیں جماعت میں جاؤں گا، ابھی معلوم نہیں کہاں جانا ہوگا۔

اللہ تعالی ہم سب کو اخلاص کے ساتھ دین کے کام کرنے کی توفیق دے آمین، دعا میں یاد رکھنا، والسلام۔

فضل الرحمٰن اعظمی

۱۸/ربیع الاول ۱۴۱۵ھ ۲۶/اگست ۹۴ء

جمعہ

راقم کے حضرت مولانا سے چند سوالات اور ان کے جوابات

حضرۃ الاستاذ دامت برکاتہم امید کہ مزاج سامی بخیر ہوگا۔

چند باتوں کا حوالہ درکار ہے، اگر حضرت بآسانی تحریر فرما سکے تو ممنون فرمائیں۔

س:۱:......رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وضو کرنے سے اللہ تعالیٰ صغیرہ گناہوں کو معاف فرما دیتا ہے، اور آخرت میں اس کی برکت سے اسے بڑے مرتبے نصیب فرمائے گا، اور وضو کرنے سے تمام بدن کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

ج:۱:......وضو سے گناہوں کا معاف ہونا صحیح حدیثوں میں آیا ہے ''مشکوۃ'' میں بھی ایسی حدیثیں موجود ہیں، اور گناہوں سے مراد صغائر ہیں۔ علماء نے یہ طے کیا ہے کہ عبادات سے صغائر ہی معاف ہوتے ہیں۔ نماز کی فضیلت میں ''ما اجتنب الکبائر'' آیا ہوا ہے۔

تمام بدن کے گناہوں کی معافی جب کہ بسم اللہ پڑھ کر وضو کیا جائے '' بیھقی '' اور ''دارقطنی'' کی ضعیف حدیثوں میں مذکور ہے۔ ''ترمذی'' کے حاشیہ میں بسم اللہ کے بیان میں بھی یہ مذکور ہیں۔

س:۲:......ابن سیرین رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: میں ایک مرتبہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے ساتھ چند پارسیوں میں بیٹھا ہوا تھا، اتنے میں چاندی کے گلاس میں فالودہ لا کر حضرت انس رضی اللہ عنہ کو دینا چاہا، انہوں نے انکار کیا اور کہا کہ: اس گلاس کو بدل دو ورنہ میں نہیں پیوں گا۔ بعد میں ایک چوبی پیالہ میں فالودہ لے آئے تو آپ نے پی لیا۔

ج:۲:...... یہ واقعہ مجھے معلوم نہیں، [1] لیکن ''بخاری شریف'' میں سونے چاندی کے برتن

---

[1]......بعد میں یہ روایت راقم کو ''ریاض الصالحین'' میں مل گئی۔ ''عن انس ابن سیرین قال : کنت مع انس بن مالک عند نفر من المجوس ، فجیء بفالوذج علی اناء من فضة ' فلم یأکله ، فقیل له

میں کھانے پینے کی ممانعت ثابت ہے، اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے خادم نے جب چاندی کے برتن میں چیز پیش کی تو انہوں نے پھینک دیا۔ (بخاری ص۸۱۶ و۸۴۱ ج۲)

س:۳:......الموت جسر یوصل الحبیب الی الحبیب۔

ج:۳:......اس کا حدیث ہونا مجھے معلوم نہیں۔ شاید ایک مقولہ ہے اور معنی صحیح ہے۔ ؎۱

س:۴:......رسول اللہ ﷺ نے دعا فرمائی کہ:

الٰہی جو شخص میرے رسول ہونے کا اعتقاد رکھے موت اس کو محبوب بنا دے۔

ج:۴:......اللھم حبب الموت الی من یعلم انه رسولک ، طبرانی عن ابی مالک۔ ضعیف حدیث ہے۔ (فیض القدیر شرح جامع الصغیر للسیوطی ص۱۱۱ ج۲)

س:۵:......آپ ہمارے مخلص و عبادت گذار بندوں میں بیٹھا کریں۔

ج:۵:......﴿وَاصْبِرْ نَفْسَکَ مَعَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ﴾ الخ (سورۂ کہف، آیت:۲۸)

س:۶:......مثل الجلیس الصالح والسوء کحامل المسک ، الخ۔

ج:۶:......متفق علیه ، عن ابی موسی۔ (مقاصد حسنہ ص۵۹۲)

س:۷:......لاصلوۃ الا بحضور القلب۔

ج:۷:......اس کا حدیث ہونا مجھے معلوم نہیں، لیکن ﴿ قد افلح المؤمنون الذین هم فی صلوتهم خاشعون ﴾ سے یہ مفہوم اخذ ہوتا ہے، اور ان حدیثوں سے بھی جن میں کھانے کی خواہش یا پیشاب، پاخانہ کے تقاضے کے وقت نماز سے روکا گیا ہے۔

حوّله ، فحوله علی اناء من خلنج ' وجی ء به فاکله ، رواه البیهقی باسناد حسن''۔

(ریاض الصالحین ص۳۲۱، باب تحریم استعمال اناء الذهب واناء الفضة فی الاکل ، الخ ، رقم الحدیث:۱۷۹۷۔ سنن کبریٰ ص۸۳ ج۱، باب المنع من الاکل فی سحاف الذهب والفضة ، کتاب الطهارة ، رقم الحدیث:۱۰۶)

؎۱...... یہ بزرگوں کا مقولہ ہے۔ (تفسیر عزیزی ص۵۷ ج۴، سورۂ عبس)

س:۸:......فرائض نصف علم ہے۔

ج:۸:......''سراجی'' کے شروع میں اور ''مشکوۃ'' ص ۳۵ ر پر یہ حدیث ہے اور اس میں ضعف ہے، لیکن فرائض سے عموم مراد لینا بہتر ہے۔

س:۹:......لایدخل الجنة دیوث ، قیل : یا رسول الله ! ومن الدیوث ؟ قال الذی تزنی امرأته وهو یعلم بها ، الخ۔

ج:۹:......ثلاثة لا یدخلون الجنة ولا ینظر الیهم یوم القیامة : الدیوث ، وفی روایة والذی یقر فی اهله الخبث ، وفی روایة : لایدخل الجنة دیوث ، والدیوث القزع و هو الذی لا غیرة فیه۔(۲تفسیر ابن کثیر، سورۂ نور:﴿ الزانیة لا ینکحها الا زان او مشرک ﴾)

س:۱۰:......کلمة الحق ضالة المؤمن حیث ما وجد بها فهو احق بها، الحدیث۔

ج:۱۰:......الحکمة ضالة المؤمن ، الخ۔(مشکوۃ ص۳۴۔ یہ سند حسن سے مروی ہے)۔

س:۱۱:......انبیاء علیہم السلام کو قبل از نبوت بکریوں کی گلہ بانی کی خدمت تفویض ہوتی تھی۔

ج:۱۱:......اکنت ترعی الغنم ؟ قال : نعم ، وهل من نبی الا رعاها۔

(بخاری ص۸۲۰ ج۲ وص۴۸۳ ج۱)

س:۱۲:......آپ ﷺ کی یہ حالت تھی کہ جب کسی مسلمان پر ذرا سی بھی پریشانی اور تکلیف دیکھتے تو آپ کے چہرہ کا رنگ بدل جاتا، اور آپ ﷺ سراپا درد بن جاتے، اور یہ معلوم ہوتا کہ گویا آپ ہی پر یہ تکلیف آ گئی ہے۔

ج:۱۲:......خاص اس مضمون کی حدیث مجھے معلوم نہیں، لیکن:﴿ عزیز علیه ما عنتم حریص علیکم بالمؤمنین رؤوف الرحیم ﴾۔(سورۂ توبہ، آیت نمبر:۱۲۸)

سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کی تکلیف حضرت پر گراں گذرتی تھی۔

عزیز مولوی مرغوب احمد سلمہ السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته

میں بحمدہ تعالیٰ جملہ متعلقین کے ساتھ خیریت سے ہوں۔ امید کہ تم بھی خیریت سے ہوگے اور متعلقین بھی۔ ۸ر محرم کا خط مل گیا تھا، پھر ۲۰ر جون کا خط بھی مولانا ثمیر الدین صاحب کے خط اور بیان وبدیع کی شرح کے ساتھ ایک شاگرد کے ہاتھ موصول ہوا۔

مولانا سعید احمد خاں صاحب تشریف لائے تھے ان کے پروگرام اور سہ ماہی جوڑ بھی تھا، اس لئے ابھی تک کام شروع نہیں ہوا، آج سے انشاء اللہ شروع کررہا ہوں، تھوڑا تھوڑا ہوگا، اس لئے کہ اسباق بھی اب رات کو ہوں گے، مکمل ہونے پر بھیج دوں گا۔

مقدمہ کے نام سے کچھ لکھنے کی کوشش کروں گا۔ کتاب کا نام اگر پسند آئے تو ''تحفة الطلباء شرح اردو سفینة البلغاء'' یا ''دلیل الطلباء'' یا ''دلالة الطلباء شرح سفینة البلغاء'' اس وقت ذہن میں آتا ہے۔ [1]

آنے والوں سے ڈیوزبری کے اجتماع کی تفصیلات معلوم ہوئیں، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور امت کو دعوت کے کام پر کھڑے ہونے اور ہدایت کے عام ہونے کا ذریعہ بنائے، آمین۔ مولانا ثمیر الدین صاحب کو سلام کہنا اور دوسرے متعلقین کو بھی۔

ڈیوزبری سے چھ جماعتیں جنوبی افریقہ آئی ہیں، بعض سے ملاقات ہوئی۔ ڈاکٹروں کی مستورات کی جماعت آزادول بھی آئی تھی، اب جلدی ہی واپس جارہی ہے۔ دعوات صالحات میں یاد رکھنا، والسلام۔ فضل الرحمٰن اعظمی

۱۷ر جولائی ۹۴ء ۸ر صفر ۱۴۱۵ھ

[1] ......سفینہ کے متعلق تفصیل پہلے لکھ چکا ہوں۔ راقم نے سفینہ کی شرح کا نام ''خزینة الطلباء فی حل سفینة البلغاء'' سوچا تھا، مگر حضرت نے دوسرے نام تجویز فرمائے تو ''تحفة الطلباء شرح اردو سفینة البلغاء'' رکھنا مناسب سمجھا، جس کی تفصیل گذر چکی ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عزیزم مولوی مرغوب احمد سلمہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

میں بحمدہ تعالیٰ خیریت سے ہوں۔

تمہارا ایک خط ایک ماہ قبل ملا تھا، جس سے خیریت اور کچھ احوال معلوم ہوئے تھے، مصروفیت کی وجہ سے جواب میں تاخیر ہوئی۔ مولوی ہارون ملاّ آئے ہوئے ہیں ان کے ذریعہ یہ مختصر خط بھیج رہا ہوں۔

خدا کرے کہ شرح سفینہ کتابت وطباعت کے مراحل سے جلد اور بصحت وعافیت گذر جائے۔ اللہ تعالیٰ بھول چوک اور غلطیوں کو معاف فرمائے اور طلبہ کو اس سے فائدہ ہو۔

میری کتابوں میں سے بعض کے مسودات اردو میں ہیں۔ رمضان المبارک میں آنا ہوا تو ساتھ لاؤں گا انشاءاللہ۔ کچھ ارادہ ہے لیکن بالکل طے شدہ نہیں ہے۔

ابھی ابھی لڑکے مولوی عتیق سلمہ کا خط رائیونڈ سے ۵؍روز قبل کا لکھا ہوا موصول ہوا، جس سے کچھ اجتماع کے حالات معلوم ہوئے۔ میرا ابھی ستمبر کے اواخر میں ہند کا سفر مع اہلیہ ہوا تھا۔ نظام الدین بھی جانا ہوا تھا۔ رائیونڈ جانا تھا سرحد تک گیا بھی، لیکن طاعون کی وجہ سے بند تھا اس لئے واپس آنا پڑا۔ مولوی محمد علی کا خط بھی ابھی ملا ہے، اطمینان سے جواب لکھوں گا۔ دعا میں یاد رکھنا، والسلام۔

فضل الرحمٰن اعظمی

۲۰؍نومبر ۹۴ء ۱۶؍جمادی الاخری ۱۴۱۵ھ

اتوار

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عزیز مولوی مرغوب احمد سلمہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الحمد للہ میں بھی جملہ متعلقین کے ساتھ خیریت سے ہوں۔

تمہارا خط مع تین کتابوں کے دستیاب ہوا، جزاکم اللہ، کچھ مطالعہ بھی کیا۔

اسکاٹ لینڈ کے جوڑ میں یہاں سے کچھ لوگ شریک ہوئے تھے۔ کارگذاری سننے میں آئی۔ یہاں سے بھی حضرت جی کے انتقال پر کچھ لوگ گئے تھے، تفصیلات معلوم ہوئیں۔

ستمبر ۲؍ سے ۶؍ تک جنوبی افریقہ اور موریشش وری یونین، نیز مڈغاسکر کے لوگوں کا جوڑ نظام الدین میں ہے، مجھ سے لوگ جانے کو کہہ رہے ہیں، اس وقت دس دن امتحان ہوگا، اس لئے ممکن ہے، اللہ تعالیٰ آسان فرمائے۔

دیگر احوال بحمد اللہ اچھے ہیں۔ اللہ تعالیٰ دین متین کی مقبول خدمت کی توفیق دے، والسلام۔

فضل الرحمٰن اعظمی

۹؍ جولائی ۹۵ء ۱۰؍ صفر ۱۴۱۶ھ

اتوار

بسم الله الرحمن الرحیم

عزیز مولوی مرغوب احمد سلمہ

السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته

امید کہ خیریت سے ہوگے، میں بھی خیریت سے ہوں۔

الحمدللہ اجتماع بحسن وخوبی انجام کو پہونچا۔تقریبا ۱۵۰/ جماعتیں اللہ تعالی کے راستہ میں نکلیں۔اجتماع سے پہلے بھی بہت سی جماعتیں نکلیں اور محنتیں ہوئیں۔اللہ تعالی ان تمام محنتوں کو قبول فرمائے اور امت کو مقصد زندگی سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

شب برأت کی کتاب کی فوٹو کاپی اور ایڑیوں کے ملانے کے مسئلہ میں مفتی رشید احمد صاحب مدظلہ کی بات کا جواب بھی ارسال خدمت ہے۔[1]

دیگر احوال قابل شکر ہیں۔دعا میں یاد رکھنا، میں بھی دعا کرتا ہوں، والسلام۔

فضل الرحمٰن اعظمی

۲۷/اپریل ۹۸ء ۲۹/ذی الحجہ ۱۴۱۸ھ

پیر

---

[1]......اس کی تفصیل دوسرے گرامی نامہ میں ہے۔

حضرت مولانا مدظلہ اپنے رسالہ ''نماز کی پابندی اور اس کی حفاظت'' میں سجدہ کی سنتوں کو بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

''ایک سنت یہ بھی ہے کہ پاؤں کی دونوں ایڑیوں کو ملا لیا جائے۔

(صحیح ابن خزیمہ ص ۳۲۸ ج ۱۔اعلاء السنن ص ۳۲ ج ۳)

اس کا طریقہ یہ ہوگا کہ دونوں پاؤں قریب کر لئے جائیں اور ٹخنے اور ایڑیاں ملا لی جائیں، دونوں پاؤں سیدھے کھڑے ہوں، انگلیاں قبلہ کی طرف متوجہ ہوں''۔(۴۰)

راقم نے اسے پڑھ کر حضرت کی خدمت میں عریضہ لکھا کہ: حضرت مفتی رشید احمد صاحب مدظلہم (رحمہ اللہ) نے ''احسن الفتاوی'' (ص ۴۹ ج ۳) میں اس کی تردید فرمائی ہے۔آپ اسے ملاحظہ فرمالیں، اس پر حضرت کا یہ جواب موصول ہوا۔پچھلے گرامی نامہ میں اس کی طرف اشارہ تھا۔

سجدہ میں ایڑیوں کا ملانا......احسن الفتاوی'' کے جواب پر تبصرہ

الجواب واللہ ھو الموفق للصواب

''عن عائشة قالت : فقدت رسول الله صلى الله عليه وسلم وكان معى على فراشى ' فوجدته ساجدا راصا عقيبيه مستقبلا باطراف اصابعه القبلة۔

(التلخیص ص ۲۵۶ ج ۱، صحیح ابن خزیمة ص ۳۲۸ ج ۱)

''صحیح ابن حبان '' کی جس روایت کا ذکر ''العرف الشذی ''اور'' التلخیص الحبیر ''میں ہے، وہ ''صحیح ابن حبان ''میں بھی انہی لفظوں کے ساتھ مذکور ہے۔''ابن خزیمہ ''نے اس حدیث کو''باب ضم العقبین فی السجود '' کے تحت ذکر کیا ہے۔میں نے وہیں سے اس کو نقل کیا ہے۔یہ جان کر خوشی ہوئی کہ حضرت علامہ انور شاہ صاحب

کشمیری رحمہ اللہ نے بھی اس سنت کی طرف توجہ دلائی ہے، فالحمد لله علی ذلک۔

اس حدیث کے خلاف کوئی صریح حدیث نہیں ہے، اس لئے ہمارے خیال میں ضم عقبین کے ظاہر ہی پر عمل کرنا چاہئے، کسی تاویل کی ضرورت نہیں۔ فقہ کی کتابوں میں اس کا ذکر نہ ہونا عمل سے روکنے یا تاویل کرنے کے لئے کافی نہیں۔

''اعلاء السنن ''میں ہے:''واما سنية الصاق الكعبين في السجود فيدل عليه حديث عائشة۔(اعلاء السنن ص۳۲ ج۳)

دیکھئے! حضرت مولانا ظفر احمد صاحب نے اس کی کوئی تاویل نہیں کی، بلکہ 'شامی' سے مفتی ابوالسعود کا قول نقل کیا:''والصاق كعبيه في السجود سنة''اھ۔(ص۶۴ ۳ ج۱)

حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب مدظلہ نے حدیث میں لفظ''فتفاجّ''کو (جس کی تفسیر حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے''وسّع بين رجليه ''سے کی ہے) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کے معارض سمجھا۔ یہ سمجھنا ہمارے خیال میں صحیح نہیں۔

(۱)......اولاً تو اس لئے کہ حافظ نے حضرت براء رضی اللہ عنہ کی حدیث کو'التلخيص''میں ''تفريج بين الركبتين''کی دلیل میں پیش کیا ہے، جیسے ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ کی حدیث جس میں''اذا سجد فرج بين فخذيه''کا لفظ ہے اور ضم فخذین کا مسئلہ ضم عقبین سے الگ ہے، یہ دونوں دو مسئلے ہیں۔''ابن خزيمه''نے دونوں کے لئے الگ الگ باب قائم کیا ہے، اور دونوں میں الگ الگ حدیثیں ذکر کی ہیں۔

(۲)......ثانیاً حافظ نے جو معنی لئے ہیں وہ متعین نہیں، بلکہ'فتفاج''جو'فجّ''سے ہے، جس کے معنی کشادگی کا ہے، وہ''تجافی''کے قریب قریب ہے۔ حضرت براء رضی اللہ عنہ کی ایک دوسری روایت''بيهقی''نے ذکر کی ہے، جس میں''جنح''کا لفظ ہے، اس کا

مطلب خود بیھقی نے شیخ ابوزکریا العنبری سے یہ نقل کیا ہے: ’’جنح الرجل فی صلوته اذا مد ضبیعیه و تجافی فی الرکوع والسجود‘‘۔ (سنن کبری ص۱۱۵ ج۲)

اسی صفحہ میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت ان الفاظ سے پیش کی ہے ’’اذا سجد تجافی حتی یری بیاض ابطیه‘‘ اھ۔

یہ مضمون بہت سی حدیثوں میں آیا ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ حضرت ﷺ کھل کر سجدہ کرتے تھے کہ بغل کھلی رکھتے اور پیٹ پر ران کو نہ رکھتے، نیز حافظ نے ’’تلخیص‘‘ میں حضرت براء رضی اللہ عنہ سے ایک اور لفظ نقل کیا ہے ’’کان اذا سجد بسط کفیه و رفع عجینته‘‘ پھر لکھا ہے کہ ’’رواه ابن خزیمه والنسائی وغیرهما بلفظ اذا سجد جحنی یقال جنح الرجل فی صلوته اذا مد ضبیعیه‘‘ ان سب الفاظ سے بھی یہی ظاہر ہے کہ حضرت براء رضی اللہ عنہ سجدہ نبوی کی جو مشہور کیفیت ہے اس کو بیان کررہے ہیں، یعنی بغل کو کھلا رکھنا اور پیٹ اور رانوں کو جدا رکھنا، اس مطلب کی رو سے اس کا ضم عقبین سے کوئی تعارض نہیں۔

اسی طرح ابوحمید رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ’’فرج بین فخذیه‘‘ کا مطلب ’’بذل المجهود‘‘ میں یہی بیان کیا ہے کہ ’’باعد بین فخذیه و بطنه‘‘ اور آگے روایت میں یہ جو لفظ ہے ’’غیر حامل بطنه علی شئی من فخذیه‘‘ اس کو اس کی تاکید بتایا، پھر اس مطلب کی تائید ابن نجیم صاحب بحر کے قول سے پیش کی۔ (دیکھئے بذل ص۸۶ ج۲)

لطف یہ ہے کہ ’’بیهقی‘‘ نے بھی ’’سنن کبری‘‘ میں ’’تفریج بین الرکبتین‘‘ کا باب قائم کیا، لیکن اس کے ذیل میں صرف ابوحمید رضی اللہ عنہ کی حدیث ذکر کی، تفریج کے اثبات کے لئے حضرت براء رضی اللہ عنہ کی حدیث ذکر نہیں کی، جس سے معلوم ہوا کہ

''فتفاجّ'' کا مطلب ''بیهقی'' نے وہ نہیں لیا جو حافظ نے لیا، پھر دوسرا مطلب کیا؟

(سنن کبریٰ ص۱۱۵ ج۲)

تطبیق کی ضرورت ہے نہ ترجیح کی، اس لئے حضرت مفتی صاحب مدظلہ کا یہ فعل بلا ضرورت ہے۔

ضمِ فخذین

رہا مسئلہ ضمِ فخذین کا جو ''ابن خزیمہ'' اور ''ابوداؤد'' میں ''ولیضم فخذیه'' کے لفظ سے مروی ہے، تو اس کے معارضہ میں حدیث ابوحمید ''فرج بین فخذیه'' وہ لوگ پیش کریں گے جو یہ مطلب لیتے ہیں کہ دونوں رانوں کو آپس میں ملاتے نہیں تھے۔ ''بیهقی'' اور ''شوکانی'' نے بھی یہی معنی لئے ہیں۔ (دیکھئے! سنن کبریٰ و بذل)

اور حافظ نے ''فتفاج'' سے جو سمجھا وہ بھی اس کے معارض ہوگا، اس مسئلہ میں تطبیق یا ترجیح دی جائے تو ان دونوں حدیثوں کے ایک معنی کے لحاظ سے بظاہر تعارض ہونے کی وجہ سے معقول ہوگا، چنانچہ ''بیهقی'' نے ''سنن کبری'' میں تفریج کو ترجیح دی ہے، اور اس کو نماز کی ہیئت سے زیادہ مشابہ قرار دیا ہے، اور حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رحمہ اللہ نے ''بذل'' میں ''بین فخذیه'' کا وہ معنی لینا چاہا ہے جو اوپر مذکور ہوا، جس کی رو سے تعارض ہی نہیں رہتا، اور حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے دونوں میں تطبیق دے کر تقریب کا معنی لیا ہے۔

(دیکھئے! اعلاء السنن ص۳۲ ج۳)

میرا بھی اسی طرف رجحان ہے، اسی پر عمل بھی ہے، اس لئے کہ دونوں رانوں کو بالکل ملانا مشکل ہے۔

تنبیہ:...... مولانا عبدالحئی صاحب نے ''سعایہ'' میں اصالۃً رکوع میں الصاق کعبین کی تردید

فرمائی ہے اور ہم اس میں ان کے ساتھ اتفاق رکھتے ہیں۔ضمناً سجدہ میں الصاق کی تردید بھی ہوگئی ہے یہ صحیح ہے،لیکن اس کی وجہ غالبًا یہ ہے کہ ضم عقبین کی حدیث حضرت مولانا کی نظر میں نہیں ہے،اسی لئے الصاق کعبین فی الرکوع کی تردید میں شیخ ابوالحسن سندھی کا کلام نقل کیا ہے:''ولم یرد فی السنة علی ما وقفنا علیه''۔(سعایہ ص۱۸۱ج۲)

اور خود مولانا نے سجدہ کے بیان کے وقت اس مسئلہ سے تعرض نہیں کیا۔ہاں سجدہ کے بیان میں ضم فخذین کو سنت بتایا اور''ابوداؤد'' کی حدیث کا حوالہ دیا''ولیضم فخذیه''

(دیکھئے!سعایہ ص۱۹۷ج۲)

باوجودیکہ اس سنت کو بھی ہمارے فقہاء نے ذکر نہیں کیا اور حضرت مولانا نے اس لفظ ضم کی کوئی تاویل بھی نہیں کی،اس لئے یہ کہنا صحیح ہے کہ کوئی سنت حدیث معتبر سے ثابت ہوتی ہو تو اس پر عمل کریں گے،یہ کہہ کر اسے چھوڑ نہیں دیں گے کہ ہماری فقہ کی کتابوں میں اس کا ذکر نہیں،اسی لئے علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ جن کی نظر حدیث وفقہ پر بہت وسیع اور عمیق ہے ضم عقبین کی سنت کی طرف توجہ دلا رہے ہیں۔

اسی طرح کوئی عمل فقہ کی کتابوں میں سنت بتایا گیا،لیکن حدیث میں اس کا ذکر کہیں نہیں ملا تو اس کو سنت نہیں سمجھیں گے،جیسا کہ''الصاق کعبین فی الرکوع'' کے ساتھ ہمارے اکابر نے کیا،باوجودیکہ اس کو''کبیری شرح منیة المصلی''اور''درمختار''میں سنت بتایا،لیکن ہمارے محققین نے اس کے سنت نہ ہونے کو ترجیح دی،جیسا کہ''سعایہ''سے ظاہر ہے۔

(سعایہ ص۱۸۲ج۲)

اگر ضم عقبین کی حدیث ان کے سامنے ہوتی تو کبھی وہ اس کی تردید نہ فرماتے،واللہ اعلم۔

حضرت مفتی رشید احمد صاحب مدظلہ کی چند باتوں کا جواب

قولہ:......’’رص بین العقبین ‘‘ کوتقریب پرمحمول کریں گے،جیسا کہ’’طحطاوی ‘‘نے ’’ ضم الکفین فی الدعاء ‘‘ کوتقریب پرمحمول کیا۔(احسن الفتاوی ص۴۹ ج ۳)

جواب:......رص اورضم میں لغۃً فرق ہے۔﴿کانھم بنیان مرصوص ﴾سے ظاہر ہے کہ رص بالکل ایک دوسرے سے مل جانے کو کہتے ہیں،برخلاف ضم کے کہ وہ قریب پر بھی بولا جاتا ہے۔

قولہ:......استقبال قبلہ اورنصب القدمین،یہ دونوں رص کے ساتھ علی وجہ الکمال نہیں ہو سکتے۔(معنیً)

جواب:......یہ نص حدیث کے خلاف ہے۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا رص اور استقبال قبلہ دونوں بول رہی ہیں،جوکچھ حضرت ﷺ نے کیا وہی ہمارے لئے سنت ہے۔

ہم نے عملا کرکے دیکھ لیا ہے کہ یہ تینوں کام مکمل ہوسکتے ہیں،من شاء فلینظرنا۔

قولہ:......بلاضرورت پاؤں کوحرکت دینے کی قباحت ہے۔

جواب:...... بلاضرورت نہیں سنت کی ادائیگی کے لئے ہے،جیسے ہاتھ کی انگلیوں کوسجدہ میں ملانا سنت ہے،باوجودیکہ رکوع میں پھیلانا سنت تھا،اس میں حرکت کوکون منع کرتا ہے؟وتر میں قنوت سے پہلے احناف رفع یدین کی حرکت کرتے ہیں۔عیدین میں کرتے ہیں۔بین السجدتین بائیں پاؤں کو پھیلاتے ہیں،اس پر بیٹھتے ہیں،کیوں نہیں ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث پرعمل کرتے،جس میں عقبین پر بیٹھنا آیا ہے،اس میں حرکت نہیں ہوگی۔

اورجیسا کہ شہادت کی انگلی شہادت کے وقت اٹھانا۔بعض لوگوں نے مفتی صاحب مدظلہ والی علت کی وجہ سے اس اشارہ سے انکار کیا تو محققین نے حدیث پیش کرکے تردید

کی،فتدبر و کن علی بصیرۃ۔

اصل میں یہ سب بناء فاسد علی الفاسد ہے۔تعارض سمجھ کر ایسا فرمارہے ہیں وھوممنوع۔

قولہ:......حدیث ثانی سنت تجافی کے مطابق ہے۔

جواب:......حدیث ثانی کا حال معلوم ہو چکا ہے کہ اس میں جو سنت تجافی بیان ہوتی ہے وہ ضم عقبین کے ساتھ حاصل ہے،اوراگر حافظ کا مطلب لیجئے یعنی تفریج بین الرکبتین أو الفخذین تو یہ بھی ضم عقبین کے ساتھ جمع ہوسکتا ہے۔

حاصل یہ ہے کہ اس مسئلہ میں نہ تطبیق کی ضرورت ہے نہ ترجیح کی،اس لئے کہ روایتوں میں کوئی تعارض نہیں۔علامہ انور شاہ صاحب کشمیری اور حضرت مولانا ظفر احمد صاحب عثمانی اور مفتی ابوالسعود صاحب کے فرمانے کے مطابق اس سنت پر عمل کرنا چاہئے۔

البتہ ضم فخذ ین کے مسئلہ میں من وجہٍ دلائل میں ظاہری تعارض اور فی نفسہ حقیقی ضم مشکل ہونے کی وجہ سے تقریب پر عمل کریں گے، واللہ تعالی اعلم بالصواب۔

فضل الرحمٰن

عزیز مولوی مرغوب احمد سلمہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید کہ خیریت سے ہو گے، میں بھی خیریت سے ہوں۔ تمہارا خط: ۱۴؍ربیع الاول کا لکھا ہوا دو تین روز قبل ملا، یہ معلوم ہو گیا کہ کوئی پارسل آیا ہے، لیکن آتے آتے اتنا وقت لگ گیا، جبکہ وہاں سے جس بستی میں یہ پارسل تھا لوگ برابر آتے رہتے ہیں۔

بہر حال سفینہ کی شرح دیکھ کر طبیعت خوش ہوئی۔ اللہ تعالیٰ اس سے لوگوں کو نفع پہونچائے اور آپ لوگ اجر کے مستحق ہوں، میرا بھی کچھ حصہ ہو۔ ساتھ میں دو اہم مکتوب بھی ملے، ان کو پڑھ بھی لیا۔ ''تحفة الطلباء'' سے صرف تمہید وتقریظ اور مقدمہ کو دیکھا، کتابت وطباعت اچھی معلوم ہوئی۔

مولانا مرغوب صاحب رحمہ اللہ کے فتاوی کی ترتیب سے خوشی ہوئی۔ اللہ تعالیٰ تکمیل تک پہونچائے، اور طباعت کے مراحل بھی آسان فرمائے۔ ہمارے رسائل کی شمولیت سے خوشی ہے، خوشی کے ساتھ اجازت ہے، یاد رہا تو شب برأت والا رسالہ بھی ساتھ لاؤں گا۔ ۳؍جنوری تک لندن پہنچنے کی کوشش ہے، اللہ تعالیٰ آسان فرمائے۔ [۱]

دیگر احوال قابل شکر ہیں۔ ''بخاری شریف'' پوری ہوگئی ہے ''ترمذی شریف'' تھوڑی باقی ہے۔ ہفتہ میں امید ہے کہ پوری ہو جائے گی۔

رسالہ الاوائل اور مسلسلات بھی، [۲] پھر ایک ہفتہ کے بعد امتحان ہوگا۔ ۲۱؍دسمبر

---

[۱]......راقم نے حضرت سے اجازت طلب کی تھی کہ آپ کے چار رسالے ''قومہ اور جلسہ میں اطمینان کا وجوب اور ان دونوں میں اذکار کا ثبوت'' و ''عمامہ، ٹوپی، کرتا'' و ''صحیح اور مناسب تر مسافت قصر'' اور ''عیدین کی نماز شہر سے باہر میدان میں پڑھنا سنت ہے'' میں اپنے داداؒ کے فتاوی ''مرغوب الفتاوی'' میں شائع کرنا چاہتا ہوں۔

[۲]......''رسالة الاوائل'' شیخ محمد سعید بن محمد سنبل مجلّائی شافعی جو مکہ مکرمہ کے باشدے تھے، اور مسجد حرام

کوتعطیل ہوگی، پھر کچھ کام ہے۔ ۲۹/دسمبر کوسفر کرنے کا ارادہ ہے۔ ۴/۵ روز حرمین شریفین پھر انگلینڈ۔ ڈیوز بری انشاء اللہ آنا ہوگا۔ پرسان احوال کوسلام، والسلام۔

فضل الرحمٰن اعظمی

۱۴/نومبر ۹۷ء ۲۳/رجب ۱۴۱۸ھ، پیر

....

بسم الله الرحمن الرحيم

عزیز مولوی مرغوب احمد سلمہ

السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته

امید کہ خیریت سے ہوگے، میں بھی خیریت سے ہوں۔

تمہارا خط ملا اور گیارہ عدد کتابیں بھی ملیں، جزاکم اللہ۔ میں معلوم کروں گا، مدرسہ میں بھی کتابیں فروخت ہوتی ہیں۔ مدرسہ والے اگر منگوانا چاہیں تو تم کوخط لکھیں گے۔

''معارف السنن'' اور ''امانی الاحبار'' کی تکمیل کی بات میرے بس سے باہر ہے ''من آنم کہ من دانم'' پھر بھی دعا کرنا شاید اللہ تعالیٰ کام لے لیں تو میں تیار ہوں۔ [1]

بقیہ حالات قابل شکر ہیں۔ مولوی حسیب کے ذریعہ یہ خط بھیج رہا ہوں۔ دعا میں یاد رکھنا۔ والسلام۔

فضل الرحمٰن اعظمی

۶/جون ۹۹ء ۲۱/صفر ۱۴۲۰ھ

میں درس وافتاء کی خدمت پر فائز تھے کی تصنیف ہے۔ راقم کواس کی اجازت حضرت سے حاصل ہے۔

[1]......راقم نے حضرت سے یہ درخواست کی تھی آپ ''معارف السنن'' اور ''امانی الاحبار'' کی تکمیل فرمادیں۔ اس پر یہ جواب آیا۔ بعد میں پتہ چلا کہ میرے علاوہ مشہور محدث حضرت مولانا عبدالرشید نعمانی صاحب نے بھی حضرت سے یہ درخوست کی کہ آپ ''امانی الاحبار'' کا تکملہ فرمائیں۔

بسم الله الرحمن الرحیم

عزیز مولوی مرغوب احمد سلمہ

السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته

امید کہ خیریت سے ہوں گے، میں بھی خیریت سے ہوں۔

عتیق سلمہ سے تمہارا خط ملا، خیریت معلوم ہوئی۔

''سنن کبری بیہقی '' میں حضرت ابو ہریرہ سے یہ روایت ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا:اذا سجد احدکم فلا یبرک کما یبرک البعیر ولیضع یدیه علی رکبتیه ، قال البیهقی : کذا قال علی رکبتیه ' فان کان محفوظا کان دلیلا علی انه یضع یدیه علی رکبتیه عند الاهواء الی السجود۔(ص۲۰۰ ج۲، نشر السنة ، ملتان)

مولانا محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ نے بھی اس حدیث کا تذکرہ فرمایا اور لکھا:

رواه البیهقی ولم یذکره علة۔(معارف السنن ص۳۳ ج۳)

اس سے دونوں طرح کی حدیثوں میں (کہ گھٹنے زمین پر پہلے رکھیں یا ہاتھ) تطبیق بھی ہوجاتی ہے،والله تعالی اعلم بالصواب۔

دیگر احوال قابل شکر ہیں۔جولائی میں موزمبیق،موریشش اور ری یونین کا سفر ہوا۔اندرون ملک بھی دوران امتحان اور اس کے بعد بھی تین سفر ہوئے۔اللہ تعالی قبول فرمائے اور ذریعہ نجات بنائے۔دعوات صالحات میں یاد رکھنا۔میں بھی دعا کرتا ہوں۔

فضل الرحمٰن اعظمی

۶ / جمادی الاولی ۱۴۲۲ھ ۲۷/۸/۲۰۰۱ء

شنبہ

حضرت مولانا ثمیر الدین

صاحب قاسمی

ولادت:......۲۵ر محرم الحرام ۱۳۷۰ھ مطابق ۶ر نومبر ۱۹۵۰ء۔

مرغوب احمد لاجپوری

ناشر: جماعۃ القراءات، کفلیۃ

(۱)......حضرت مولانا ثمیر الدین صاحب قاسمی [۱]

۱۴۰۷ھ مطابق ۱۹۸۷ء کی بات ہے، راقم الحروف نے ''جامعہ تعلیم الاسلام ڈیوز بری'' میں داخلہ لیا، اس سال مجھے ''مشکوۃ'' وغیرہ کتب پڑھنی تھیں، اساتذہ کے متعلق تفتیش پر معلوم ہوا کہ ''جامعہ رحمانی مونگیر'' کے استاذ حدیث مولانا ثمیر الدین صاحب قاسمی مدظلہ امسال درس حدیث کے لئے تشریف لا رہے ہیں۔

شوال کی کوئی تاریخ تھی، راقم مدرسہ پہنچا' دیکھا تو ایک صاحب مولانا عبدالقادر صاحب پٹنی مدظلہ کی معیت میں کتب خانہ کے سامنے تشریف فرما ہیں۔ گندمی چہرہ' میانہ اندام' متوسط قد وقامت' سفید لباس' چہرہ پر بشاشت، میں حاضر خدمت ہوا، سلام کیا ''وعلیکم السلام'' خیریت ہے؟ یہ پہلی ملاقات تھی جو استاذ محترم سے ہوئی، پھر تو تعلقات یگانگت میں روز افزوں اضافہ ہوتا گیا۔

ایک مرتبہ استاذ محترم کی تصنیفی مصروفیت کو دیکھ کر میں نے پوچھا: حضرت کیا تحریر فرما رہے ہیں؟ جواب یہ تھا: ''اپنے علاقہ کے صنادید کی تاریخ مرتب کر رہا ہوں''۔

بات ختم ہوگئی۔ ابھی چند دنوں پہلے ملاقات پر میں نے اس کتاب کا تذکرہ کیا، تو فرمانے لگے: وہ مسودہ طوالت لئے ہوئے تھا، اب اسے قطع و برید کر کے مختصر کر دیا ہے، اس کو اب کتابت کے لئے ارسال کر رہا ہوں۔ میں نے عرض کیا: مولانا! آپ کے علاقہ کے بزرگوں کا تذکرہ ہیں، میری قلبی چاہت ہے کہ میں آپ کا مختصر تذکرہ اس میں شامل کردوں۔ مولانا نے سختی سے انکار کر دیا، مگر میرا اصرار آپ کے انکار پر غالب آگیا اور یہ

[۱]......راقم الحروف نے مولانا کے حالات پر یہ مضمون آپ کے ایک رسالہ ''یاد وطن'' کی طباعت کے وقت ''تذکرۃ المؤلف'' کے طور پر لکھا تھا، مگر وہ اس میں شائع نہ ہوسکا۔

چند اوراق سیاہ کر لئے۔

ولادت، تعلیم، درس وتدریس، بیعت

مولانا کی ولادت ۲۵ محرم الحرام ۱۳۷۰ھ مطابق ٦ نومبر ۱۹۵۰ء میں ہوئی۔

ابتدائی تعلیم وطن میں حاصل کی۔ ''ہدایہ اولین'' وغیرہ کتب دار العلوم چھاپی میں پڑھیں۔ چھاپی سے حدیث وتفسیر کی اعلی تعلیم کے لئے ازہر ہند دار العلوم دیوبند پہنچے۔ مادر علمی میں تین سال قیام فرما کر ۱۳۹۰ھ مطابق ۱۹۷۰ء میں سند فراغ حاصل کی اور صحاح ستہ مندرجۂ ذیل اساتذہ باکمال سے پڑھیں۔

''بخاری شریف'' حضرت مولانا فخر الدین صاحب رحمہ اللہ سے، ''ترمذی شریف'' حضرت مولانا فخر الحسن صاحب رحمہ اللہ سے ''مسلم شریف'' حضرت مولانا شریف صاحب صاحب رحمہ اللہ سے ''ابوداؤد شریف'' اور ''نسائی شریف'' حضرت مولانا محمد حسن صاحب بہاری رحمہ اللہ سے پڑھیں۔

فراغت کے بعد ایک سال دار العلوم میں رہ کر عربی ادب کی تکمیل کی۔ علم فلکیات کی باقاعدہ تعلیم بھی دار العلوم میں حاصل کی۔ اس کے بعد میٹرک میں بھی کامیابی حاصل کی۔

آپ کے تدریسی دور آغاز ''مدرسہ کنز مرغوب'' پٹن سے ہوا۔ متوسط کتابیں زیر درس تھیں، پھر ''تعلیم الاسلام'' آنند میں تدریسی خدمات انجام دیں، یہاں مختلف کتابوں کے ساتھ ''ابوداؤد شریف'' بھی پڑھائی۔ اس کے بعد بہار کی عظیم درسگاہ ''جامعہ رحمانی مونگیر'' کے منتظمین کی دعوت پر بہار تشریف لے گئے، یہاں بھی ''ابوداؤد شریف'' اور ''ترمذی شریف'' زیر درس رہی۔ بالآخر ''جامعہ تعلیم الاسلام'' ڈیوزبری میں استاذ حدیث کی حیثیت سے تقرر ہوا۔ یہاں آپ کا قیام ایک سال سے زائد نہ رہا۔ پھر حضرت مولانا کمال صاحب

رحمہ اللہ کے مدرسہ میں چار سال تک ''ترمذی شریف''''ابوداؤد شریف''مشکوۃ شریف'' وغیرہ کتابوں کا درس دیتے رہے۔

فراغت کے بعد حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمہ اللہ سے بیعت ہوئے۔

خصوصیات درس

راقم نے مولانا سے ڈیوز بری میں ''طحاوی شریف'' جلالین شریف''اور''ہدایہ ثالث'' پڑھیں۔مولانا بڑی محنت سے پڑھاتے تھے۔فنون کی مختلف کتابیں متعدد مرتبہ پڑھانے کی سعادت حاصل تھی، تاہم بغیر مطالعہ کے کوئی کتاب نہیں پڑھاتے۔مطالعہ بھی گہرا ہوتا تھا، اسی کا نتیجہ تھا کہ طالب علم کے سوال کا بالفور تسلی بخش جواب دیتے۔ایک مرتبہ مولانا ''طحاوی شریف''میں''باب الجنب یرید النوم او الاکل او الشرب او الجماع ''پر تقریر فرمارہے تھے' راقم نے پوچھا کہ: اس باب میں نظر کیا ہے؟ امام طحاوی رحمہ اللہ نے یہاں دلیل عقلی بیان نہیں فرمائی۔مولانا نے فرمایا کہ: ہاں شراح نے دلیل عقلی لکھی ہے کہ: وضو کا حکم کسی چیز کی تعظیم کے لئے ہے اور کھانا پینا سونا وغیرہ امور کوئی خاص تعظیمی نہیں، البتہ بشاشت کی وجہ سے مستحب ہے۔

انداز تفہیم بہت عمدہ تھا، مشکل سے مشکل مضامین کو آسان پیرایہ میں سمجھانے کی عجیب صلاحیت تھی۔طالب علم''ہدایہ'' کی عبارت پڑھتا، مولانا ترجمہ کئے بغیر زبانی پورا مسئلہ مع دلائل کے سمجھا دیتے، ائمہ ثلاثہ کے دلائل کا تسلی بخش جواب دیتے، پھر عبارت سے منطبق فرماتے۔اس طرز سے''ہدایہ'' کی مشکلات کا احساس تک طالب علم کو نہ ہوتا۔

''طحاوی شریف''میں بھی باب کے عنوان پر پوری تقریر فرماتے''قال ابو جعفر، فذهب قوم، خالفهم فى ذلک آخرون ''پر ائمہ ثلاثہ وامام ابوحنیفہ رحمہم اللہ کے مسلک

کی تشریح، احادیث کے جوابات اور نظر طحاوی پر سیر حاصل بحث فرماتے۔ میں نے دوران درس ''طحاوی'' کی تقریر نقل کی تھی، جی چاہتا ہے کہ ایک بیان ''مشتے نمونہ از خروارے'' یہاں نقل کروں:

باب الاقامة کیف هی؟

اقامت کے کلمات کتنے ہیں؟ اس میں اختلاف ہے۔امام شافعی رحمہ اللہ نزدیک اقامت کے کلمات مثنیٰ مثنیٰ ہیں۔البتہ'' قدقامت الصلاۃ '' دومرتبہ ہے،تو کل گیارہ (۱۱) کلمات ہو جائیں گے۔

مالکیہ کے نزدیک اقامت کے کلمات کل دس (۱۰) ہیں۔ابن مبارک رحمہ اللہ کا مسلک بھی یہی ہے۔

ائمۂ احناف کے نزدیک اقامت کے کل کلمات سترہ (۱۷) ہیں۔

دلائل: (۱)......حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی حدیث کہ آپ ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ: ((ان یشفع الاذان ویوتر الاقامة)) کلمات اذان کو دومرتبہ کہیں اور کلمات تکبیر کو ایک مرتبہ۔

(۲)......حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ: اہل کوفہ بھی کلمات اذان کو دو مرتبہ اور کلمات اقامت کو ایک مرتبہ کہتے تھے۔

(۳)......حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ ((ان یشفع الاذان ویوتر الاقامة الا الاقامة))۔

دلیل عقلی......شافعیہ و مالکہ وغیرہ نے ایک دلیل عقلی دی ہے، اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ان حضرات نے اقامت کو اذان کے تابع قرار دیا کہ اذان اور اقامت ایک ہی چیز ہے،

دونوں سے اعلان مقصود ہے اور یہ قاعدہ متعین کیا کہ جو کلمات اذان کے شروع میں مکرر ہیں وہ سب اقامت میں ایک مرتبہ ہوں گے اور ''قد قامة الصلوۃ ''چونکہ پہلی مرتبہ آیا ہے اس لئے دو مرتبہ رہے گا۔

ہمارے جوابات:

(۱)......آپ نے ایک حدیث بیان کی جس میں حضرت ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا الخ۔ انہیں متعلق دوسری روایت سوید بن غفلہ کی ہے، اس میں ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ اذان واقامت کے کلمات دو مرتبہ کہتے تھے۔

(۲)......حضرت عبد اللہ بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: (طویل حدیث ہے، اس میں فرشتے کے اذان سکھلانے کا بیان ہے کہ) نیچے اتر کر اقامت کہی اذان ہی کے مثل۔

(۳)......حضرت ابو محذورہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: مجھے اقامت مثنی مثنی سکھلائی گئی۔

(۴)......حضرت عبد اللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کی روایت میں بھی اقامت مثنی مثنی کا ذکر ہے۔

(۵)......خود حضرت بلال رضی اللہ عنہ اپنی زندگی میں اقامت مثنی مثنی کا فتوی دیتے تھے۔

دلیل عقلی کا جواب:

رہی دلیل عقلی کہ جو کلمات اذان میں چار مرتبہ ہیں، وہ اقامت میں دو مرتبہ ہوں گے، یہ صحیح نہیں۔ اول تو اقامت کو اذان پر قیاس کرنا محل نظر ہے، کیونکہ اذان اور اقامت دونوں مستقل الگ الگ چیزیں ہیں اور دونوں میں فرق ہے:

(۱)......اذان اونچی جگہ کہی جاتی ہے اور اقامت جماعت خانہ میں۔

(۲)......اذان غائبین کے لئے ہے اور اقامت حاضرین کے لئے۔

(۳)......اذان کے کلمات بلند آواز سے کہے جاتے ہیں اور اقامت میں اتنا جہر نہیں ہے۔
(۴)......اذان کے کلمات ٹھہر ٹھہر کر کہے جاتے ہیں اور اقامت میں جلدی کہے۔

پھر آپ کے قاعدے پر تو یہ بات لازم آتی ہے کہ اذان میں آخری کلمہ ''لا الہ الا اللہ'' ایک مرتبہ ہے تو تکبیر میں اس کا نصف ہونا چاہئے، حالانکہ آپ کے نزدیک بھی ایسا نہیں۔ اس طرح اذان کے اخیر میں تکبیر دو مرتبہ ہے تو اقامت میں ایک مرتبہ ہونی چاہئے، مگر آپ کے نزدیک بھی دو مرتبہ ہے، لہذا جیسے آخری تکبیرات آپ کے نزدیک اذان و اقامت میں یکساں ہیں تو نظر کا تقاضہ یہ ہے کہ بقیہ کلمات اذان بھی اقامت کے اسی طرح ہوں۔

یہ مولانا کی تقریر کا ایک مختصر خلاصہ ہے۔ ظاہر میں تحریر میں کتنی باتیں رہ جاتی ہیں۔

تصنیف و تالیف

درس و تدریس کے ساتھ تصنیف و تالیف کا ذوق بھی ابتدائے عمر سے تھا۔ آپ کی تصنیفات کی فہرست درج ذیل ہیں:

(۱)......انوار فارسی۔
(۲)......تفریق و طلاق قرآن و حدیث کی روشنی میں۔
(۳)......خلاصۃ التعلیل۔
(۴)......تفہیم البلاغہ (غیر مطبوعہ)۔
(۵)......حاشیہ سفینۃ البلغاء (عربی۔ غیر مطبوعہ)۔
(٦)......عیسائیت کیا ہے؟
(۷)......تحفۃ الطلباء شرح اردو سفینۃ البلغاء (جزء ثانی)۔
(۸)......فلکیات جدیدہ۔

(۹)......رؤیت ہلال علم فلکیات کی روشنی میں۔

(۱۰)......اسلامی کیلنڈر۔

(۱۱)......صدائے دردمند۔

(۱۲)......تاریخ علاقہ گڈا و بھاولپور۔

(۱۳)......علاقہ میں کمیٹی کی ضرورت۔

(۱۴)......یاد وطن۔

(۱۵)......سائنس اور قرآن۔

(۱۶)......طلاق مغلظہ آٹھویں مرحلہ پر۔

(۱۷)......اصلاح معاشرہ۔

(۱۸)......ثمیری کیلنڈر۔

(۱۹)......الشرح الثمیری (چار ضخیم جلدوں میں)۔

(۲۰)......اثمار الہدایہ (پانچ ضخیم جلدوں میں)۔

(۲۱)......ثمرۃ النجاح شرح نور الایضاح (دو ضخیم جلدوں میں)

آخری تین کتابیں مولانا کی محنت کا عظیم شاہکار اور برسوں کی کاوش کا نتیجہ ہیں۔ان میں آپ نے ''قدوری'' اور ''ہدایہ'' کے ہر مسئلہ کی دلیل احادیث نبویہ سے دی ہے۔یہ دونوں کتابیں ہر طالب علم اور اہل علم کے پاس ضرور ہونی چاہئے۔

ان کے علاوہ ماہنامہ ''الفرقان'' لکھنؤ ''الفاروق'' کراچی ''النور'' برطانیہ ''الہلال'' مانچسٹر ''دارالعلوم'' دیوبند،ہفت روزہ ''الراوی'' وغیرہ رسائل میں آپ کے تحقیقی و علمی و ادبی مضامین شائع ہوتے رہے ہیں۔ ہفت روزہ ''الراوی'' کے بہت کم جرائد ایسے ہوں گے

جن کے صفحات آپ کی ادبی تحریروں کی زینت نہ بنے ہوں۔

اخلاق وعادات

مولانا صاحب علم وفضل ہونے کے باوجود بلند اخلاق' پاکیزہ اوصاف اور انتہائی متواضع اور منکسر المزاج انسان ہیں۔حوصلہ افزائی جو آپ کی ذات میں دیکھنے کو ملی وہ کم ہی دیکھنے کو مل سکی، بلکہ شاعر کی زبان میں ۔

خاکساری اپنی کام آئی بہت ہم نے ہر ادنی کو اعلی کر دیا

کے پوری طرح مصداق ہیں' انتہائی سادہ مزاج اور یہ سادگی خورد ونوش' نشست وبرخاست' رہن وسہن' لباس اور گفتگو ہر چیز میں نمایاں ہیں۔

راقم الحروف کی' تصنیفی وتحریری کام کی طرف توجہ یہ مولانا ہی کی ترغیب کے باعث ہوئی اور میری تصنیفات ''تذکرہ عبد العلی'' حیات احمد'' اطیب القطرات تذکرہ بعض مشائخ گجرات'' ذکر ابراہیم'' وغیرہ کی کتابت میں مولانا نے از حد تعاون فرمایا۔اللہ تعالی آپ کی عمر میں برکت عطا فرمائے ،آمین۔

ایں دعا از من از جملہ جہاں آمین باد

(۲)......حضرت مولانا عبدالرؤف صاحب لاجپوری مدظلہ

ولادت:......۲۴؍صفر ۱۳۷۰ مطابق: ۵؍دسمبر ۱۹۵۰ء۔

آپ گجرات کے مشہور ادارہ ڈابھیل سے فارغ التحصیل ہوکر ایک سال کے لئے دار العلوم دیوبند تشریف لے گئے اور وہاں ایک سال دورۂ حدیث شریف کی سماعت فرمائی۔ اصلاحی تعلق ابتداء میں حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمہ اللہ سے رہا، ان کی وفات کے بعد حضرت مسیح الامت مولانا مسیح اللہ صاحب سے بیعت فرمائی اور ان سے خرقۂ خلافت حاصل کیا۔ حضرت رحمہ اللہ کی وفات کے بعد حضرت مولانا ابرار الحق صاحب رحمہ اللہ سے اصلاحی تعلق قائم فرمایا اور ان کے بعد اب حضرت مولانا حکیم اختر صاحب مدظلہم سے بیعت ہیں یا اصلاحی تعلق قائم کیا ہے۔ بہت صالح اور نیک طبع بزرگ ہیں۔ برطانیہ میں اچھا اثر و رسوخ رکھتے ہیں۔ سینکڑوں افراد آپ سے اصلاحی تعلق قائم کئے ہوئے ہیں۔ غالباً ابھی تک کسی کو بیعت نہیں کیا' صرف اصلاحی تعلق کی اجازت دیتے ہیں۔ ہر ہفتہ اتوار کو بعد ظہر اصلاحی مجلس ہوتی ہیں' اچھی تعداد شرکت کرتی ہیں۔ تقریباً تیس برس سے ایک بڑی مسجد میں امامت اور خطابت کی خدمت بحسن وخوبی انجام دے رہے ہیں۔ عوام وخواص سب ہی ادب اور احترام کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ دعوت و تبلیغ سے خصوصی دلچسپی رکھتے ہیں۔ باقاعدہ جماعت میں بھی وقت لگاتے ہیں اور اپنے بیان و مجلس میں جماعت تبلیغ کی خوب تائید کرتے ہیں۔

حضرت مولانا عبدالرؤف صاحب دامت برکاتہم الحمدللہ بزرگوں کے صحبت یافتہ اور علمی گھرانہ کے چشم و چراغ ہیں۔

حضرت مسیح الامت مولانا مسیح اللہ صاحب رحمہ اللہ اوران کی وفات کے بعد حضرت مولانا ابرارالحق صاحب رحمہ اللہ سے اصلاحی تعلق رکھے ہوئے ہیں' حضرت مسیح الامت رحمہ اللہ کی طرف سے خلافت یافتہ بھی ہیں۔اس لئے اللہ تعالی نے آپ کو تزکیہ نفس کی دولت سے حصہ وافر عطا فرمایا ہے۔ بہت ہی صالح اور اسلاف کے نقش وقدم پر ہیں،تقوی وتدین میں بے مثال مقام رکھتے ہیں۔راقم الحروف کو حضرت مدظلہ سے قدیم نیاز حاصل ہے اور سینکڑوں مرتبہ آپ کے ساتھ بیٹھنے اور متعدد مرتبہ سفر وحضر میں ساتھ رہنے کا موقع ملا۔ [1]

حضرت امام بخاری رحمہ اللہ کے متعلق لکھا ہے کہ:

''مجھ کو امید ہے کہ قیامت کے دن مجھ سے کسی شخص کی غیبت کا سوال نہ کیا جائے گا کیونکہ میں نے بفضل اللہ کسی کی غیبت نہیں کی''۔

(مبادیات حدیث ص۱۱۴، مکتبہ بیت العلم ٹرسٹ کراچی)

اسی طرح امام مسلم رحمہ اللہ کے بارے میں ہے کہ: آپ نے عمر بھر کسی کی غیبت نہیں کی۔(حوالہ بالا ص۱۱۸)

برسوں کی صحبت میں کبھی بھی میں نے آپ کی زبان سے فضول کلامی اور کسی کی غیبت

---

[1]......افسوس کے اب ایک علمی اختلاف اور مسئلہ نے باوجود نہ چاہنے کے اس میں کمی کردی، بلکہ ...

تم تو غیروں کی بات کرتے ہو ہم نے اپنے بھی آزمائے ہیں
لوگ کانٹوں سے بچ نکلتے ہیں ہم نے پھولوں سے زخم کھائے ہیں

نہیں سنی ، ورنہ اس زمانہ میں بہت کم مجالس اس مہلک مرض سے خالی دیکھنے میں نہیں آئیں۔ بزرگوں کے حالات میں غیبت سے بچنے کے متعلق مذکورہ باتیں کتابوں میں پڑھی تھیں،مگر مولانا مدظلہ کی صحبت میں بیٹھنے سے معلوم ہوا کہ آج بھی اللہ کے کچھ بندے ایسے ہیں جوان اسلاف کے صحیح جانشین ہیں۔

مولانا مدظلہ کی اوصاف میں یہ بات بطور خاص قابل ذکر ہے کہ آپ ہر چھوٹے بڑے کا اکرام کرتے ہیں، یہی وجہ ہے ہر چھوٹے بڑے کو آپ کا اکرام کرتے ہوئے دیکھا گیا۔ سیدنا امام شافعی رحمہ اللہ نے بالکل صحیح فرمایا ہے ۔

وَمَنْ هَابَ الرِّجَالَ تَهَيَّبُوْه وَمَنْ حَقَرَ الرِّجَالَ فَلَنْ يُّهَابَا

جوشخص لوگوں کی عزت کرتا ہے' لوگ اس کی عزت کرتے ہیں،اور جولوگوں کوحقیر سمجھتا ہے اس کی بھی عزت نہیں کی جاتی۔(دیوان الامام الشافعی ص ٧٦)

حضرت موصوف کو اللہ تعالی نے طبعی نرمی اور بات کو بہت ہی محبت سے کہنے کا وہ سلیقہ عطا فرمایا ہے جو قابل تقلید وقابل اتباع ہے۔

بعض مرتبہ وعظ میں بہت ہی سخت بات کہی مگر لہجہ میں نرمی اور شفقت پورے طور پر باقی رہی، یہی وجہ ہے کہ آپ کی سخت اور کڑوی سے کڑوی بات بھی سامعین کے لئے باعث تنفر نہیں ہوتی۔ حضرت مولانا علی میاں صاحب رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے: بات سخت سے سخت کہو مگر تمہارا انداز اور لہجہ نرم ہو۔ بات سخت ہے مگر انداز ولہجہ نرم ہے تو بات کا اثر ہوگا۔ موصوف میں یہ صفت بدرجۂ اتم موجود ہے۔

برطانیہ میں مساجد کی کمیٹی کے ذمہ دار حضرات کو نصیحت کرتے ہوئے جتنی سخت بات مولانا مدظلہ سے سنی کم ازکم میرے علم اس کی نظیر کوئی نہیں ،مگر اس میں بھی بات کرنے کا

انداز اس قدر پیار سے بھر پور ہوتا ہے کہ دل پر اثر کئے بغیر نہیں رہتا۔

آپ کے مواعظ نہایت سلیس، سادہ، شستہ ہونے ساتھ ساتھ بے نظیر و دل پذیر ہوتے ہیں۔ ناظرین ان مواعظ میں محسوس فرمائیں گے کہ کیسی سادہ اور سیدھی سیدھی باتیں، مگر ان سادے بیانات نے الحمدللہ وہ کام کیا جو پر جوش مقرر کی تقریر سے وجود میں نہ آیا۔ کئی عورتیں و مرد نماز کا اہتمام کرنے والے بنیں، مختلف حضرات کے چہروں پر ڈاڑھی آگئی، کئی حضرات نے حرام رزق سے توبہ کی، بیشمار عورتیں پردہ کا اہتمام کرنے لگیں، معتبر ذرائع سے میں نے یہاں تک سنا کہ کئی عورتیں نوافل اور تہجد پڑھنے والی بنیں، سامعین کی ایک بڑی تعداد نے قرآن کریم کی تلاوت کو اپنا معمول بنایا، کئی گھروں سے ٹیلیوژن نکلے۔

ہو گئے پتھر میرے نالوں سے پانی اے ظفرؔ
اس کو کہتے ہیں اثر تاثیر اس کا نام ہے

اور کسی نے صحیح کہا ہے۔

ادھر کہتا گیا وہ اور ادھر آتا گیا دل میں
اثر یہ ہو نہیں سکتا کبھی دعوائے باطل میں

اس وقت مولانا مدظلہ جمعہ سے پہلے نماز کی سنتیں اور نماز کو صحیح پڑھنے پر توجہ کا بیان فرما رہے ہیں، سامعین کا کہنا ہے کہ ہمیں بڑے لمبے چوڑے علمی بیانوں سے وہ فائدہ نہیں ہوا جو آپ کے اس مختصر وقت کے بیان سے ہوا، نماز کے کئی موٹے موٹے مسائل اور سنتوں سے ہم ناواقف تھے۔ اس میں بھی میں نے دیکھا آپ پہلے مسائل کی پوری تحقیق فرماتے ہیں اور بہت احتیاط سے مسائل اور سنتوں کا بیان فرماتے ہیں، اس کی صرف ایک مثال لکھتا ہوں۔

مصلی کا قومہ سے سجدہ میں جاتے ہوئے گھٹنوں پر ہاتھ رکھنے کا ثبوت

مولانا مدظلہ نے مجھ سے اس بات کا تذکرہ کیا کہ مصلی قومہ سے سجدہ میں جاتے ہوئے ہاتھ گھٹنوں پر رکھ کر جائے یا علیحدہ رکھے، میں نے اس کو دو اکابر سے پوچھا، دونوں نے جواب دیا کہ کہی اس کی صراحت نظر سے نہیں گذری کہ یہ بات حدیث سے ثابت ہے کہ سجدہ میں جاتے ہوئے ہاتھ کہاں رکھنے چاہئے، اتفاق سے حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب اعظمی دامت برکاتہم کا ایک چھوٹا سا رسالہ نظر سے گذرا اس میں حضرت نے اس مسئلہ کو بیان فرمایا اور اس پر ''سنن بیہقی'' کا حوالہ دیا۔

میں نے کہا: مجھے بھی یاد پڑتا ہے کہ ایک سفر میں' میں نے حضرت موصوف سے یہ پوچھا تھا' حضرت نے یہی حوالہ بیان فرمایا تھا۔ اسی دوران ایک دن مولانا مدظلہ کا فون آیا کہ میرے سامنے حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب مدظلہ کا یہ رسالہ ہے' اس میں بیہقی کا حوالہ دیا ہے، تیرے پاس بیہقی ہے؟ میں نے کہا: ہے، چنانچہ میں نے موصوف کے تحریر کردہ حوالہ کو نکال کر یہ عبارت سنائی:

عن ابی هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : " اذا سجد احدكم فلا يبرك الجمل وليضع يديه على ركبتيه " ، كذا قال على ركبتيه ، فان كان محفوظا كان دليلا على انه يضع يديه على ركبتيه عند الاهواء الى السجود۔

(السنن الكبرى للبيهقى ص۱۰۰ ج۲، باب من قال يضع يديه قبل ركبتيه)

دعوت وتبلیغ سے تعلق

مولانا مدظلہ دعوت وتبلیغ سے نہ صرف محبت رکھنے والے ہیں بلکہ عملی طور پر حصہ لیتے ہیں' اور مختلف اوقات میں سہ روزہ عشرہ کے لئے اللہ کے راستہ میں نکلتے ہیں، اور تبلیغی جماعت

کے کام سے بہت ہی متأثر ہیں، یہی وجہ ہے کہ جمعہ کا بیان ہو یا اتوار کی اصلاحی مجلس' شاید ہی کوئی مجلس یا وعظ ہوتا ہو جس میں جماعت میں نکلنے کی ترغیب نہ دیتے ہوں۔ الحمد للہ کئی احباب حضرت کی ترغیب سے وقت لگانے والے بنے۔

صاحب مواعظ کی سوانح اس وقت نہ میرا موضوع ہے اور نہ یہاں تفصیلی کلام کی اس وقت گنجائش۔ رفیق محترم مولانا عبدالحئی سیدات صاحب کی تحریر ان شاء اللہ ناظرین کے لئے کافی ہے۔

(۳)......حضرت مولانا مفتی یوسف ساچا صاحب مدظلہ

ولادت:......۲۷/اکتوبر ۱۹۵۳ء۔

برطانیہ کے مشہور اور معتمد مفتی ہیں، عوام ہی کو نہیں علماء کو بھی آپ کے فتاوی پر اعتماد ہے۔ برطانیہ کے علماء اور ارباب افتاء کو کئی مسائل میں آپ سے تحقیق کرتے اور تبادلۂ خیال کرتے دیکھا گیا۔ ڈابھیل اور گجرات کے مدارس سے علمی فیض حاصل کر کے جلال آباد میں افتاء کی مشق کی اور ساتھ ہی حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں رہ کر علوم باطنی اور تربیت و اصلاح کی تعلیم لی۔ حضرت رحمہ اللہ کا اعتماد بھی آپ پر رہا۔ برسوں سے تدریسی خدمات انجام دے رہے ہیں، مرکز ڈیوزبری کے جامعہ میں ایک طویل عرصہ فنون کی مختلف کتابیں پڑھائیں اور حدیث تک پہنچے، پھر تقدیر الٰہی سے علیحدہ ہوئے (بلکہ کئے گئے) تو بریڈفورد کے مدرسہ میں خدمت شروع کی اور ماشاء اللہ حدیث و فقہ کے قابل قدر اور مسلم استاذ مانے جاتے ہیں۔ شام کو ایک مدرسہ میں بچیوں کو دو دن ''بخاری شریف'' بھی پڑھاتے ہیں۔ علم مستحضر ہے اور مسائل پر اللہ تعالی نے اچھا عبور عطا فرمایا ہے۔ جزئیات بھی بکثرت یاد ہیں۔ اللہ تعالی نے حافظہ بھی اچھا دیا ہے۔ اپنے اسلاف کے طرز پر مسائل میں تساہل کے قطعا قائل نہیں، راقم نے کئی مرتبہ مزاحاً کہا بھی کہ: مفتی صاحب کچھ نرم ہو، آپ تو کٹر حنفی ہیں، مگر اپنے مسلک پر برابر جمے ہوئے ہیں اور

تصلب کی صفت سے مالا مال ہیں۔اس دور پرفتن میں جبکہ اکابر کے مسلک سے بے اعتنائی کا مزاج حد سے زیادہ ہورہا ہے،ضرورت ہے کہ ارباب افتاء میں اس صفت کے افراد موجود ہوں۔بعض لوگ ان کو ضد پر بھی محمول کرتے ہیں،اور بعض علماء سے بھی سنا گیا کہ:مفتی صاحب ضدی ہیں،لیکن کیا اپنی تحقیق چھوڑ کر ہر ایک کے مسلک پر چل پڑنا یہی دین کا تقاضا ہے،اس طرح تو کل کوئی کہہ دے گا حضرت تھانویؒ حضرت مدنی رحمہما اللہ ضدی تھے،اپنے رائے سے آخر تک نہ ہٹے،اور کل کوئی امام صاحب کے بارے میں کہہ دے گا ضدی تھے کہ ائمہؒ ثلاثہ ایک طرف ہیں اور بعض مسائل میں ائمہ ثلاثہ کے ساتھ صاحبین رحمہم اللہ بھی ہیں اور امام صاحب رحمہ اللہ ایک طرف ہیں تو کیا یہ امام صاحب کی ضد ہے۔[۱]

---

[۱]......ضد یہ ہے کہ عمدا جمعہ کا خطبہ طویل پڑھا جائے جبکہ صحیح حدیث میں ہے کہ: جمعہ کی نماز،خطبہ سے طویل کرنا امام کی فقاہت اور سمجھ کی علامت ہے۔(مسلم،كتاب الجمعة ، رقم الحديث:۱۹۹۷)

آج امام حضرات اس کا الٹا کر کے فقاہت کی ضد کا ثبوت دے رہے ہیں،اور فقاہت کا عکس کیا ہے ؟اس کے اظہار کی ضرورت نہیں۔وہاں کوئی نہیں کہتا کہ امام صاحب آپ ضدی ہیں۔ضد یہ ہے کہ لمبی لمبی نمازیں پڑھائیں چاہے مصلی حضرات ناراض ہوں،بیمار اور ضعفاء شکایت کرتے رہیں،جبکہ شریعت میں امام کے لئے حکم ہے کہ نماز مختصر پڑھائے۔آپ ﷺ نے لمبی نماز پڑھانے والوں کے لئے،نفرت دلانے والے،فتنہ انگیزی کرنے والے جیسے سخت جملے ارشاد فرمائے ہیں۔

(مشکوۃ،ص۷۹/۱۱۰)

نوٹ:......تفصیل کے لئے دیکھئے! راقم کا رسالہ ’’امامت‘‘۔مرغوب الرسائل فی عمدۃ المسائل ص۱۰۲ ج۱۔

وہاں نہیں کہتے کہ: آپ ضدی ہیں۔اصل یہ ہے کہ ضد اور تصلب کا فرق نہیں کیا،اور کیا بھی تو اس فرق کے ساتھ کہ اپنے مسلک پر ہیں تو تصلب،اپنے مسلک پر نہیں تو ضد۔انشاء اللہ ایک مضمون میں اس کو تفصیل سے لکھنے کا ارادہ ہے۔

میرا بار بار اصرار رہا کہ مفتی صاحب آپ سارے کاموں کو آگے پیچھے کر کے آپ کے وہ فتاوی جو انگریزی زبان میں ہیں ان کی طباعت کا انتظام کیجئے، الحمدللہ اب اس کی صورت بن رہی ہے، ایک شاگرد نے اس پر کام شروع کیا ہے اور کافی حدتک کر چکا ہے، اللہ کرے وہ فتاوی جلد از جلد شائع ہوں اور انگریزی داں ان سے استفادہ کریں۔ مہمان نوازی بھی مثالی ہے، ہندو پاک کے اکثر اکابر سے آپ کے دولت کدہ پر ہی ملاقات اور مجلس کا موقع ملتا ہے۔ اللہ تعالی آپ کی عمر میں برکت عطا فرمائے اور آپ کے تمام نیک کاموں کو قبول فرمائے، اور ہماری مردہ پرست قوم کو زندگی میں ایسے اہل علم سے استفادہ کی اور قدر کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے، آمین۔

(۴)......حضرت مولانا مفتی شبیر احمد صاحب مدظلہ

ولادت:......۱۱/شوال ۱۳۷۶ھ مطابق :۱۱/مئی ۱۹۵۷ء۔

حضرت مولانا مفتی شبیر احمد صاحب مدظلہ برطانیہ کے مشہور عالم اور مفتی ہیں، فقہ و حدیث میں آپ کی مہارت نہ صرف آپ کے تلامذہ بلکہ اکثر اہل علم کے نزدیک مسلم ہے، اللہ تعالیٰ نے حافظہ بھی خوب عطا فرمایا ہے، بڑے خلیق اور ملنسار ہیں، مہمان نوازی کی صفت سے بھی متصف ہیں، چھوٹوں کی حوصلہ افزائی کا مشاہدہ ہوا، راقم جب بھی ملا میری حیثیت سے زیادہ اکرام کا معاملہ فرمایا، اکثر مجالس میں ادھر ادھر کی بے فائدہ باتوں کے بجائے کوئی نہ کوئی علمی مذاکرہ کرتے پایا۔ جدید مطبوعات پر خوب نظر ہے، کئی مرتبہ اس عاجز کی بھی رہنمائی فرمائی، قیمتی کتابوں کے ہدایا سے ممنون فرمایا، الغرض ع

سفینہ چاہئے اس بحر بے کراں کے لئے

(۵)......حضرت مولانا سلیم دھورات صاحب مدظلہ

ولادت:......۷رنمبر۱۹۶۲ء۔

حضرت مولانا سلیم دھورات صاحب مدظلہ ان خوش قسمت افراد کے ایک فرد فرید ہیں جنہوں نے برطانیہ کے مادی اور ترقی پذیر ملک میں رہتے ہوئے جدید دور میں بلکہ جدید تعلیم سے آراستہ ہوکر بھی قدیم اصول پر اور اپنے بزرگوں کے نقش قدم پر رہتے ہوئے اور قدامت پرستی کا الزام برداشت کرتے ہوئے لیسٹر کے شہر میں ''اسلامک دعوہ اکیڈمی'' کے نام سے دین متین کا ایک مضبوط قلعہ تعمیر کیا۔اس قلعے نے معصوم بچوں کی ذہن سازی کی، اور قرآن کریم ناظرہ و حفظ کی تعلیم کے ساتھ ضروری دینی معلومات پر مشتمل کتابوں کے ایک مکتبی نصاب کے ذریعہ کم سن بچوں کو دین کی بنیادی تعلیم سے آراستہ کیا۔

اسی مکتب کا ایک شعبہ شام کا دارالعلوم بھی ہے، اس کا مقصد یہ ہے (اور اب بکثرت اس طرح کے دارالعلوم وجود میں آرہے ہیں ان کا مقصد بھی یہی ہونا چاہئے کہ) جس میں امت کے وہ طلبہ جو کالج اور یونیورسٹی کے ماحول میں تعلیم حاصل کررہے ہیں، ان کو داخل کرکے جدید تعلیم کے ساتھ ایسی ذہنی تربیت کی جائے کہ وہ دین ودنیا اور جدید وقدیم کے سنگم ہوکر اپنی اعلی تعلیم کو نہ صرف دنیا کمانے کا ذریعہ بنائیں بلکہ دنیا کے ساتھ دین کو بھی مد نظر رکھیں، اور کہیں عصری تعلیم ان کے ذہن کو علمی وعملی ارتداد کے سمندر میں بہا کر نہ لے

جائے۔ بلکہ وہ اس شعر کے صحیح مصداق بنیں ؎

تم شوق سے کالج میں پھلو پارک میں پھولو جائز ہے غباروں میں اڑو چرخ پہ کھیلو
بس ایک سخن بندۂ عاجز کا رہے یاد اللہ کو اور اپنی حقیقت کو نہ بھولو

اس قلعے کا ایک شعبہ فل ٹائم دارالعلوم بھی ہے، جس میں قرآن وحدیث اور فقہ کی اعلی تعلیم حاصل کر کے ایک داخل شدہ بچہ مولوی اور عالم کی سند لے کر نکلتا ہے۔ الحمد للہ اس جامعہ سے ایک اچھی خاصی تعداد علوم ظاہری سے مالا مال ہو کر نکلی، اور ملک کے مختلف علاقوں میں دین کی بیش بہا خدمات انجام دے رہی ہے۔

مجھے اس بات کے اظہار میں ذرا بھی تردد نہیں کہ موصوف کی بہترین انتظامی صلاحیت اور تربیت کی فکر کے نتیجے میں یہاں کے فضلاء میں بڑی صفات دیکھنے کو ملیں، ماشاء اللہ موصوف نے نہ صرف ظاہری علوم کی فکر کی، بلکہ بہترین تربیت سے علوم باطنی کا ذوق بھی ان میں پیدا کر دیا۔ کئی فضلاء کو معمولات کا پابند، با اخلاق، متواضع اور دین کی فکر کا جذبہ رکھنے والا دیکھا، اللھم زد فزد۔

اس قلعہ کا ایک شعبہ تزکیہ نفس بھی ہے جسے خانقاہ سے یاد کیا جاتا ہے۔ یقیناً اس وقت اس شعبہ میں اس قدر تنزلی پیدا ہو چکی ہے کہ اس کے اظہار کے لئے چند سطریں نہیں صفحات کے صفحات درکار ہیں۔ اول تو گنگوہ' تھانہ بھون' سہارنپور' دیوبند' جلال آباد کی طرح مستقل خانقاہوں کا سلسلہ ہی منقطع ہو گیا ہے، اور جہاں کچھ رونق باقی ہے وہ صرف رمضان تک محدود ہو کر رہ گئی۔ کاش ہر ملک میں کچھ ایسی خانقاہیں ہوں جو پورے سال اسی سلسلہ میں مشغول ہو کر تزکیہ نفس کے عظیم مقصد کو انجام دیں۔

ماشاء اللہ موصوف نے اپنے قلعہ میں خانقاہ کا عظیم سلسلہ بھی شروع فرمایا اور اللہ تعالی

نے اس کو اس قدر ترقی سے نوازا کہ اہل علم کی ایک جماعت کو بھی رشک کرتے دیکھا گیا۔ اس شعبے سے ماشاء اللہ عوام کے ساتھ خواص کی بڑی تعداد بھی منسلک ہوئی اور خصوصا نوجوان علماء نے خوب فائدہ اٹھایا۔ رمضان المبارک میں یہ مرکز ہمارے بزرگوں کی خانقاہوں کا نمونہ نظر آتی ہے، اللہ تعالی کرے کہ موصوف کی یہ خانقاہی محنت پورے سال ملک و بیرون ملک کے سالکین کے لئے تزکیہ نفس کا بہترین مرکز ہو۔

آج کی دنیا میں میڈیا کا رول جو کردار ادا کر رہا ہے، اہل نظر اس سے ناواقف نہیں۔ موصوف اس اہم شعبہ سے بھی غافل نہیں رہے، اور اس قلعہ کے ذریعہ ''ماہنامہ ریاض الجنہ'' کا اجراء کیا، الحمدللہ اس اصلاحی رسالہ نے مثالی قبولیت حاصل کی۔

موصوف کی جملہ خدمات میں نوجوانوں کی تربیت اور ان کی ذہن سازی کا شعبہ اس وقت کی اہم ضرورت اور برطانیہ کے مادی وجدت پسند و ایمان سوز اور زہریلے ماحول میں مجرب تریاق ثابت ہوا، اس تفصیل کے لئے یہ مختصر سطریں ناکافی ہیں۔

اس قلعہ کا ایک اہم شعبہ وعظ ونصائح کی مجالس بھی ہیں، ہر مہینہ میں ایک دن پورے اہل برطانیہ کے لئے اور ہر ہفتہ میں دو دن قرب و جوار کے متعلقین کے لئے مختلف موضوعات پر درس قرآن، درس حدیث کے نام سے اصلاحی پروگرام ہوتے ہیں۔ اللہ تعالی نے موصوف کو جہاں اور بیشمار صلاحیتوں سے نوازا ہے، انہیں میں وعظ وتقریر کا خداداد ملکہ بھی ہے جو کہ بے مثال عطائے ربانی ہے، ہر موضوع پر برجستہ صاف وستھری زبان میں بڑے مؤثر اور قوت سے اپنی بات کو سامعین تک نہ صرف پہنچانا بلکہ ان کے دل ودماغ تک اتارنا اور انہیں عمل پر ابھارنا آپ کا کمال ہے۔

اس بات کا اظہار بھی مناسب بلکہ ضروری ہے کہ اس وقت خطابت بھی ایک ذریعہ

معاش بنتا جا رہا ہے، اور امت کا ایک طبقہ اس عظیم دینی خدمت کو صرف پیشہ بنانے کی فکر میں لگا ہوا ہے۔ افسوس ہے کہ بعض خطباء بڑی بڑی رقموں کا مطالبہ کرتے ہیں، بیرون ملک کے لئے ٹکٹ اور ویزا کا خرچ تو لازمی ہے، ساتھ ہی ہدایا کے نام سے ہزاروں پر نا خوش نظر آتے ہیں، یہ کوئی ہوائی بات نہیں، تجربہ اور سچائی پر مشتمل حقائق ہیں۔

تفو بر تو اے چرخ گرداں تفو! ؎

گر معلم ایں چنیں گر مقنن ایں چنیں

الوداع اے سنت دیں الفراق اے ورع دیں

اگر معلم ایسا (نااہل اور دنیادار) ہو اور قانون بنانے یا جاننے والا بھی ایسا ہی ہو تو، اے دین کی سنت اور دین کی پرہیزگاری (تمہیں) الوداع اور خیر باد۔

موصوف کوئی پیشہ ور خطیب نہیں، بلکہ اللہ تعالی نے آپ کو ہمارے اکابر کی طرح دردمند دل اور امت کے حالات پر فکر مند قلب وسوز عطا فرمایا ہے، یہی وجہ ہے کہ آپ کے مواعظ نرے خطابات نہیں، اصلاح معاشرہ کا ایک سنہرہ باب ہیں۔

دولت وعزت کا خواہاں حق بات نہیں کرسکتا، وہاں تو مداہنت اور چاپلوسی اور مالداروں کی تعریف کے گن گائے جاتے ہیں۔ موصوف حق بات کہنے میں جری، ہر طبقہ پر حق تنقید میں ہر طرح مداہنت سے دور، مساجد و مدارس کی کمیٹیوں اور مختلف عہدہ کے حامل حضرات کے عہدوں کے اقرار اور ان کی شریعت کی حد میں تکریم کے ساتھ حق کے معاملہ میں بلا کسی جھجک کے اظہار حق فرما دیتے ہیں۔ ؎

نہ لالچ دے سکیں ہرگز تجھے سکوں کی جھنکاریں

تیرے دست توکل میں ہیں استغناء کی تلواریں

آپ کے بارے میں چند تنقیدی زبانوں اور بیمار آنکھوں کے بارے میں صرف فارسی کا یہ بامعنی شعر لکھ دینا کافی ہے ؂

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم چشمۂ آفتاب راچہ گناہ

اگر چمگادڑ کی آنکھ آفتاب کی روشنی نہ دیکھ سکے، تو اس میں آفتاب کا کیا قصور؟

راقم کی موصوف سے بار بار درخواست رہی کہ: آپ تصنیف وتالیف کے رہے نہیں، اس لئے نہیں کہ صلاحیت واسباب کی قلت ہے، بلکہ گوناگوں مشغولیات اس کا باعث ہیں، اس لئے آپ اپنے مواعظ کو مرتب کرانے اور ان کی اشاعت پر خصوصی توجہ عنایت فرمائیں، الحمدللہ اب آپ کے قیمتی، مفید اور علمی مواد سے بھرپور مواعظ کا سلسلہ چل پڑا ہے، کئی مواعظ شائع ہوکر مقبول خواص وعوام ہو چکے ہیں۔

مرغوب احمد لاجپوری

۳؍جمادی الاولی ۱۴۴۰ھ، مطابق: ۱۰؍جنوری ۲۰۱۹ء

بروز جمعرات

(۶)......حضرت مولانا سلیمان صاحب بوڈیات مدظلہ

ولادت:......۔

مولانا جامعہ حسینیہ راندیر کے فارغ التحصیل ہیں۔حافظ وقاری بھی ہیں۔تیس پینتیس سال سے ایک بڑی مسجد کے امام اور خطیب ہیں۔اچھے وقار سے اپنی ذمہ داری ادا کر رہے ہیں۔صالح ائمہ میں شمار ہوتا ہے۔ایک طبقہ عزت کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔اپنی ذمہ داری توجہ سے نبھاتے ہیں۔لوگوں سے ملنا جلنا کم رکھتے ہیں۔بہت کم کسی کے بیان بھی شریک ہوتے ہیں' ایسا لگتا ہے کہ تنہائی پسند طبیعت کے مالک ہیں۔راقم سے سفر حج وعمرہ میں معیت کی وجہ سے اچھا تعلق رکھتے ہیں۔بیعت غالبا ابتدا میں حضرت مسیح الامت رحمہ اللہ سے تھے،ان کے بعد ان ہی کے خلیفہ حضرت حاجی فاروق صاحب سے ہوئے۔اس وقت حضرت مولانا قمر الزمان صاحب مدظلہم سے بیعت ہیں۔غالبا حضرت حاجی فاروق صاحب رحمہ اللہ کے خلیفہ یا مجاز صحبت بھی ہیں۔ان کے علاوہ حضرت والا ہردوئی رحمہ اللہ کے ایک خلیفہ جو دارالعلوم دیوبند میں استاذ ہیں' ان کی طرف سے غالبا خلافت بھی حاصل ہے۔

(۷)......مولانا سلیمان ماکڈا صاحب مدظلہ

ولادت:......۱۴؍دسمبر۱۹۶۳ء۔

بزرگوں کے صحبت یافتہ' باٹلی کے سنجیدہ علماء میں سے ہیں۔ اصل وطن ڈابھیل ہے۔جلال آباد میں تعلیم کے ساتھ تربیت پائی۔قرآن کریم کے بہترین حافظ ہونے کے ساتھ اچھے قاری بھی ہیں، غالبا یہ ہردوئی کے قیام کی برکت ہے۔انگریزی میں مؤثر بیان کرلیتے ہیں، راقم کو بھی ایک دومرتبہ بیان سننے کا موقع ملا۔نہ جانے عالم ارواح میں موصوف کی روح نے دمادم کتنی مرتبہ لبیک کہا ہے کہ دسیوں مرتبہ حرمین شریفین کی حاضری کی سعادت میسر آئی، نہ جانے کتنے حج وعمرہ کی توفیق ملی۔نوجوانوں کے ساتھ اچھے روابط ہیں اوران کی تربیت کے لئے اپنی سی کوشش میں لگے رہتے ہیں۔تعلیم وتدریس کی خدمت بھی برابرانجام دے رہے ہیں۔اللہ تعالی قبول فرمائے اورمزید ترقیات سے نوازے۔

(۸)......مفتی ابراہیم راجا صاحب مدظلہ

ولادت:......۔

باٹلی کے مشہور راجہ خاندان کے فرد اور علمی شخصیت کے مالک ہیں، دارالعلوم بری کے قابل قدر اور مؤقر استاذ اور صاحب ذوق وصاحب مطالعہ علماء میں سے ہیں، خاموش طبع اور ذاکر ہیں، اچھی علمی صلاحیت اور استعداد رکھتے ہیں، فراغت کے بعد ایک سال دعوت و تبلیغ میں بھی وقت گذارا، پھر تبلیغی مرکز ڈیوز بری کے مدرسہ میں کچھ عرصہ تدریسی خدمت بھی انجام دی، غالباً خانقاہی مزاج کی وجہ سے زیادہ یہاں ٹھہر نہ سکے، فلسطین کے ایک سفر میں معیت کی سعادت ملی، بڑی سادگی اور بے تکلفی کا برتاؤ فرمایا، اللہ تعالی مفتی صاحب کو صحت وعافیت سے دین کی مزید خدمت کے لئے قبول فرمائے۔

(۹)......مولانا قاری رشید احمد صاحب اجمیری مدظلہ

ولادت:......۔

حضرت مولانا قاری رشید احمد صاحب اجمیری مدظلہ گجرات کے مشہور بزرگ حضرت مولانا اجمیری صاحب رحمہ اللہ کے خلف الصدق اوران کے علمی جانشین ہیں۔ گجرات کی قدیم اورمعروف دینی درسگاہ دارالعلوم اشرفیہ میں ''بخاری شریف'' پڑھانے کی سعادت بھی اللہ تعالی نے آپ کوعطا فرمائی ہے۔ خطابت کا بھی خوب ذوق رکھتے ہیں۔ دینی علوم کے ساتھ دنیوی حالات پر بھی اچھی نظر رکھتے ہیں۔ گجراتی زبان پر بھی کامل مہارت رکھتے ہیں' برسوں ماہنامہ ''حیات'' کے مدیر بھی رہے' اور بانی حیات کے بعد آپ ہی کا اداریہ ''حیات'' کی حیات تھی۔ ملنسار اور خوش طبیعت کے مالک ہیں۔ راقم جب بھی ملا اپنی حیثیت سے زیادہ اکرام کا معاملہ فرماتے دیکھا۔ میرے والد صاحب مدظلہ کا بہت ہی خیال اورادب فرماتے ہیں اوران کے بارے میں بہت اونچے الفاظ فرماتے ہیں۔ یہ آپ کی انتہائی تواضع کی دلیل ہے کہ مجھ جیسے آدمی سے اپنے خطبات پر تقریظ کی درخواست فرمائی۔ اللہ تعالی آپ کی عمر میں برکت عطا فرمائے اورآپ سے امت مسلمہ اور باشندگان گجرات کو خصوصا زیادہ سے زیادہ فیض پہنچائے۔ اوراہل گجرات کو بھی قدردانی کی توفیق مرحمت فرمائے (کہ عامۃ اہل گجرات کی نظر گجرات سے باہر زیادہ رہتی ہے اوراپنوں کے ساتھ ان کا معاملہ......)

(۱۰)......مولانا انعام الحسن صاحب

ولادت:......۔

مولانا انعام الحسن صاحب:......دارالعلوم بری کے فاضل نوجوان اور باہمت صفات متعددہ کے مالک ہیں، پچھلے چند سالوں سے عمرہ و حج اور بیت المقدس کی زیارت کے اسفار کی مہارت اوراسی مشغلہ میں مصروف ہیں۔سفر میں ان کے اخلاق اورذہانت‘ حاضر جوابی اور انتظامی خوبیاں معلوم ہوئیں۔اللہ تعالی ان کے اس احسان کا بہترین بدلہ عطا فرمائے کہ ان کے طفیل مسجد اقصی کے سفر کا موقع ملا۔انشاء اللہ وہاں پڑھی گئیں نمازیں اوراللہ کی توفیق سے جو کچھ اعمال ہوئے ان کے اجر میں موصوف برابر کے شریک ہیں۔اورالحمدللہ راقم کا اپنے محسنین کے لئے برابردعا کا معمول ہے،انشاءاللہ اس معمول میں موصوف ہمیشہ شریک رہیں گے۔

(۱۱)......امام مسجد اقصی فضیلۃ الشیخ یوسف حفظہ اللہ

ولادت:......۔

شیخ یوسف حفظہ اللہ:...... بڑے ملنسار اور انتہائی متواضع ،طویل القامت اور خوب صورت و خوب سیرت اوصاف کے حامل ہیں۔مدینہ منورہ سے تخصص فی الحدیث کی تعلیم حاصل کی، صاحب مطالعہ اور صاحب ذوق اور علم دوست صفت کے مالک ہیں، زبان بڑی فصیح اور صاف ومؤثر ہے، جمعہ کا خطبہ اور ایک درس سننے کا اتفاق ہوا، جس سے ان کی شخصیت کا دل نے اچھا اثر لیا، فلسطین میں گذرے تینوں دن ان سے ملاقات رہی اور ہر مرتبہ ہماری حیثیت سے زیادہ اکرام کا معاملہ فرمایا، مفید معلومات سے استفادہ کا موقع عنایت فرمایا، ہمارے اس سوال پر کہ بیت المقدس کی تاریخ وفضائل پر قابل مطالعہ کتاب کون سی ہے؟ موصوف نے فرمایا: بیشمار کتابیں اس موضوع پر لکھی گئی ہیں، مگر علامہ مجیر الدین الحنبلی العلیمی رحمہ اللہ کی ''الانس الجلیل بتاریخ القدس والخلیل'' بہت عمدہ اور جامع کتاب ہے۔ واقعۃً جب اس کے مطالعہ کا موقع ملا تو قابل قدر کتاب پائی۔موصوف قرآن کریم کے بہترین اور پختہ حافظ تو ہے ہی مگر ان کی صحبت سے محسوس ہوا کہ ان کو احادیث بھی کم یاد نہیں، چنانچہ ایک بار حدیث کے موضوع پر دوران گفتگو فرمایا کہ: الحمد للہ مجھے ''بخاری شریف' مسلم شریف' ترمذی شریف'' اور ''ابوداؤد شریف'' کی ہزار حدیثیں از بر یاد ہیں۔

موصوف ماشاء اللہ انگریزی بھی بولتے ہیں، اس لئے انگریزی جاننے والوں کے لئے بھی ان سے استفادہ آسان ہے۔اللہ تعالی موصوف کو صحت وعافیت سے رکھے، اللہ کرے کہ اہل بیت المقدس ان کی ذات کو غنیمت سمجھے اور ان سے استفادہ کریں۔